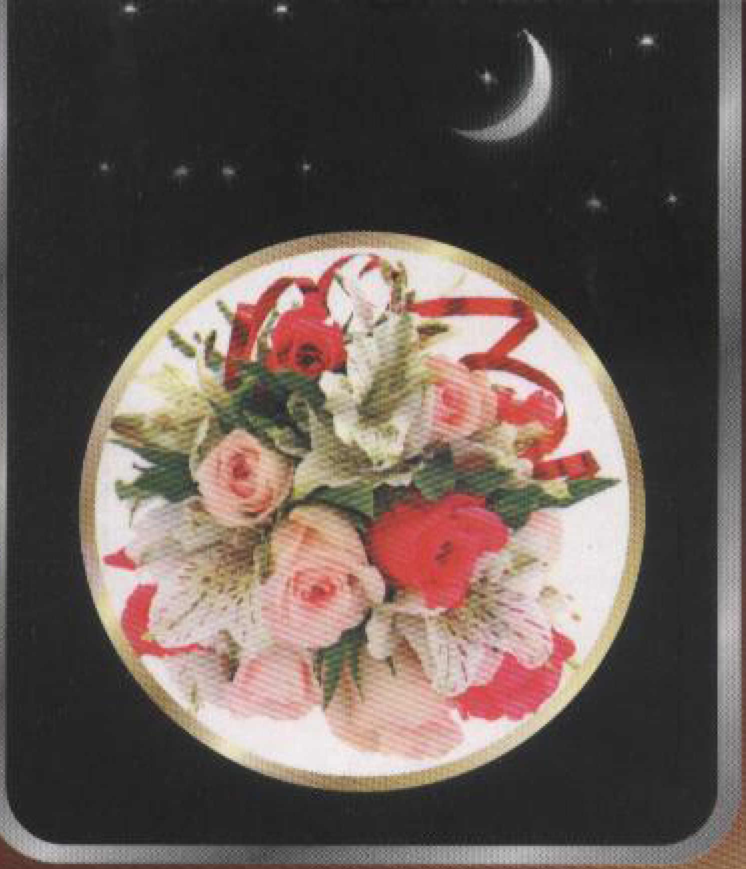

عیدین کے مسائل

قرآن و سنت کی روشنی میں

تالیف محمد فاروق

ناشر: ترجمان الحدیث پبلیکیشنز

ڈسٹری بیوٹر: مکتبہ اسلامیہ

www.ircpk.com

کے
عیدین مسائل

قرآن و سنت کی روشنی میں

اسلامک ریسرچ سنٹر (رجسٹرڈ) راولپنڈی
IRC

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

عیدین کے مسائل

قرآن و سُنّت کی روشنی میں

تالیف

محمد فاروق

ناشر: ترجمان الحدیث پبلیکیشنز

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

ناشر ---------- ترجمان الحدیث پبلیکیشنز

اشاعت ---------- جولائی 2009ء

قیمت ----------

ڈسٹری بیوٹر:

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ، لاہور - پاکستان فون:042-37244973

بیسمنٹ اٹلس بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد - پاکستان فون:041-2631204, 2034256

E-mail:maktabaislamiapk@gmail.com

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

عیدین کے مسائل

- حرفِ اول .... 13.
- عید کا معنی و مفہوم .... 17.
- عید کا لغوی معنی اور وجہ تسمیہ .... 17.
- عید ایک مذہبی تہوار .... 18.
- اسلام اور عید (کتنی عیدیں) .... 20.
- عید الفطر کی تعیین کا شرعی طریقہ .... 22.
- ہلال عید کے ثبوت کے لیے معتبر گواہ .... 24.
- نیا چاند دیکھنے کی دعا .... 29.
- عید الاضحیٰ کا دن .... 30.
- عید الفطر اور عید الاضحیٰ اجتماعی تہوار ہیں .... 31.
- کیا ساری امت مسلمہ ایک ہی دن عید منائے گی؟ .... 32.
- دلیل نمبر ۱: .... 32.

عیدین کی تیاری میں قابل التفات امور

- غسل عیدین .... 36.
- غسل جمعہ پر قیاس .... 37.
- غسل عیدین کے متعلق مرفوع روایات ضعیف ہیں .... 38.

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

❀ روز عید بہترین لباس زیب تن کرنا 39

❀ (۳) خوبصورت لباس پہننے کی تاکید کے متعلق ضعیف روایات 40

❀ عید الفطر کے دن نماز عید سے قبل طاق کھجوریں لینا 40

❀ نماز عید الفطر سے قبل کچھ کھانے کی حکمت 41

❀ (۳) نماز عید الفطر سے قبل کھجور کھانے کی حکمت 43

❀ اس مسئلہ کے متعلق مروی ضعیف روایات کا بیان 43

❀ عید الاضحیٰ کے دن نماز عید کے بعد قربانی کا گوشت کھانا افضل ہے 45

❀ ایک ضعیف حدیث کی وضاحت 46

❀ عید الاضحیٰ کی نماز سے قبل کھانا مباح ہے 47

❀ عید گاہ کی طرف پیدل اور سوار ہو کر دونوں طرح جانا مشروع ہے 49

❀ عید گاہ میں اسلحہ لے جانا ناپسندیدہ عمل ہے 51

❀ کیا عید گاہ میں اسلحہ لے جانا حرام ہے 53

نماز عید، عید گاہ میں پڑھنا مشروع ہے

❀ دلیل نمبر ۱ 56

❀ دلیل نمبر ۲ 58

❀ دلیل نمبر ۳ 58

❀ دلیل نمبر ۴ 58

❀ عذر کی صورت میں مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے 60

❀ ضروری ہدایات 63

❀ تحیۃ المسجد کا اہتمام کرنا 63

❀ (۲) حائضہ عورتیں مسجد میں داخل نہ ہوں 66

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

❀ مردوں کا نمازِ عید کے لیے عید گاہ جانا .... 69.
❀ عورتوں کا نمازِ عید کے لیے عید گاہ جانا .... 71.
❀ مذاہب و آراء .... 72.
❀ (۴) یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے .... 74.
❀ راجح مؤقف .... 77.
❀ حائضہ عورتیں جائے نماز سے دور رہیں .... 77.
❀ ضروری ہدایات .... 79.
❀ (۱) باپردہ ہو کر نکلنا .... 79.
❀ بناؤ سنگھار سے گریز کریں .... 80.
❀ خوشبو اور عطریات کا استعمال نہ کریں .... 81.
❀ عورتیں راستے کے وسط میں نہ چلیں .... 82.
❀ ایک ضعیف حدیث کا بیان .... 83.
❀ بچوں کا عیدین میں شریک ہونا .... 85.
❀ عیدین میں تکبیرات کہنے کا بیان .... 87.
❀ عید گاہ جاتے ہوئے تکبیرات کا اہتمام کرنا .... 88.
❀ ضعیف حدیث کی نشاندہی .... 89.
❀ عید الفطر کے دن تکبیرات کہنے کا حکم .... 90.
❀ راجح مؤقف .... 92.
❀ عید الفطر میں تکبیرات کا آغاز و اختتام .... 92.
❀ راجح مؤقف .... 93.
❀ تکبیرات کے اختتام کا وقت .... 95.
❀ عید الاضحیٰ اور تکبیرات کا بیان .... 96.

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

❀ فقہ التفسیر .... 96.
❀ عیدالاضحیٰ میں تکبیرات کا آغاز واختتام .... 96.
❀ راجح قول .... 97.
❀ (۳) امام اوزاعی کا فتویٰ .... 98.
❀ ضعیف روایات کی نشاندہی .... 98.
❀ کیا یکم ذوالحجہ سمیت ذوالحجہ کے ابتدائی آٹھ دنوں میں تکبیرات کہنا مشروع ہے؟ 99.
❀ ضعیف روایات کا بیان .... 100.
❀ تکبیرات کے اوقات .... 102.
❀ عورتیں بھی تکبیرات کہیں گی .... 104.
❀ مذاہب وآراء .... 104.
❀ راجح مؤقف .... 105.
❀ حائضہ عورتیں بھی تکبیرات کہیں گی .... 106.
❀ تکبیرات کے الفاظ .... 107.
❀ ضعیف آثار .... 108.
❀ خلاصۃ التحقیق .... 109.
❀ عیدین کی راتوں میں خاص عبادت .... 109.
❀ نمازعیدین کا حکم .... 110.
❀ (۱) نمازعید فرض کفایہ ہے .... 111.
❀ (۲) نمازعید واجب ہے .... 111.
❀ (۳) نمازعید سنت مؤکدہ ہے .... 111.
❀ (۴) نمازعید فرض عین ہے .... 114.
❀ آیت کی تفسیر .... 114.

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

نماز عیدین کا مستحب وقت

❀ راجح موقف 120
❀ نماز عیدین ایک ہی وقت پر ادا کرنا مستحب ہے 122
❀ راجح قول 123
❀ نماز عیدین کے لیے اذان واقامت، نداء اور ہمہ قسم کے اعلانات غیر مشروع ہیں 124
❀ (۴) نماز عیدین کے لیے اذان واقامت اور نداء وغیرہ کہنا بدعت ہے 127
❀ نماز عید کے لیے اذان کا آغاز عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کیا 128
❀ نماز عید کے لیے الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ کہنا بھی بدعت ہے 128
❀ نماز عیدین کے لیے سترہ کا اہتمام کرنا 129
❀ نماز عید کا وقت خطبہ عید سے پہلے مسنون ہے 130
❀ نماز عیدین دو دو رکعت ہے 133
❀ نماز عید کا مسنون طریقہ 134
❀ عیدین میں تکبیرات زائدہ کی تعداد اور محل 134
❀ (۴) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اثر 135
❀ (۵) امام اوزاعی کا فتویٰ 136
❀ تکبیرات کا حکم 136
❀ منفرد شخص بھی تکبیرات کہے 137
❀ تکبیرات چھوٹنے پر سجدہ سہو نہیں 137
❀ راجح موقف 137
❀ مسلسل تکبیرات کہنا مشروع ہے 137
❀ راجح موقف 138
❀ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر 138

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

❀ تکبیرات کے ساتھ رفع الیدین کرنا مستحب فعل ہے 140

❀ امام اوزاعی کا فتویٰ 141

❀ (۳) امام مالک کا فتویٰ 141

❀ رفع الیدین کے متعلق تکبیرات زائدہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول اثر 142

❀ دعائے استفتاح کب پڑھی جائے؟ 142

❀ مذہب شافعی رحمہ اللہ 142

❀ احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا موقف 143

❀ خلاصہ کلام 143

❀ نماز عیدین میں کن سورتوں کی تلاوت مسنون ہے 143

❀ دلیل 144

❀ ابوحنیفہ کا موقف 145

❀ عیدین میں فقط سورہ فاتحہ کی قرأت پر اکتفا کافی ہے؟ 145

❀ کیا نماز عیدین میں سورہ بقرہ کی تلاوت مشروع ہے؟ 146

❀ عیدین میں جہری قرأت مشروع ہے 146

❀ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں 147

خطبہ عید کے احکام وآداب

❀ خطبہ عید نماز عید کے بعد مسنون ہے 148

❀ خطبہ عید نماز عید سے مقدم کرنا بدعت ہے 149

عید میں ایک خطبہ مشروع ہے

❀ خطبہ عید حاضرین کے بالمقابل زمین پر کھڑے ہو کر دینا مسنون ہے 153

کیا سواری پر بیٹھ کر خطبہ عید ارشاد کرنا مشروع؟

❀ خطبہ عید کیلئے منبر کا استعمال بدعت ہے 156

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

❀ عید کے دن جنگی نغمے پڑھنا جائز ہے .... 176.
❀ روزِ عید جہادی مظاہرہ پیش کرنا .... 178.
❀ جمعۃ المبارک کے دن عید ہوتو نماز جمعہ چھوڑنے کی رخصت ہے .... 180.
❀ بروز جمعہ عید ہونے کی صورت میں خطیب کیلئے جمعہ کا اہتمام کرنا مستحب فعل ہے . . 181.
❀ جمعۃ المبارک کے دن عید ہوتو جمعہ کا اہتمام نہ کرنا بھی جائز ہے .... 183.
❀ روز عید جمعہ نہ پڑھنے والے نماز ظہر ادا کرینگے .... 184.
❀ ۳۔الشیخ ابن باز کا فتویٰ .... 185.
❀ ۴۔الشیخ ابن عثیمین کا فتویٰ .... 185.

وہ روایات جن سے استدلال کیا جاتا ہے کہ جمعہ کے روز عید ہوتو نماز ظہر ترک کی جاسکتی ہے

❀ شوکانی کا استدلال .... 186.
❀ اگر ہلال عید کی اطلاع تیس رمضان کو زوال کے بعد موصول ہوتو؟............ 188.
❀ نماز عید کی قضاء کا بیان .... 190.
❀ نماز عید چھوٹنے کی صورت میں کتنی رکعت نماز ادا کی جائے .... 191.
❀ مزید دلائل .... 192.
❀ نماز عید کی قضا میں چار رکعت نماز پڑھنا غیر مسنون ہے .... 192.
❀ نماز عید فوت ہونے کی صورت میں اکیلے اور باجماعت نماز پڑھنا .... 193.
❀ عیدین کے دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے .... 194.
❀ عیدین کے روزہ کی ممانعت کی حکمت .... 196.

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

❀ دوران خطبہ تکبیرات کا اہتمام مسنون نہیں 158
❀ خطبہ عیدین کا حکم 158
❀ خطبہ عید کے دوران خطیب کسی آدمی کا سہارا لے سکتا ہے 160
❀ دوران خطبہ عید کمان وغیرہ پر ٹیک لگانا جائز ہے؟ 160
❀ خطبہ عید کیلئے موضوع کا انتخاب 161
❀ اگر عورتوں تک خطیب کی آواز نہ پہنچے تو انہیں الگ خطبہ دینا مستحب ہے 162
❀ کیا عورتوں کو وعظ و نصیحت کرنا لازم امر ہے؟ 163
❀ فقہ الروایۃ 164
❀ نماز عید کے بعد اجتماعی دعا کا حکم 164
❀ حدیث نبوی سے غلط استدلال 166
❀ حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ کا فتویٰ 168
❀ صاحب مرعاۃ المفاتیح عبید الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ کا بیان 168
❀ نماز عید کے بعد بایں الفاظ " تقبل الله منا و منك " 169
❀ تعامل صحابہ 170
❀ کیا ان کلمات کا تبادلہ مکروہ فعل ہے؟ 171
❀ کیا عید مبارک کہنا جائز ہے؟ 171
❀ نماز عید کے بعد عید ملن کے طور پر مصافحہ اور معانقہ کرنا بدعت ہے 171
❀ فضیلۃ الشیخ، حافظ عبدالستار الحماد حفظہ اللہ کا فتویٰ 171
❀ نماز عید سے پہلے مطلق اور نماز عید کے بعد عید گاہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہے 172
❀ عید گاہ سے واپسی پر راستہ تبدیل کرنا مستحب فعل ہے 173
❀ عید گاہ سے واپسی پر راستہ تبدیل کرنے کی حکمت 175
❀ کیا نماز عید کیلئے ایک ہی راستہ پر آنا جانا بھی مسنون ہے؟ 175

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

حرفِ اوّل

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ آلِهٖ وَ أَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ . اَمَّا بَعْدُ !

دین اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو اہل اسلام کی اعتقادات و عبادات، خوشی و غمی اور نجی و معاشرتی زندگی میں کامل راہنمائی کرتا ہے۔ اس لیے چاہیے تو یہ تھا کہ ہر معاملہ میں شریعت سے رہنمائی لی جاتی، لیکن خوشی اور غم خاص طور پر دو ایسی چیزیں ہیں جن میں شریعت اسلامیہ کی حدود و قیود اور اسوۂ رسول ﷺ کی کوئی پروا نہیں کی جاتی اور ان دو معاملات میں لوگ حد سے زیادہ افراط کا شکار ہیں۔ خوشی و فرحت کے لمحات کو تہذیب و ثقافت اور نجی معاملات کا نام دے کر حیا باختہ، بے ہودہ اور شریعت سے متصادم ایسے افعال سرانجام دیے جاتے ہیں، جن کی کسی مسلمان سے امید نہیں کی جاسکتی۔ خوشی اور غم کی کیفیت میں بھی مسلمان کا معاملہ کفار و مشرکین اور بے دین لوگوں سے یکسر مختلف ہے، یہ شریعت کا پابند اور اسلامی روایات کا امین ہے۔ اسے قدم قدم پر کتاب و سنت سے راہنمائی لینے اور ہر دینی و معاشرتی مسئلہ میں اسوۂ رسول اختیار کرنے کی تاکید و تلقین ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان اور توحید و سنت کے ہر پیروکار پر لازم ہے کہ خوشی و انبساط کے لمحات نصیب ہوں تو شریعت کے

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

حدود و قیود اور دین کے دائرۂ کار میں رہ کر اس سے مستفید ہو۔ خوشی و فرحت اور غم و اندوہ کی کیفیت میں شریعت کی پابندی کے پیش نظر ہی نبی مکرم ﷺ نے اسے مومن کا خاصہ قرار دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ، وَ لَيْسَ ذَلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَ إِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَهُ» [صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب المؤمن أمره كله خير : ٢٩٩٩]

''مومن (کی زندگی) کا ہر معاملہ باعث تعجب و حیرت ہے، بلاشبہ اس (کی دستورِ حیات) کا ہر معاملہ خیر (پر مشتمل) ہے اور یہ خوش نصیبی صرف مومن ہی کا نصیب ہے۔ (وہ اس طرح کہ) اگر اسے خوشی نصیب ہو تو یہ شکر کرتا ہے، جو اس کے لیے بہتر ہے اور اگر یہ مصیبت سے دوچار ہو تو صبر کرتا ہے اور (مصیبت پر صبر کرنا) اس کے حق میں بہتر ہے۔''

چونکہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ اہل اسلام کے مذہبی تہوار اور خوشی کے دن ہیں، تو خوشی کے ان پر مسرت لمحات میں شریعت کی پابندی ملحوظ رکھی جائے اور ان ایام میں شرعی احکام اور سنت نبوی ﷺ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان پر مسرت لمحات سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ رضائے الٰہی کو ملحوظ رکھا جائے۔ انھی چیزوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم نے ''عیدین کے مسائل'' کو ترتیب دیا ہے اور ہم نے حتی المقدور اس کتاب میں عیدین کے متعلقہ تمام مسائل کا احاطہ کیا ہے، تاکہ متلاشیانِ دین حق، تشنگان علم اور شائقین علم و تحقیق مسائل عیدین سے کما حقہ بہرہ ور ہو سکیں۔

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

کچھ کتاب کے بارے میں:

ہر مسئلہ کی علیحدہ عنوان کے تحت باب بندی کی گئی ہے اور کتاب وسنت کے دلائل اور صحابہ وتابعین، تبع تابعین اور ائمہ ومحدثین کے آثار سے ہر مسئلہ کی حقانیت بیان کی گئی ہے۔ پھر اختلافی اقوال کو نقل کرنے کے بعد راجح مسئلہ کی نشاندہی کی گئی ہے اور کسی بھی مسئلہ کے متعلق ضعیف اور موضوع روایات کو مع سبب ضعف بیان کر کے ان سے پیدا ہونے والے اعتراضات واشکالات کا راستہ مسدود کیا گیا ہے۔

احادیث کی مکمل تخریج وتحقیق اور مسائل کا انتخاب وترتیب مصنف کتاب کی ذاتی کاوش ہے اور احادیث کی صحت وضعف میں بہت زیادہ عرق ریزی اور ذمہ داری سے کام لیا گیا ہے۔ لہٰذا شائقین علم وتحقیق اور متلاشیانِ دین حق اس سے بلا اضطراب مستفید ہو سکتے ہیں۔ نیز صاحبانِ علم ودستار سے التماس ہے کہ کتاب میں کہیں سقم یا تشنگی ہو تو ہمیں اس سے آگاہ کیا جائے۔ ایسے قیمتی مشوروں کو ضرور قبول کیا جائے گا۔

ہدیہ تشکر:

میں ان تمام رفقائے کار کا از حد ممنون وشکر گزار ہوں جنھوں نے کتاب کی تیاری میں میری راہنمائی فرمائی اور قیمتی مشوروں سے نوازا، بالخصوص بھائی ابو عمر محمد اشتیاق اصغر اور بھائی محمد زاہد الرحمٰن جلالی کا از حد مشکور ہوں کہ انھوں نے کتاب کی تیاری میں میری ڈھارس بندھائی اور کمپوزر محمد شفیق بھائی کا بھی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے کم وقت میں اسے بہتر انداز میں کمپوز کیا۔

قارئین کرام! اس کتاب میں جو حسن وخوبی ہے یہ خاص اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے اور اگر کوئی سقم یا نقص ہو تو ضرور مطلع کیجیے، تا کہ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کی جائے۔ اللہ تعالیٰ سے

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

دعا ہے کہ وہ راقم کی اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے مسلمانوں کی رشد و ہدایت کا ذریعہ بنائے اور ہم سب کی نجات کا باعث بنائے۔ (آمین!)

محمد فاروق

ساکن کھنہ، تحصیل شکر گڑھ، ضلع نارووال

فون: 0300-8074150

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

عید کا معنی و مفہوم

عید کا لغوی معنی اور وجہ تسمیہ:

عید کے بارے علماء کے مختلف اقوال و آراء ہیں۔

① امام شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: لفظ عید "اَلْعَوْد" "لوٹنا" سے مشتق ہے اور عید کو عید اس لیے کہا جاتا ہے کہ ہر عید خوشی اور سرور لے کر لوٹتی ہے اور اس کی جمع "أَعْیاد" آتی ہے۔

② لفظ عید اصل میں "عِوْدٌ" تھا، پھر اس قاعدہ کہ تحت کہ "واؤ" ساکن ماقبل مکسور یا ہو جاتا ہے، کی رو سے واؤ کو یا سے بدل دیا اور "عِوْدٌ، عِیْدٌ" ہو گیا۔

③ خلیل نحوی کا قول ہے کہ ہر تہوار کو عید کہا جاتا ہے کیونکہ لوگ عید میں شامل ہونے کے لیے اس دن لوٹ کر "گھر" آتے ہیں۔

④ ابن انباری کہتے ہیں: عید کو عید اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں ہر انسان اپنے مقام و مرتبہ کی طرف لوٹتا ہے۔ چنانچہ میزبان اپنی حیثیت کے مطابق ضیافت کرتا ہے۔ مہمان کی اس حیثیت کے مطابق مہمانی کی جاتی ہے۔ صاحب حیثیت و مالدار بقدر استطاعت لطف و اکرام کرتے اور نادار اور فقیر لوگوں کی خوب مالی معاونت کی جاتی ہے۔[نیل الأوطار : ۴۰۰/۱]

⑤ امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عید کے معنی و مفہوم کی تعیین کے بارے علماء کے مختلف اقوال ہیں:

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

۱۔ اس دن کے بار بار لوٹ کر آنے کے سبب اسے عید کہا جاتا ہے۔

۲۔ عید کے دن خوشی اور فرحت لوٹتی ہے اس لیے اس دن کو عید سے تعبیر کی جاتا ہے۔

۳۔ اس سے نیک شگون لیا جاتا ہے کہ عید کی خوشی میں شریک لوگوں پر یہ دن دوبارہ لوٹ کر آئے جیسے بطور نیک شگون قافلہ کو سالمہ کہا جاتا ہے کہ یہ راستے میں چورا چکوں اور حادثات سے محفوظ رہے۔[شرح النووی : ۴۱۱/۲]

عید ایک مذہبی تہوار:

(ا) ہر قوم، مذہب اور ملت کا خاص مذہبی تہوار ہے۔ جس میں وہ جشن مناتے ہیں، اپنے دینی شعار کا اظہار کرتے اور خوشی و فرحت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس کے برعکس اہل اسلام کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ دو مذہبی تہوار منانے کی ترغیب دی گئی ہے اور انھیں اغیار کے تہوار، قومی جشن، سال نو کا جشن، جشن آزادی، جشن میلاد اور عیدین کے سوا کسی بھی قسم کا تہوار منانے سے اجتناب کی تلقین کی گئی ہے اور عیدین پورے جوش و خروش سے منانے کی آزادی دی گئی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ لِكُلِّ أُمَّةٍ مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَى رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَى هُدًى مُّسْتَقِيمٍ ﴾ [الحج : ٦٧]

”ہر امت کے لیے ہم نے عبادت کا ایک ”خاص“ طریقہ مقرر کیا ہے۔ جس کے مطابق وہ عبادت کرنے والے ہیں، سو وہ اس معاملہ (دین) میں تم سے ہرگز جھگڑا نہ کریں اور تو اپنے رب کی طرف دعوت دے، یقیناً آپ سیدھے راستے پر ہیں۔“

اس آیت میں جیسے اس بات کی وضاحت ہے کہ گزشتہ شریعتیں، ان کی عبادات کے طریقے منسوخ ہو چکے ہیں اسی طرح ان کے مذہبی تہوار بھی منسوخ ہیں اور مسلمانوں کو اپنی عبادات اور مذہبی تہوار اختیار کرنے اور اغیار کی نقالی سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے سو جیسے

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

انھیں اپنے مذہبی تہوار (عیدین) کو پر جوش منانے کا حکم ہے، اسی طرح غیر مسلموں کی عیدوں میں شرکت سے انھیں روکا گیا ہے۔

(۲) سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

«دَخَلَ اَبُوْبَکْرٍ وَعِنْدِی جَارِیَتَانِ مِنْ جَوَارِی الْأَنْصَارِ، تُغَنِّیَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْأَنْصَارُ یَوْمَ بُعَاثٍ قَالت: وَلَیْسَتَا بِمُغَنِّیَتَیْنِ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ: أَمَزَامِیْرُ الشَّیْطَانِ فِی بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسَلم؟ وَذٰلِكَ فِی یَوْمِ عِیْدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسَلم: یَا أَبَابَکْرٍ! اِنَّ لِکُلِّ قَوْمٍ عِیْدًا، وَھٰذَا عِیْدُنَا»

''ابوبکر رضی اللہ عنہ (ہمارے گھر) داخل ہوئے جب کہ میرے پاس انصار قبیلہ کی دو لڑکیاں بہادری کے وہ اشعار گا رہی تھیں جو انصار نے جنگ بعاث میں کہے تھے...... عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، وہ لڑکیاں پیشہ ور گلوکارائیں نہیں تھیں۔ (ان کے اشعار سن کر) ابوبکر نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں شیطانی ساز اور یہ عید کے دن کا واقع ہے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوبکر! بلاشبہ ہر قوم کی عید ہے اور یہ ہماری (مسلمانوں) عید ہے۔'' [بخاری، کتاب العیدین، باب سنة العیدین لأهل الإسلام: ۹۵۲۔ مسلم، کتاب صلاة العیدین، باب الرخصة فی اللعب الذی لامعصیة فیه فی أیام العید: ۸۹۲۔ ابن ماجه، کتاب النکاح، باب الغناء والدف: ۱۸۹۸۔ مسند أحمد: ۹۹/۶]

یہ حدیث دلیل ہے کہ مسلمانوں کو اپنے مذہبی تہوار منانے کی مکمل آزادی ہے۔ عیدین ہی مسلمانوں کے مذہبی تہوار ہیں اور غیر مسلم اقوام کی عیدوں اور غیر شرعی تہوار سے انھیں کوئی سروکار نہیں۔

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

اسلام اور عید: (کتنی عیدیں)

شریعت اسلامیہ میں دو ہی عیدیں (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) ہیں، اس کے علاوہ شریعت اسلامیہ میں کسی تیسری عید اور مذہبی تہوار منانے کی اجازت نہیں ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ الْمَدِيْنَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُوْنَ فِيهِمَا فَقَالَ: مَاهٰذَانِ الْيَوْمَانِ : قَالُوْا : كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسَلم : اِنَّ اللّٰهَ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِّنْهُمَا: يَوْمَ الْأَضْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ؟»

''رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے اور اہل مدینہ کے دو دن تھے، جس میں وہ کھیل کود کرتے اور (تفریح مناتے) تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: یہ دو دن کیا ہیں؟ انھوں نے عرض کیا: ہم جاہلیت میں ان دو دنوں میں کھیل کود کرتے (اور تفریح طبع کا سامان کرتے) تھے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان دو دنوں کے بدلے دو بہترین دن (عید الاضحیٰ اور عید الفطر) دیے ہیں۔''

[سنن أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين: ١١٣٤۔ سنن نسائی، كتاب صلاة العيدين : ١٥٥٧۔ مسند أحمد : ٢٥٠/٣۔ مسند أبو يعلى: ٣٨٤١۔ مستدرك حاكم : ٢٩٤/١۔ الصحيحه : ٢٠٢١ : إسناده صحيح]

حمید الطّویل مدلس راوی ہے، لیکن مسند احمد میں سماع کی صراحت موجود ہے، جس سے تدلیس کی علت کا ازالہ ہو گیا ہے۔

فوائد:

شمس الحق عظیم آبادی رقمطراز ہیں:

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

① دور جاہلیت میں اہل جاہلیت کے خوشی کے دو دن (ایک نیروز اور دوسرا مہرجان) تھے
قاموس میں ہے کہ نیروز سال نو کا پہلا دن ہے اور یہ فارسی کے لفظ نوروز (نیا دن)
سے معرب ہے۔ نوروز پہلا دن ہے، جس میں سورج برج حمل میں منتقل ہوتا ہے اور
یہ شمسی سال کا پہلا دن ہے۔ ماہ محرم میں نئے چاند کا طلوع ہونا قمری سال کا پہلا دن
ہے۔ مہرجان) نوروز کے مقابل دن ہے اور یہ میزان (معتدل موسم) کا پہلا دن ہے۔

یہ دونوں دن (نوروز اور مہرجان، آب و ہوا اور سردی گرمی کے لحاظ سے نہایت معتدل ہوتے ہیں اور ان میں دن رات کے اوقات برابر ہوتے ہیں۔ گویا حکمائے متقدمین، جو علم افلاک سے وابستہ تھے، انھوں نے یہ دو دن عید کے لیے منتخب کیے ہوئے تھے اور ان ادوار کے لوگوں نے اس اعتقاد سے کہ یہ حکماء، عقل کل رکھتے ہیں، اس معاملہ میں ان کی تقلید کی اور ان ایام کو تہوار اور جشن کا درجہ دیا۔ پھر انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی اور انہوں نے حکماء کے یہ بناوٹی تہوار اور خود ساختہ عیدیں منسوخ قرار دیں۔

② طیبی کہتے ہیں: (اس حدیث کی ترتیب میں) عید الاضحیٰ کو عید الفطر سے اس لیے مقدم کیا گیا ہے کہ یہ بڑی عید ہے۔

③ نیروز اور مہران میں (جاہلیت کی عیدوں میں) تفریح کرنا اور خوشی وفرحت کا اظہار ناجائز ہے۔

④ عیدین میں انتہائی خوشی کا اظہار اور عبادت بجالانے کا حکم ہے، کیونکہ یہ حقیقی خوشی کے دن ہیں: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ﴾ [یونس : ۵۸]

”آپ کہہ دیجیے اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے لوگوں کو خوش ہونا چاہیے۔“

⑤ مظہر کا قول ہے یہ حدیث دلیل ہے کہ نیروز، مہرجان اور کفار کی دیگر عیدوں اور تہواروں کی تعظیم ممنوع وحرام ہے، اس مسئلہ میں ابوحفص الکبیر حنفی نے مبالغہ آرائی

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

کرتے ہوئے کہا ہے کہ جس نے نیروز کی تعظیم میں اس دن کسی مشرک کو انڈا ہدیہ کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کے اعمال غارت ہو جائیں گے۔

اور قاضی ابوالمحاسن حسن بن منصور حنفی کہتے ہیں: جس نے نیروز کے دن عام معمول سے ہٹ کر غیر معمولی خرید و فروخت کی یا معمول کے برخلاف اس دن کسی کو ہدیہ دیا۔

اگر اس نے یہ کام اس دن کی تعظیم میں کیے ہیں جیسے کفار و مشرکین اس دن کی تعظیم کرتے ہیں تو وہ کافر ہو جائے گا اور اگر اس نے خرید و فروخت آسودہ حالی اور تعیش کے لیے کی اور معمول کے مطابق اسی دن ہدیے دیئے تو وہ کافر نہیں ہو گا لیکن کفار کی مشابہت کی وجہ سے یہ کام مکروہ ہیں اور ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔ [عون المعبود : ٤/ ٢٠]

⑥ ابن تیمیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار کی عیدوں کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے کیونکہ آپ ﷺ نے عید الاضحیٰ اور عید الفطر کو اہل جاہلیت کی عیدوں کے دن نیروز اور مہر جان پر برقرار نہیں رکھا اور نہ ہی اہل اسلام کو ان دنوں میں خوشی منانے اور کھیل کی اجازت دی۔ بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ان دو دنوں کے عوض خوشی کے اور دو دن عطاء کئے ہیں، اور یہ عوض (عیدین منہ (جاہلیت کی عیدوں) کے ترک کا متقاضی ہے۔ [فیض القدیر : ٤/ ٦٦٩]

⑦ کتب سیرت میں مذکور ہے کہ اسلام میں پہلی عید الفطر تھی اور اس کا آغاز دو ہجری کو ہوا تھا۔

⑧ عیدین میں خوشی و فرحت کا اظہار مستحب عمل ہے اور اس شریعت کا حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر نافذ کی ہے۔ [سبل السلام: ٢/ ٤٩٧]

عید الفطر کی تعیین کا شرعی طریقہ:

عید الفطر یکم شوال کو منائی جاتی ہے اور اس کی تعیین کا طریقہ کار یہ ہے کہ انتیس رمضان کے بعد شوال کا چاند نظر آجائے تو ٹھیک ورنہ رمضان کے تیس دن مکمل ہونے پر

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

اگلے روز عید ہوگی۔ کیونکہ اسلامی مہینا انتیس یا تیس دن کا ہوتا ہے اور تیس دن کی گنتی کے بعد لامحالہ اگلا مہینا بہر صورت شروع ہو جاتا ہے۔

① ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَ أَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ غُمِّيَ عَلَيْكُمُ الشَّهْرُ فَعُدُّوا ثَلَاثِينَ»

''تم چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ افطار کرو (یعنی عید الفطر کا اہتمام کرو) پھر اگر تم بادل کی وجہ سے مہینہ کی تعیین نہ کر سکو تو اس مہینے کو تیس دن شمار کرو۔''

[صحيح بخاری، كتاب الصوم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا رأيتم الهلال فصوموا ؟ : ١٩٠٩- صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال : ١٠٨١- سنن نسائی : ٢١١٩- مسند أحمد : ٤١٥/٢]

② عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کیا اور ارشاد فرمایا:

«لَا تَصُومُوا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوا حَتّٰى تَرَوْهُ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ»

''جب تک تم رمضان کا چاند نہ دیکھو روزہ نہ رکھو اور تم روزہ ترک نہ کرو تاوقتیکہ تم چاند کا معائنہ نہ کرو، پھر اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو تو تم مہینا کی گنتی کا حساب لگاؤ۔''

[صحيح بخاری، كتاب الصوم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا رأيتم الهلال فصوموا: ١٩٠٦- مسلم، كتاب الصيام باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال : ١٠٨٠- سنن نسائی : ٢١٢٣- مسند أحمد : ٦٣٢٢]

③ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

«اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ، فَإِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُوْمُوْا، وَ إِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَأَفْطِرُوْا، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهُ»

''مہینا انتیس دن کا ہے، چنانچہ جب تم ''رمضان کا'' چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو اور جب تم اسے (ہلال شوال) دیکھو تو روزہ چھوڑ دو اور اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو تو مہینے کی گنتی کا اندازہ لگاؤ۔''

[صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی ﷺ "إذا رأیتم الهلال فصوموا" : ۱۹۰۷۔ مسلم، کتاب الصیام، باب وجوب صوم رمضان لرؤیة الهلال : ۱۰۸۰۔ سنن أبوداوٗد، کتاب الصیام، باب الشهر یکون تسعا و عشرین : ۲۳۲۰]

فوائد:

مذکورہ بالا احادیث دلیل ہیں کہ رمضان کے روزوں اور عیدالفطر کی تعیین کا طریقہ کار ہلال رمضان وعید کا نظر آنا ہے۔ بصورت دیگر مہینے کے تیس دن مکمل ہونے پر رمضان و شوال کی تعیین ہو جائے گی۔

ہلال عید کے ثبوت کے لیے معتبر گواہ:

ہلال عید کے ثبوت کے لیے کتنے گواہوں کی شہادت معتبر ہے۔ اس بارے علماء کا اختلاف ہے۔ ذیل میں ہم اس مسئلہ کے دلائل، علماء کے اقوال اور راجح مسئلہ بیان کریں گے۔

۱۔ عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شک کے روزہ کے دن لوگوں سے خطاب کیا کہ بلاشبہ میں نے اصحاب رسول ﷺ کی مجلس اختیار کی اور میں نے انھیں اس مسئلے کے بارے پوچھا تو انھوں نے مجھے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ، وَ أَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ، وَانْسُكُوْا لَهَا، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوْا عِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ، فَإِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ فَصُوْمُوْا وَأَفْطِرُوْا»

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

"چاند دیکھ کر روزہ رکھو، اسے دیکھ کر روزہ چھوڑو اور رویت ہلال سے عبادت کا وقت مقرر کرو، پھر اگر مطلع ابر آلود ہو تو مہینہ کے تیس دن مکمل کرو، پھر اگر دو گواہ رویت ہلال کی گواہی دیں تو، اس گواہی پر، تم روزہ رکھو اور روزہ ترک بھی کرو۔" [مسند أحمد : ٣٢١/٤۔ سنن نسائی : ٢١١٨۔ إسناده حسن]

۲۔ حسین بن حارث جدلی بیان کرتے ہیں کہ امیر مکہ (عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما) نے اپنے خطاب میں ارشاد کیا:

« عَهِدَ إِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَنْسُكَ لِلرُّؤْيَةِ، فَإِنْ لَمْ نَرَهُ وَشَهِدَ شَاهِدَا عَدْلٍ نَسَكْنَا بِشَهَادَتِهِمَا »

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات کا پابند کیا ہے کہ ہم چاند دیکھ کر عبادت (روزے اور عید) کا وقت مقرر کریں اور اگر ہم خود چاند نہ دیکھ پائیں اور دو عادل گواہ (چاند نظر آنے کی) گواہی دیں تو ان کی گواہی کے سبب ہم عبادت کا وقت مقرر کریں۔" [سنن أبو داوٗد، کتاب الصیام، باب شهادة رجلین علی رؤیة هلال شوال : ٢٣٣٨۔ سنن دارقطنی : ٢١٧١۔ سنن بیهقی : ٢٤٨/٤۔ إسناده حسن]

۳۔ ربعی بن حراش رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک صحابی نے بیان کیا:

« إِخْتَلَفَ النَّاسُ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ، فَقَدِمَ أَعْرَابِيَّانِ فَشَهِدَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللّٰهِ لَأَهَلَّا الْهِلَالَ أَمْسِ عَشِيَّةً، فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ أَنْ يُفْطِرُوْا وَأَنْ يَغْدُوْا إِلَى مُصَلَّاهُمْ »

"لوگوں میں رمضان کے آخری دن (چاند نظر آنے کے بارے) اختلاف پیدا ہو گیا۔ پھر دو دیہاتی آئے اور انہوں نے سہ پہر کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اللہ کی قسم کھا کر گواہی دی کہ انھوں نے گزشتہ کل واقعی چاند دیکھا ہے، اس پر رسول

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

اللہ ﷺ نے لوگوں کو روزہ افطار کرنے کا حکم دیا اور انھیں یہ حکم صادر کیا کہ کل صبح وہ عید گاہ میں حاضر ہوں۔''

[سنن أبوداود، کتاب الصیام، باب شهادة رجلین علی رؤیة هلال شوال : ٢٣٣٩۔ مسند أحمد : ٣١٤/٤ ۔ صحیح]

فوائد:

ان احادیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ہلال شوال کے ثبوت کے لیے کم از کم دو عادل مسلم گواہوں کی شہادت ضروری ہے انھیں احادیث سے استدلال کرتے ہوئے جمہور علماء نے یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ عیدالفطر کے ثبوت کے لیے دو عادل گواہوں کا روایت ہلال کی شہادت دینا لازم ہے۔

① چنانچہ نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابوثور کے سوا تمام اہل علم کا مؤقف ہے کہ ایک عادل شخص کی گواہی پر کہ اس نے چاند دیکھا ہے عید الفطر کا انعقاد ناجائز ہے البتہ اس مسئلہ میں ابوثور نے ایک عادل کی شہادت کو جائز قرار دیا ہے۔

[شرح النووی : ١٨٩/٤]

② عبد الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا احادیث دلیل ہیں کہ عیدالفطر کے ثبوت کے لیے تنہا شخص کے چاند دیکھنے کی شہادت نا کافی ہے

[تحفة الأحوذی : ٢٥٣/٣]

③ ابوحنیفہ اور ابویوسف رمضان کے ثبوت کے لیے ایک عادل شخص کی گواہی قبول کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس بارے وہ غلام اور عورت حتیٰ کہ باندی کی شہادت بھی درست تسلیم کرتے ہیں، لیکن عید الفطر کے ثبوت کے لیے دو عادل مردوں کی گواہی لازم قرار دیتے ہیں اور اس بارے ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی بھی درخور اعتناء نہیں سمجھتے۔ شافعی عید الفطر کے ثبوت کے لیے عورتوں کے رؤیت ہلال کی گواہی جائز قرار نہیں دیتے اور مالک، اوزاعی اور اسحاق بن راہویہ رمضان اور عید الفطر کے ثبوت کے لیے کم از کم

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

دو گواہوں کے چاند دیکھنے کی شہادت قبول کرتے ہیں۔[عون المعبود : ۷/ ۲۸]

راجح موقف:

اس مسئلہ میں راجح موقف یہ ہے کہ عیدالفطر کے ثبوت کے لیے ایک عادل شخص کا چاند دیکھنا کافی ہے اور اس کی گواہی معتبر ہوگی۔ اس کا ثبوت آئندہ دلائل ہیں۔

۱: دلیل نمبر ۱: یہ بات مسلمہ حقیقت ہے کہ ثبوت رمضان کے لیے ایک عادل شخص کی گواہی معتبر ہے اس کی دلیل عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث ہے وہ بیان کرتے ہیں:

« تَرَاءَ ی النَّاسُ الْهِلَالَ، فَأَخْبَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي رَأَيْتُهُ، فَصَامَ وَأَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ»

"لوگ کوشش سے چاند دیکھ رہے تھے، پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے واقعی چاند دیکھا ہے چنانچہ اس شہادت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا اور لوگوں کو روزے کا حکم دیا۔"

[سنن أبو داوٗد، کتاب الصيام، باب في شهادة الواحد على رؤية هلال رمضان : ۲۳۴۲۔ سنن دارمی : ۱٦۹۷۔ صحیح ابن حبان : ۳٤٤۷۔ سنن دارقطنی : ۲۱۲۷۔ سنن بیهقی : ٤/ ۲۱۲۔ مستدرك حاكم : ۱/ ٤۲۳۔ إسناده حسن]

یہ حدیث واضح نص ہے کہ ثبوت رمضان کے لیے ایک عادل شخص کا چاند دیکھنے کی شہادت دینا کافی ہے چنانچہ اس پر قیاس کی رو سے عیدالفطر کے ثبوت کے لیے ہلال شوال کے بارے ایک شخص کی گواہی معتبر ہوگی۔ شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت نہیں کہ عیدالفطر کے ثبوت کے لیے دو عادل مردوں کے چاند دیکھنے کی شہادت شرط ہے تو ظاہر ہے کہ ایک شخص کی گواہی سے ثبوت رمضان کی دلیل پر قیاس کرتے ہوئے عیدالفطر کے ثبوت کے لیے بھی ایک شخص کی گواہی کافی ہے۔ نیز مخصوص مسائل (جہاں دو

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

مردوں کی گواہی شرط ہے) کے سوا جیسے دیگر مسائل میں خبر واحد قابل حجت ہے۔ اسی طرح ثبوت عبد الفطر کے لیے بھی ایک شخص کی گواہی حجت ہوگی۔ [نیل الأوطار: ۲۰۱/۴]

خطابی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ شوال کا چاند دیکھنے کے متعلق دو آدمیوں کی گواہی مقبول ہے لیکن ایک شخص کی گواہی کے بارے علماء کا اختلاف ہے اور اکثر علماء کا مؤقف ہے کہ شوال کے ثبوت کے لیے کم از کم دو گواہوں کی چاند دیکھنے کی گواہی قبول ہے۔

نیز کچھ علماء کا مؤقف ہے کہ ہلال عید کے ثبوت کے لیے ایک شخص کی گواہی بھی معتبر ہے ان کا خیال ہے کہ رویت ہلال کا تعلق باب الاخبار سے ہے، جس کا اطلاق ''شہادت'' (جن کے ثبوت کے لیے دو گواہوں کی گواہی شرط ہے) پر نہیں ہوتا پھر جیسے رمضان کے ثبوت کے لیے ایک شخص کی گواہی مقبول ہے اس سے لازم آتا ہے کہ ثبوت شوال کے لیے بھی ایک شخص کے چاند دیکھنے کی شہادت معتبر ہو۔'' [عون المعبود : ۲۷/۷]

دلیل نمبر ۲: وہ حدیث جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عید الفطر کے ثبوت کے لیے دو آدمیوں کا رویت ہلال کی گواہی دینا شرط ہے۔ وہ حدیث ضعیف ہے۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجَازَ شَهَادَةَ رَجُلٍ وَاحِدٍ عَلَى رُؤْيَةِ هِلَالِ رَمَضَانَ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُجِيْزُ شَهَادَةً فِي الْإِفْطَارِ إِلَّا شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ »

''بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا چاند دیکھنے کے بارے ایک شخص کی شہادت قبول کی ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے چاند کے ثبوت کے لیے دو آدمیوں ہی کی گواہی تسلیم کرتے تھے۔''

[المعجم الأوسط للطبراني : ۵۳۵۳۔ سنن دارقطني : ۲۱۲۹ إسناده ضعيف

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

یہ حدیث ضعیف ہے، اس کی سند میں ابو اسماعیل حفص بن عمر صنعانی ضعیف راوی ہے۔

نیا چاند دیکھنے کی دعا:

یاد رہے! چاند دیکھنے کی کوئی مسنون دعا ثابت نہیں ہے، بلکہ چاند دیکھنے کے متعلق جتنی روایات منقول ہیں، وہ ثابت نہیں ہیں۔ سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْهِلَالَ قَالَ : اَللّٰهُمَّ ! أَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْإِيْمَانِ، وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ، رَبِّي وَرَبُّكَ اللّٰهُ»

''بلاشبہ نبی ﷺ جب نیا چاند دیکھتے تو یہ دعا کرتے، اے اللہ! اس چاند کو ہمارے لیے برکت، ایمان، سلامتی اور اسلام کا باعث بنا کر نکال (پھر چاند کو مخاطب کر کے کہتے) میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔''

[جامع ترمذی، كتاب الدعوات، باب مایقول عند رؤية الهلال : ٣٤٥١۔ مسند أحمد : ١٦٢/١۔ مسند أبو يعلى : ٦٦١۔ سنن دارمی : ١٦٨٨۔ مستدرك حاكم : ٢٨٤/٤۔ إسنادهٗ ضعيف]

اس حدیث میں سلیمان بن سفیان مدنی اور بلال بن یحییٰ بن طلحہ ضعیف راوی ہیں۔

۲: ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب نیا چاند دیکھتے تو (یہ کلمات) کہتے:

«كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى الْهِلَالَ قَالَ : اَللّٰهُمَّ أَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ وَالْإِيْمَانِ، وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ، وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى، رَبُّنَا وَرَبُّكَ اللّٰهُ»

''اے اللہ! اسے امن و ایمان، امن و سلامتی کا اور ان اعمال کی توفیق کا باعث بنا کر طلوع کر جو تجھے محبوب اور پسند ہیں ہمارا اور تیرا رب ایک ہے۔''

[طبرانی کبیر : ١٣٣٣٠۔ سنن دارمی : ١٦٩٣۔ صحيح ابن حبان : ٨٨٨۔ ضعيف الجامع ٤٤٠٤، إسناده ضعيف، عثمان بن ابراہیم حاطبی ضعیف راوی ہے]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

اسی طرح چاند دیکھنے کے بارے منقول دعائیں ضعف و مقال سے خالی نہیں ہیں۔

عید الاضحیٰ کا دن:

عید الاضحیٰ، عید البقر، یوم النحر یا عید قربان دس ذوالحجہ کو منائی جاتی ہے اسے عید الاضحیٰ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس دن اللہ کی رضا کی خاطر جانور قربان کیے جاتے ہیں۔ نیز فضیلت عظمت کے لحاظ سے بھی دس ذوالحجہ کا دن باقی ایام سے افضل ہے عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ أَعظَمَ الأَيَّامِ عِندَ اللهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى يَوْمُ النَّحرِ، ثُمَّ يَوْمُ القَرِّ»

''بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک عظیم ترین دن یوم نحر (دس ذوالحجہ) پھر یوم قر (گیارہ ذوالحجہ) ہے۔''

[سنن أبو داوٗد، كتاب المناسك، باب فی الهدى إذا عطب قبل أن يبلغ: ١٧٦٥۔ مسند أحمد: ٣٥٠/٤۔ صحيح ابن خزيمه: ٢٨٦٦۔ سنن بيهقى: ٢٣٧/٥۔ إسناده صحيح]

آئندہ حدیث سے بھی تعیین ہوتی ہے کہ عید الاضحیٰ کا دن دس ذوالحجہ ہے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أُمِرتُ بِيَومِ الأَضحَى عِيدًا جَعَلَهُ اللهُ لِهَذِهِ الأُمَّةِ»

''مجھے اضحیٰ (دس ذوالحجہ) کے دن عید منانے کا حکم دیا گیا ہے (اور) اس دن کو اللہ تعالیٰ نے میری امت کی عید قرار دیا ہے۔''

[مستدرك حاكم: ٢٢٣/٤۔ سنن أبو داوٗد، كتاب الضحايا، باب ما جاء فى ايجاب الأضاحى: ٢٧٨٩۔ سنن نسائى: ٤٣٧٠۔ صحيح ابن حبان: ٥٩١٤۔ سنن دارقطنى۔ إسناده حسن، عيسى بن هلال صدفى صدوق راوى هے]

نیز امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری ''کتاب الأضاحی'' میں یہ عنوان باندھ کر ((بَابُ مَنْ قَالَ الأَضحَىٰ يَوْمُ النَّحرِ)) (اس شخص کے موقف کا بیان جو کہتا ہے کہ اضحیٰ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

النحر (دس ذوالحجہ کا دن) ہے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ عیدالاضحیٰ کا دن دس ذوالحجہ ہے) اور حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں کہ اضحیٰ (عید قربان کا دن) دس ذوالحجہ ہے۔ (فتح الباری: ۱۰/۱۱)

عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ اجتماعی تہوار ہیں:

عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ میں اجتماعیت مقصود ہے اور ان میں انفرادیت اختیار کرنا یا اجتماعیت کی مخالفت کرنا قطعی ناجائز ہے۔

① ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«اَلصَّوْمُ يَوْمَ تَصُوْمُوْنَ، وَالْفِطْرُ يَوْمَ تُفْطِرُوْنَ، وَالْأَضْحَى يَوْمَ تُضَحُّوْنَ»

”روزہ اس دن ہے، جس دن لوگ روزہ رکھیں، جس دن لوگ روزہ چھوڑیں وہ عیدالفطر ہے اور جس دن لوگ قربانی کریں وہ عیدالاضحیٰ ہے۔“

[جامع ترمذی، كتاب الصوم، باب ما جاء الصوم يوم تصومون : ٦٩٧۔ إسناده صحيح]

فقہ الحدیث:

امام صنعانی لکھتے ہیں یہ حدیث دلیل ہے کہ عید کے ثبوت کے لیے لوگوں کی موافقت ضروری ہے اور منفرد شخص کو چاند دیکھنے سے عید کا علم ہونے کی صورت میں بھی باقی لوگوں کی موافقت لازم ہے اور وہ نماز عید، عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ میں باقی لوگوں کی مطاوعت کے حکم میں شامل ہے۔[تحفة الأحوذی : ٣/٣٥٦]

② سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْفِطْرُ يَوْمَ تُفْطِرُوْنَ، وَالْأَضْحَى يَوْمَ تُضَحُّوْنَ»

”جس دن تم روزہ چھوڑو وہ عیدالفطر ہے اور جس دن تم قربانی کرو وہ عیدالاضحیٰ ہے۔“

[سنن أبو داوٗد، كتاب الصيام، باب إذا أخطاء القوم الهلال : ٢٣٢٤۔ سنن ابن ماجه، كتاب الصيام، باب ما جاء فی شهری العيد : ١٦٦٠۔ إسناده صحيح]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

فقہ الحدیث:

علامہ سندھی رقمطراز ہیں: اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ان امور (عیدین) کی تعیین میں انفرادیت کو عمل دخل نہیں ہے بلکہ ان امور میں امام اور جماعت کی اتباع و موافقت ملحوظ ہے اور ان مسائل میں منفرد رائے رکھنے والوں پر امام اور جماعت کی اتباع فرض ہے چنانچہ اگر کوئی اکیلا شخص عیدین کا چاند دیکھ لے اور حاکم اس کی شہادت رد کر دے تو وہ اپنے تئیں کوئی چیز ثابت نہیں کر سکے گا بلکہ ان امور کے ثبوت میں اس پر عوام الناس کی متابعت لازم ہے۔ (حاشیہ سندھی علی ابن ماجہ: ۳/۴۳۱)

کیا ساری امت مسلمہ ایک ہی دن عید منائے گی؟:

اس مسئلہ میں کافی اختلاف ہے کہ کیا تمام امت مسلمہ عیدین کے تہوار ایک ساتھ منائے یہ ہر علاقے کے لوگ جن کی چاند کی منازل اور مطالع مختلف ہیں وہ چاند کی گنتی کے حساب سے اپنے تہوار منائیں گے؟ اس مسئلے میں راجح بات یہ ہے کہ ہر علاقے کے لوگ چاند کی گنتی کے حساب سے عیدین کا انعقاد کریں گی۔

اس مسئلہ کی حقانیت اور قرین صواب ہونے کے دلائل درج ذیل ہیں۔

دلیل نمبر ۱:

یہ بات مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلامی مہینوں کا آغاز مہینے کے انتیس دن ہونے پر چاند کے طلوع ہونے سے یا مہینے کے تیس دن مکمل ہونے پر ہوتا ہے اور ہر علاقے کی چاند کی منزل اور مطلع مختلف ہے۔ لہٰذا ہر علاقے کے لوگ اپنے مہینے کی گنتی کے لحاظ سے عیدین اور رمضان المبارک کا تعین کریں گے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے رمضان المبارک کا ذکر کیا اور ارشاد فرمایا:

«لَا تَصُومُوا حَتّٰی تَرَوْهُ، وَلَا تُفْطِرُوا حَتّٰی تَرَوْهُ، فَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْكُمْ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

فَاقْدُرُوا لَهُ»

''تم روزہ نہ رکھو تاوقتیکہ رمضان المبارک کا چاند نہ دیکھ لو اور جب تک عید الفطر کا چاند نہ دیکھو روزہ ترک نہ کرو، پھر اگر مطلع ابر آلود ہو تو مہینے کی گنتی کا اندازہ لگاؤ۔''

[صحيح بخارى، كتاب الصوم، باب قول النبى ﷺ إذا رأيتم الهلال فصوموا : ١٩٠٦ـ صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلا : ١٠٨٠ـ سنن نسائى : ٢١٢٣، مسند أحمد : ٦٣/٢ـ صحيح ابن حبان: ٣٤٤٥]

۲۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ، وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ غُمِّيَ عَلَيْكُمْ فَعُدُّوا ثَلَاثِينَ»

''تم چاند دیکھ کر روزہ رکھو، چاند دیکھ کر ہی روزہ ترک کرو اور اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو تو (مہینے کے) تیس دن شمار کرو۔''

[مسند أحمد : ٤٣٠/٢ـ صحيح بخارى : ١٩٠٩ـ مسلم : ١٠٨١ـ سنن نسائى : ٢١٢٠]

فقہ الحدیث:

یہ احادیث واضح دلیل ہیں کہ رمضان المبارک اور عید الفطر کی تعیین کی دو صورتیں ہیں:

(۱) شعبان یا رمضان کے انتیس دن مکمل ہونے کے بعد چاند نظر آجائے۔

(۲) اگر انتیس تاریخ کو چاند نظر نہ آئے تو مہینے کے تیس دن مکمل کئے جائیں اور یہ بات طے ہے کہ ہر علاقے کا مطلع مختلف ہے لہٰذا یہ حکم ہر علاقے کے ساتھ خاص ہے جن کے چاند کا مطلع ایک ہے، اس کا ثبوت آئندہ روایت ہے۔

(۳) کریب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ الْحَارِثِ بَعَثَتْهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ بِالشَّامِ قَالَ : فَقَدِمْتُ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

الشَّامَ، فَقَضَيْتُ حَاجَتَهَا، وَاسْتُهِلَّ عَلَىَّ رَمَضَانُ وَأَنَا بِالشَّامِ، فَرَأَيْتُ الْهِلَالَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فِي آخِرِ الشَّهْرِ، فَسَأَلَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما، ثُمَّ ذَكَرَ الْهِلَالَ فَقَالَ: أَنْتَ رَأَيْتَهُ فَقُلْتُ: نَعَمْ، وَرَآهُ النَّاسُ، وَصَامُوْا وَصَامَ مُعَاوِيَةُ فَقَالَ: لٰكِنَّا رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ السَّبْتِ، فَلَا نَزَالُ نَصُوْمُ حَتّٰى نُكْمِلَ ثَلَاثِيْنَ، اَوْنَرَاهُ فَقُلْتُ: اَوَلَا تَكْتَفِي بِرُؤْيَةِ مُعَاوِيَةَ و صِيَامِهِ ؟ فَقَالَ: لَا، هٰكَذَا أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »

''ام فضل بنت حارث نے (کسی کام کی غرض سے) انھیں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شام بھیجا، انھوں نے بیان کیا کہ میں شام آیا، اس (ام فضل) کا کام کیا اور میں شام ہی میں تھا کہ ماہ رمضان کا چاند نظر آ گیا اور میں نے جمعہ کی رات چاند دیکھا، پھر میں مہینے کے آخر پر مدینہ واپس آیا تو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے حال احوال پوچھا بعد ازاں ہلال رمضان کا ذکر چھڑا تو انھوں نے کہا تم نے رمضان المبارک کا چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے عرض کی، ہم نے رمضان المبارک کا چاند جمعہ کی رات دیکھا تھا، انھوں نے پوچھا: کیا تو نے چاند خود دیکھا تھا؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! میں نے اور میرے سمیت دیگر لوگوں نے بھی دیکھا اور ''(اس رویت پر)'' معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت سبھی لوگوں نے روزہ رکھا۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: لیکن ہم نے تو ''ہلال رمضان'' ہفتہ کی رات دیکھا تھا، چنانچہ ہم مسلسل روزے رکھیں گے۔ تاوقتیکہ ہم تیس دن پورے کر لیں یا چاند دیکھ لیں۔

میں نے عرض کیا: کیا معاویہ رضی اللہ عنہ کا چاند دیکھنا اور روزہ رکھنا تمہیں کافی نہیں؟ یہ سن کر انہوں نے کہا: نہیں! بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی طرح حکم دیا ہے (کہ ہم چاند دیکھ کر

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

یا مہینے کی گنتی پوری کر کے روزہ رکھیں اور اسی چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے عیدالفطر کا اہتمام کریں)۔[مسلم، کتاب الصیام، باب بیان أن لکل بلد رؤیتھم : ١٠٨٧۔ أبو داوٗد، کتاب الصیام، باب إذا رئ الھلال فی بلد : ٢٣٣٢۔ جامع ترمذی کتاب الصوم، باب ما جاء لکل بلد رؤیتھم : ٦٩٣۔ سنن نسائی: ٢١١٣۔ مسند أحمد : ٣٠٦/١۔ صحیح ابن خزیمہ: ١٩١٦]

فقہ الحدیث:

یہ حدیث واضح نص ہے کہ ہر علاقے کے لوگ جن کے چاند کا مطلع ایک ہے وہ چاند دیکھ کر یا رمضان المبارک کی تیس دن گنتی پوری کرنے کے بعد عیدالفطر منائیں گے اور کسی ایک علاقے میں چاند نظر آنے سے تمام روئے زمین کے مسلمان اس علاقے کے لوگوں کی موافقت کے پابند نہیں ہیں۔

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

عیدین کی تیاری میں قابل التفات امور

نمازعیدین کی تیاری میں آئندہ امور کو ملحوظ رکھنا مستحب اور افضل ہے۔

① غسل عیدین:

عید کے دن غسل کرنا مستحب عمل ہے، اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) زاذان بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے علی رضی اللہ عنہ سے غسل کے بارے پوچھا تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا: چاہو تو روزانہ غسل کرلو۔ اس شخص نے عرض کیا: یہ مقصود نہیں بلکہ ضروری غسل کے بارے بتائیے، اس پر انھوں نے کہا: جمعہ، عرفہ، عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن کا غسل ضروری ہے۔

[سنن بیهقی : ۲۷۸/۳۔ أرواء الغليل: ۱۱۷۷/۱۔ إسناده حسن، زاذان حسن درجے کا راوی هے]

فائدہ:

علامہ الالبانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ یہ روایت عیدین کے غسل کے مستحب ہونے کی بہترین دلیل ہے۔[أرواء الغليل : ۱۷٦/۱]

(۲) نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَغْتَسِلُ لِلْعِيدَيْنِ»

”بلاشبہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عیدین کا غسل کرتے تھے۔“ [مصنف ابن أبی شیبه، إسناده صحيح]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

(۳) غسل جمعہ پر قیاس:

چونکہ جمعہ اہل اسلام کا اجتماع اور عید ہے اور اس مناسبت کی وجہ سے غسل جمعہ واجب ہے۔ سو عیدین میں بھی یہ اسباب موجود ہیں۔ لہٰذا جمعہ عیدین کے غسل کا التزام کرنا بھی بہتر عمل ہے۔

۱۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنَّ هَذَا يَوْمُ عِيدٍ، جَعَلَهُ اللّٰهُ لِلْمُسْلِمِينَ، فَمَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ ، وَإِنْ كَانَ طِيبٌ فَلْيَمَسَّ مِنْهُ، وَعَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ »

''بلاشبہ اس دن (جمعہ) کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عید قرار دیا ہے چنانچہ جو شخص جمعہ کے لیے آئے وہ غسل کرے اور اگر خوشبو دستیاب ہو تو اسے استعمال کرے نیز (جمعہ کے دن) مسواک کا التزام کرو۔''

[سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب ما جاء فی الزينة يوم الجمعة : ١٠٩٨۔ مصنف ابن ابی شيبه: ٥٠١٦۔ إسناده حسن، بيهقی : ٢٤٣/٣۔ مصنف ابن ابی شیبه میں زھری کے سماع کی تصریح موجود ھے]

۲۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ، وسِوَاكٌ وَيَمُسُّ مِنَ الطِّيبِ مَاقَدَرَ عَلَيْهِ »

''ہر بالغ شخص پر جمعہ کے دن غسل واجب، مسواک لازم ہے اور وہ بقدر استطاعت خوشبو استعمال کرے۔''

[صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب وجوب غسل الجمعة على كل بالغ من الرجال : ٨٤٦۔ صحيح ابن حبان: ١٢٣٣۔ صحيح ابن خزيمه: ١٧٤٣۔ مسند أحمد: ٦٩/٣۔ سنن نسائی: ٣٨٤]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

فوائد:

(۱) جمعہ کے دن غسل کرنا واجب، لیکن عیدین کا غسل کم از کم مستحب ضرور ہے۔

(۲) جمعہ اور عیدین کی نماز کے لیے مسواک کرنا اور خوشبو استعمال کرنا مستحب عمل ہے۔

غسل عیدین کے متعلق مرفوع روایات ضعیف ہیں:

① ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَ يَوْمَ الْاَضْحَى».

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن اور عید الاضحیٰ کے دن غسل کرتے تھے۔''

[سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب ما جاء في الإغتسال في العيدين: ۱۳۱۵۔ سنن بيهقي: ۶۷۸/۳۔ إسناده ضعيف]

اس حدیث کی سند میں جبارہ بن مغلس اور حجاج بن تمیم جزری ضعیف راوی ہیں۔

② فاکہ بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

«أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ يَوْمَ الْفِطْرِ، وَيَوْمَ النَّحْرِ وَيَوْم عَرَفَةَ، وَ كَانَ الْفَاكِهُ يَأْمُرُ اَهْلَهُ بِالْغُسْلِ فِي هٰذِهِ الْاَيَّامِ»

''یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن، عید الاضحیٰ کے دن اور عرفہ کے دن غسل کرتے تھے اور فاکہ بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے اہل خانہ کو ان دنوں کے غسل کا حکم دیتے تھے۔''

[سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب ما جاء في الإغتسال في العيدين: ۱۳۱۶۔ مسند أحمد: ۷۸/۴۔ موضوع]

اس حدیث کی سند میں یوسف بن خالد سمتی کذاب اور وضاع ہے اور عبدالرحمٰن بن عقبہ بن فاکہ مجہول راوی ہے۔

۳۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

«أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِغْتَسَلَ لِلْعِيدَيْنِ»

''بالتحقیق رسول اللہ ﷺ نے عیدین کا غسل کیا۔''

[مسند بزار : ۲۹۲/۵۔ البحر الزخار : ۲٤۲/۹، إسناده ضعيف]

اس حدیث میں محمد بن عبید اللہ بن ابو رافع اور مندل بن علی ضعیف راوی ہیں۔

روز عید بہترین لباس زیب تن کرنا:

عید کے دن عمدہ ترین لباس پہننا مستحب عمل ہے اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

(۱) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«أَخَذَ عُمَرُ جُبَّةً مِنْ إِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ فِي السُّوقِ، فَأَخَذَهَا فَأَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِبْتَعْ هٰذِهٖ، تَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيدِ وَالْوُفُودِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّمَا هٰذِهٖ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ»

''عمر نے موٹے ریشم کا جبہ لیا جو بازار میں فروخت ہو رہا تھا وہ یہ کپڑا لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اسے خرید لیجیے اور اس سے عید اور وفود کے لیے زینت کا سامان کیجیے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے انھیں کہا: یہ تو ان لوگوں کا لباس ہے جن کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں۔''

[صحيح بخاری : ۹٤۸۔ صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم لبس الحرير : ۲۰٦۸۔ سنن أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب اللبس للجمعة : ۱۰۷۷۔ سنن نسائی : ۱۵٦۱]

فقہ الحدیث:

(۱) جمعہ اور عید کے دن اور وفود سے ملاقات کے وقت نفیس ترین لباس پہننا مستحب فعل ہے۔

[شرح النووی : ۳۷/۱٤]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

(۲) جو شخص عمدہ ترین لباس پہننے کے لیے استطاعت رکھتا ہے اس کے لیے عیدین میں بہترین لباس زیب تن کرنا مستحسن عمل ہے۔ اسی طرح اجتماعات میں شرکت اور وفود سے ملاقات کے وقت زینت و زیبائش کا سامان کرنا جائز و مندوب ہے۔

[شرح ابن بطال : ١٦٦/٤]

(۳) یہ حدیث دلیل ہے کہ عیدین میں اور وفود سے ملاقات کے وقت خوبصورتی کا سامان کرنا معروف و مشہور تھا اور امام مالک بیان کرتے ہیں کہ میں نے اہل علم سے سنا، وہ عیدین میں خوشبو اور زیب و زینت پسند کرتے تھے، نیز بالخصوص امام زینت اختیار کرنے کا زیادہ مستحق ہے، کیونکہ وہ تمام لوگوں کا منظور نظر ہوتا ہے۔

[المغنی لا بن قدامه مع الشرح الکبیر: ٢٢٨/٢]

(۲) نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَلْبَسُ فِي الْعِيدَيْنِ أَحْسَنَ ثِيَابِهِ »

''ابن عمر رضی اللہ عنہما عیدین میں اپنا بہترین لباس زیب تن کرتے تھے۔''

[سنن بیهقی : ٢٨١/٣۔ إسناده صحيح]

(۳) خوبصورت لباس پہننے کی تاکید کے متعلق ضعیف روایات:

(۱) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُبَّةٌ، يَلْبَسُهَا فِي الْعِيدَيْنِ وَيَوْمِ الْجُمُعَةِ »

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جبہ تھا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں اور جمعہ کے دن زیب تن کرتے تھے۔''

[صحیح ابن خزیمة : ٧٦٦۔ سنن بیهقی : ٢٤٧/٣۔ طبقات ابن سعد : ٤٥١/١۔ الضعيفه : ٢٤٥٥۔ إسناده ضعيف]

حجاج بن ارطاہ ضعیف اور مدلس راوی ہے اور اس سند میں وہ عن سے روایت کر رہا ہے۔

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

(۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

«كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ يَوْمَ الْعِيدِ بُرْدَةً حَمْرَاءَ»

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن سرخ چادر پہنتے تھے۔"

[المعجم الأوسط للطبرانی: ۷۶۰۹، الصحيحه: ۱۲۷۹۔ إسناده ضعيف اس حدیث کی سند میں سعد بن صلت مجھول راوی ھے]

(۳) جعفر اپنے والد، وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں:

«أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْبَسُ بُرْدَ حِبَرَةٍ فِي كُلِّ عِيدٍ»

"بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر عید میں دھاری دار یمنی چادر پہنتے تھے۔"

[کتاب الام للشافعی: ۱/۱۵۲۔ إسناده ضعيف جداً]

اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن محمد بن ابی یحیٰی متروک ہے اور علی بن حسین بن علی کا اپنے دادا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

(۴) حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

«أَمَرَنَا رَسُولُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعِيدَيْنِ أَنْ نَلْبَسَ أَجْوَدَ مَانَجِدُ، وَأَنْ نَتَطَيَّبَ بِأَجْوَدَ مَانَجِدُ، وَأَنْ نُضَحِّيَ بِأَسْمَنَ مَانَجِدُ»

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم عیدین میں جو میسر لباس ہو اس میں سے عمدہ ترین لباس پہنیں جو خوشبو دستیاب ہو اس میں سے بہترین خوشبو استعمال کریں اور حتیٰ الوسع فربہ ترین جانور کی قربانی کریں۔"

[مستدرك حاكم: ۴/۲۳۰۔۲۳۱۔ طبرانی کبیر: ۲۷۵۶۔ إسناده ضعيف، اسحاق بن بزرج ضعيف راوی ھے]

عید الفطر کے دن نماز عید سے قبل طاق کھجوریں لینا:

عید الفطر کی نماز سے قبل طاق کھجوریں تناول کرنا مسنون و مستحب عمل ہے کیونکہ عید الفطر کی نماز سے قبل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طاق کھجوریں تناول کرنا دائمی معمول تھا۔

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

(۱) انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُوْ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَأْكُلَ تَمَرَاتٍ وَيَأْكُلُهُنَّ وِتْرًا »

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن (اس وقت تک گھر سے) نہ نکلتے جب تک کچھ کھجوریں تناول نہ فرما لیتے اور آپ طاق کھجوریں لیتے تھے۔''

[صحيح بخاری، کتاب العیدین، باب الأكل يوم الفطر قبل الخروج : ۹۵۳۔ صحیح ابن خزیمه : ۱٤۲۹۔ مسند أحمد : ۱۲٦/۳]

(۲) انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« مَا خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَأْكُلَ تَمَرَاتٍ ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا، أَوْ سَبْعًا أَوْ أَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ وِتْرًا »

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن (نماز عید کے لیے) تین، پانچ، سات، یا اس سے کم یا زیادہ طاق عدد میں کھجور کھائے بغیر کبھی نہ نکلے۔''

[مسند أحمد : ۲۳۲/۳۔ صحیح ابن حبان : ۳۸۱٤۔ بیهقی : ۲۸۳/۳۔ حاکم : إسناده حسن]

(۳) بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

« كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ، وَلَا يَطْعَمُ يَوْمَ الْأَضْحٰى حَتّٰى يُصَلِّيَ »

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن کھائے بغیر نماز کے لیے نہ نکلتے تھے اور عید الاضحیٰ کے دن اس وقت تک کچھ تناول نہ فرماتے جب تک نماز عید ادا نہ کر لیتے۔''

[مسند أحمد : ۳٦۰/۵۔ جامع ترمذی، أبواب العیدین، باب ما جاء فی الأكل يوم الفطر قبل الخروج : ۵٤۲۔ سنن ابن ماجه، کتاب الصيام، باب فی الأكل يوم الفطر قبل الخروج : ۱۷۵٦۔ حاکم : ۲۹۵/۱۔ إسناده حسن، ثواب بن عتبه مهری صدوق راوی هے]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

فوائد:

(۱) امام ترمذی بیان کرتے ہیں کہ اہل علم کے نزدیک عید الفطر کی نماز کے لیے روانگی سے قبل کچھ کھانا مستحب ہے لیکن کھجور تناول کرنا زیادہ پسندیدہ عمل ہے۔

[ترمذی، تحت حدیث : ۵۴۲]

نماز عید الفطر سے قبل کچھ کھانے کی حکمت:

(۲) مہلب بن ابی صفرہ کہتے ہیں: عید الفطر کی نماز سے قبل کھانے میں حکمت یہ ہے کہ کوئی گمان کرنے والا یہ گمان نہ کرلے کہ نماز عید کے بعد تک روزہ رکھنا لازم ہے۔ گویا اس عمل سے اس بدگمانی کا مداوا کیا گیا ہے اور بعض علماء کا قول ہے کہ (عید الفطر کے دن) چونکہ روزوں کی فرضیت کے بعد روزہ ترک کرنے کی فرضیت واقع ہوئی ہے، لہٰذا عید الفطر کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں نماز عید سے قبل جلدی کھانا مستحب عمل ہے اور کم مقدار میں کھانے پر اکتفا کرنے سے حکم الٰہی کی تعمیل ہی مقصود ہے، کیونکہ اگر حکم خداوندی کی اطاعت ملحوظ نہ ہوتی تو آپ ﷺ زیادہ مقدار میں کھاتے۔

[فتح الباری : ۵۷٦/۲]

(۳) نماز عید الفطر سے قبل کھجور کھانے کی حکمت:

نماز عید الفطر سے قبل کھجوریں تناول کرنے کے استحباب میں یہ حکمت پنہاں ہے کہ شیرینی روزوں کی وجہ سے بصارت میں جو ضعف واقع ہو چکا ہوتا ہے اسے تقویت دیتی ہے۔ نیز اس لیے بھی کہ شیرینی ایمان اور خواب کی تعبیر کے موافق ہے اور اس سے دل نرم ہوتا ہے اور یہ آسانی سے دستیاب ہوتی ہے اور بعض تابعین نے تو مطلق میٹھی چیز کا استعمال مستحب قرار دیا ہے۔ جیسے شہد ہے۔ نیز جسے کھجور وغیرہ میسر نہ ہو۔ وہ بطور ناشتہ کوئی بھی چیز استعمال کرسکتا ہے، خواہ پانی ہی ہو اور مہلب کہتے ہیں: طاق عدد میں کھجوریں کھانے میں اللہ تعالیٰ کی واحدنیت کی طرف اشارہ ہے اور آپ ﷺ جمیع امور میں طاق عدد کا استعمال بطور

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

تبرک کیا کرتے تھے۔[فتح الباری : ۲/ ۵۷۶، ۵۷۷۔ تحفة الأحوذی : ۳/ ۶۸]

(۴) ابن قدامہ رقمطراز ہیں کہ اکثر اہل علم مثلاً علی رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما، مالک اور شافعی رحمہ اللہ وغیرہم کا قول ہے کہ عید الفطر میں نماز عید سے قبل کھانا اور عید الاضحیٰ میں نماز عید سے فارغ ہونے کے بعد کھانا مسنون عمل ہے اور اس مسنون عمل کے بارے علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔[المغنی لا بن قدامه مع الشرح الکبیر : ۲/ ۲۲۹]

اس مسئلہ کے متعلق مروی ضعیف روایات کا بیان:

(۱) جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

« كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُو يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ »

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن جب تک سات کھجوریں کھا نہ لیتے نماز عید کے لیے نہیں نکلتے تھے۔''

[طبرانی کبیر : ۲۰۳۹۔ إسناده ضعيف جدًا] اس کی سند میں ناصح بن عبد اللہ، ابو عبد اللہ حائک متروک راوی ہے]

(۲) ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

« كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُو يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يُغَدِّيَ أَصْحَابَهُ مِنْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ »

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن اپنے اصحاب کو صدقہ فطر کھلائے بغیر (نماز عید کے لیے) نہیں نکلتے تھے۔''

[سنن ابن ماجه، كتاب الصيام، باب فى الأكل يوم الفطر قبل أن يخرج : ۱۷۵۵۔ إسناده ضعيف]

اس کی سند میں تین راوی، جبارہ بن مغلس، مندل بن علی اور عمر بن صہبان ضعیف ہیں۔

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

عید الاضحیٰ کے دن نماز عید کے بعد قربانی کا گوشت کھانا افضل ہے:

عید الاضحیٰ کے دن نماز عید سے فراغت کے بعد قربانی کا گوشت کھانا مسنون و مستحب عمل ہے۔

(۱) بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَطْعَمَ، وَلَا يَطْعَمُ يَوْمَ الْأَضْحَى حَتَّى يُصَلِّيَ»

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن (نماز عید کے لیے) اس وقت تک نہ نکلتے جب تک کچھ کھا نہ لیتے اور عید الاضحیٰ کے دن جب تک نماز ادا نہ کر لیتے کچھ نہ کھاتے تھے۔"

[مسند أحمد : ۳۶۰/۵۔ جامع ترمذی، أبواب العیدین، باب ما جاء فی الأكل یوم الفطر قبل الخروج : ۵۴۲۔ ابن ماجه، كتاب الصیام، باب فی الأكل یوم الفطر قبل أن یخرج : ۱۷۵۶۔ مستدرك حاكم : ۲۹۵/۱۔ إسناده حسن۔ ثواب بن عتبه مهری صدوق حسن الحدیث هے]

(۲) بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَطْعَمَ، وَكَانَ لَا يَأْكُلُ يَوْمَ النَّحْرِ شَيْئًا حَتَّى يَرْجِعَ فَيَأْكُلَ مِنْ أُضْحِيَتِهِ»

"یقیناً نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن کچھ کھائے بغیر نماز عید کے لیے نہیں نکلتے تھے اور عید الاضحیٰ کے دن کچھ نہ کھاتے حتیٰ کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد، گھر لوٹتے، پھر اپنے قربانی کے گوشت سے کھاتے تھے۔"

[دارقطنی : ۱۶۹۷ إسناده حسن]

(۳) نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَوْمَ الْأَضْحَى يَخْرُجُ إِلَى الْمُصَلَّى، وَلَا يَطْعَمُ شَيْئًا»

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

"ابن عمر رضی اللہ عنہما عیدالاضحیٰ کے دن کچھ بھی کھائے بغیر عیدگاہ کا رخ کرتے تھے۔"

[بیهقی : ٣/ ٢٨٣- إسناده صحيح]

فوائد:

ا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اہل علم نے عیدالاضحیٰ کے دن نماز عید سے لوٹنے کے بعد کھانے کو مستحب قرار دیا ہے۔" [ترمذی تحت حدیث : ٥٤٢]

٢۔ ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: عیدالاضحیٰ کے دن کھانے میں تاخیر کی حکمت یہ ہے کہ اس دن قربانی کرنا اور قربانی کے گوشت سے کھانا مشروع عمل ہے لہٰذا اس دن قربانی کے گوشت سے افطار (ناشتہ کرنا) مشروع قرار دیا گیا ہے۔

[المغنی لابن قدامه مع الشرح الکبیر : ٢/ ٢٢٩- نیل الأوطار: ٣/ ٣٠٧- تحفة الأحوزی : ٣/ ٦٨]

ایک ضعیف حدیث کی وضاحت:

بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں:

« كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْفِطْرِ لَمْ يَخرُجُ حَتَّى يَأْكُلَ شَيْئًا، وَ إِذَا كَانَ الْأَضْحٰى لَمْ يَأْكُلْ شَيْئًا حَتّٰى يَرْجِعَ، وَكَانَ اِذَا رَجَعَ أَكَلَ مِنْ كَبِدِ أُضْحِيَتِهِ »

"جب عیدالفطر کا دن ہوتا تو رسول اللہ جب تک کچھ تناول نہ کر لیتے گھر سے نہیں نکلتے تھے اور عیدالاضحیٰ کے دن کچھ نہ کھاتے تاوقتیکہ نماز پڑھ کر گھر نہ لوٹتے اور جب گھر پلٹتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قربانی کے جگر سے (یعنی کباب) کھاتے تھے۔"

[بیهقی: ٣/ ٢٨٣- إسناده ضعيف، عقبه بن عبد الله أصم، ضعیف اور مدلس راوی ھے اور اس روایت میں اسی کی تدلیس بھی ھے]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

چونکہ یہ روایت ضعیف ہے اس لیے اس سے استدلال کرتے ہوئے نماز عید سے فراغت کے بعد قربانی کے جگر سے کھانے کی تخصیص کرنا درست نہیں، بلکہ قربانی کے گوشت کے کسی بھی حصے کا انتخاب کرنا مسنون ہے۔

عیدالاضحیٰ کی نماز سے قبل کھانا مباح ہے:

اگرچہ عیدالاضحیٰ کے روز نماز عید سے فارغ ہونے کے بعد کھانا مستحب عمل ہے، لیکن نماز عید سے قبل کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں بلکہ نبی ﷺ سے اس کا جواز ثابت ہے۔ جیسا کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَومَ الْأَضْحٰى بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَالَ: مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا، وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ، وَ مَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَانُسُكَ لَهُ، فَقَالَ أَبُوبُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ خَالُ الْبَرَاءِ: يَارَسُولَ اللّٰهِ! فَإِنِّي نَسَكْتُ شَاتِي قَبْلَ الصَّلَاةِ وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلٍ وَّ شُرْبٍ، وَأَحْبَبْتُ أَنْ تَكُوْنَ شَاتِي أَوَّلَ شَاةٍ تُذْبَحُ فِي بَيْتِي، فَذَبَحْتُ شَاتِي وَ تَغَدَّيْتُ قَبْلَ أَنْ آتِيَ الصَّلَاةَ، قَالَ: شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ»

"نبی ﷺ نے عیدالاضحیٰ کے دن نماز عید کے بعد خطبہ ارشاد کیا اور فرمایا: جس نے ہمارے طریقے کے مطابق نماز پڑھی اور ہماری سنت کے مطابق قربانی کی تو بلاشبہ اس نے قربانی کا مقصد (یعنی اجر وثواب) حاصل کر لیا اور جس نے نماز عید سے قبل قربانی کی تو وہ نماز سے پہلے (کا ذبیحہ) ہے اور اس کی قربانی (قبول) نہیں ہے۔" (یہ سن کر) براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے ماموں ابو بردہ بن نیاز رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں نے اپنی بکری نماز عید سے قبل قربان کی ہے،

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

اس لیے کہ میں بخوبی واقف تھا کہ یہ کھانے پینے کا دن ہے، سو میں نے پسند کیا کہ میرے گھر میں سب سے پہلے میری بکری ذبح ہو۔ چنانچہ (نماز عید سے قبل) میں نے اپنی بکری ذبح کی اور نماز میں حاضر ہونے سے قبل میں نے کھانا کھالیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری بکری گوشت کی بکری ہے (یعنی اس کی قربانی نہیں ہوئی بلکہ یہ عام گوشت کی بکری کی طرح ہے)۔

[صحيح بخاری، كتاب العيدين، باب الأكل يوم النحر : ٩٥٥۔ سنن بيهقى : ٢٧٤/٣۔ مسند أبو يعلى : ١٦٦٢۔ صحيح ابن خزيمه: ١٤٢٧]

فوائد:

(۱) عید الاضحیٰ کا دن کھانے پینے کا دن ہے اور اس میں نماز عید سے پہلے یا بعد میں کھانے پینے کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ البتہ اس دن نماز عید کے بعد کھانا افضل ہے، لیکن نماز عید سے قبل کھانے کا جواب بہر حال موجود ہے اور ایسا شخص گناہ گار نہیں ہوگا۔"

(۲) عید الاضحیٰ کی، نماز سے قبل کھانا مباح ہے کیونکہ اگر یہ عمل ممنوع اور ناجائز ہوتا تو جیسے نبی ﷺ نے ابو بردہ کی نماز عید سے قبل قربانی کرنے پر سرزنش کی اور قربانی کے اعادہ کا حکم دیا اس طرح آپ ﷺ نماز عید سے قبل کھانے پر ضرور ڈانٹتے، لیکن آپ ﷺ کی خاموشی اس عمل کے جواز کی دلیل ہے۔

(۳) ابن بطال کہتے ہیں: عید الاضحیٰ کے دن نماز عید سے قبل کھانا تناول کرنا نہ مستحب عمل ہے اور نہ ممنوع (بلکہ مباح عمل ہے) تم دیکھتے نہیں کہ مذکورہ حدیث میں نبی ﷺ (نماز عید سے قبل کھانے پر) نہ تو صحابی کی تعریف وستائش کی اور نہ ہی اس کام پر ان کی سرزنش فرمائی (سو یہ خاموشی اس عمل کے جواز کا ثبوت ہے)۔ (شرح ابن بطال: ۱۷۴/۴)

(۴) ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کا عنوان یوں باندھا ہے: اگرچہ عید قربان کے دن عید گاہ کی طرف روانہ ہونے سے قبل کھانا مباح ہے اور نماز عید سے قبل کھانا تناول

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

کرنے والا گناہ گار نہیں لیکن قربانی ذبح کرنے سے قبل نہ کھانا افضل ہے۔

عیدگاہ کی طرف پیدل اور سوار ہو کر دونوں طرح جانا مشروع ہے:

نماز عید کی ادائیگی کے لیے عیدگاہ کی طرف پیدل اور سوار ہو کر روانہ ہونا جائز و مباح ہے، کیونکہ ان میں سے کسی ایک طریقہ کی تخصیص ثابت نہیں بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری، کتاب العیدین میں یہ باب « بَابُ الْمَشْيِ وَالرُّكُوبِ إِلَى الْعِيدِ » (نماز عید کے لیے عیدگاہ کی طرف سوار ہونے اور پیدل چلنے کا بیان) باندھ کر دونوں صورتوں کی اباحت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ نیز عیدگاہ کی طرف پیدل چلنے کے استحباب پر جتنی روایات دال ہیں، وہ ناقابل حجت ہیں جس کی توضیح آئندہ سطور میں پیش خدمت ہے۔

(۱) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« إِنَّ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ تَخْرُجَ إِلَى الْعِيدِ مَاشِيًا »

''بلاشبہ نماز عید کے لیے، عیدگاہ کی طرف پیدل جانا مسنون ہے۔''

[ترمذی : ۵۳۰، ابن ماجہ: ۱۲۹۶، مصنف عبدالرزاق: ۵۶۶۷۔ سنن بیهقی : ۲۸۱/۳۔ إسناده ضعيف جداً]

اس حدیث کی سند میں ابواسحاق سبیعی مدلس راوی ہیں اور عن سے روایت کرتے ہیں اور حارث بن عبداللہ اعور کذاب راوی ہے۔

(۲) سعد قرظ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

« أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ إِلَى الْعِيدِ مَاشِيًا وَ يَرْجِعُ مَاشِياً »

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف پیدل آتے اور (عیدگاہ سے) پیدل ہی واپس لوٹتے تھے۔''

[سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب ما جاء فى الخروج إلى العيد ماشيا : ۱۲۹۴]

یہ حدیث مسلسل بالضعفاء ہے، اس کی سند ہیں۔

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

۲۔ عبدالرحمٰن بن سعد بن عمار ضعیف اور سعد بن عمار بن سعد اور عمار بن سعد القرظ مجہول راوی ہیں۔

(۳) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

« كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ إِلَى العِيدِ مَاشِياً وَيَرْجِعُ مَاشِياً »

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف پیدل جاتے اور پیدل ہی واپس آتے تھے۔''

[سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب ما جاء فى الخروج إلى العيد ماشيا : ١٢٩٥۔ إسناده ضعيف جداً]

عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عمر بن حفص العمری متروک راوی ہے۔

(۴) ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِي الْعِيدَ مَاشِياً »

''بالتحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ میں پیدل آتے تھے۔''

[سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب ما جاء فى الخروج إلى العيد ماشيا : ١٢٩٧۔ إسناده ضعيف]

اس حدیث کی سند میں مندل بن علی اور محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع ضعیف راوی ہیں۔

(۵) سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

« سُنَّةُ الْفِطْرِ ثَلَاثٌ : اَلْمَشْيُ إِلَى الْمُصَلَّى، وَالْأَكْلُ قَبْلَ الْخُرُوجِ إِلَى الْمُصَلَّى، وَالْإِغْتِسَالُ »

''عید الفطر کی تین سنتیں ہیں: (۱) عیدگاہ کی طرف پیدل جانا۔ (۲) عیدگاہ کی طرف جانے سے قبل کھانا۔ (۳) غسل کرنا۔''

[أحكام العيدين للفريابى، إسناده ضعيف

اس حدیث کے ضعیف کی دو علتیں ہیں۔

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

(۱) امام زہری مدلس راوی ہیں اور اس حدیث میں ان کی تدلیس ہے۔
(۲) سعید بن میّب تابعی ہیں اور تابعی کا کسی فعل کو سنت قرار دینے سے روایت مرفوع ثابت نہیں ہوتی۔ لہٰذا زہری کی تدلیس اور مرفوع روایت ثابت نہ ہونے کی وجہ سے یہ روایت بہرحال ضعیف ہے۔
(۶) امام زہری بیان کرتے ہیں:
«أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَرْكَبْ فِي جَنَازَةٍ قَطُّ، وَلَا فِي خُرُوْجِ أَضْحٰى، وَلَا فِطْرٍ»
”بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نہ کبھی کسی جنازہ میں سوار ہوئے اور نہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز میں سوار ہو کر عیدگاہ کا رخ کیا۔“
[أحكام العيدين للفريابی]
(۱) زہری کی تدلیس ہے۔ (۲) زہری تبع تابعی ہیں اور تابعی اور صحابی کا واسطہ موجود نہیں ہے، لہٰذا یہ سند معضل ہونے کی وجہ سے مردود و ناقابل حجت ہے۔

عیدگاہ میں اسلحہ لے جانا ناپسندیدہ عمل ہے:

چونکہ عید اہل اسلام کا مذہبی تہوار ہے اور اس مذہبی فریضہ کی ادائیگی کے لیے لوگ جوش وخروش سے عیدگاہ میں حاضر ہو کر اتحاد و یگانگت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ نیز لوگوں کی اتنی زیادہ بھیڑ میں اسلحہ بردار کی معمولی بے احتیاطی سے حاضرین کو نقصان پہنچ سکتا ہے، چنانچہ اس نقصان سے بچاؤ کی خاطر شریعت نے عیدگاہ میں اسلحہ لے جانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ جس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔
(۱) امام بخاری نے صحیح بخاری کتاب العیدین میں یہ باب باندھ کر
«بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ حَمْلِ السِّلَاحِ فِي الْعِيْدِ وَالْحَرَمِ»
”(عیدگاہ اور حرم میں اسلحہ اٹھانے کی کراہت کا بیان) عیدگاہ میں اسلحہ لے

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

جانے کی کراہت کی طرف اشارہ کیا ہے۔"

(۲) سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« كُنتُ مَعَ ابنِ عُمَرَ حِينَ أَصَابَهُ سِنَانُ الرُّمحِ فِي أَخمَصِ قَدَمِهِ، فَلَزِقَتْ قَدَمُهُ بِالرِّكَابِ، فَنَزَلْتُ فَنَزَعْتُهَا، وَذٰلِكَ بِمِنًى، فَبَلَغَ الْحَجَّاجَ فَجَعَلَ يَعُودُهُ فَقَالَ : لَوْ نَعْلَمُ مَنْ أَصَابَكَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : أَنْتَ أَصَبْتَنِي، قَالَ: وَكَيْفَ؟ قَالَ: حَمَلْتَ السِّلَاحَ فِي يَوْمٍ لَمْ يَكُنْ يُحْمَلُ فِيهِ، وَأَدْخَلْتَ السِّلَاحَ الْحَرَمَ، وَلَمْ يَكُنِ السِّلَاحُ يُدْخَلُ الْحَرَمَ »

"میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب ان کے پاؤں کے تلوے میں انھیں نیزے کی انی لگی اور ان کا پاؤں رکاب میں چپک گیا، میں نے سواری سے نیچے اتر کر ان کا پاؤں رکاب سے کھینچا، یہ منیٰ کا واقع ہے: پھر حجاج بن یوسف کو یہ اطلاع پہنچی تو وہ ان کی عیادت کرنے لگے اور کہا: اگر ہمیں علم ہو جائے کہ تمہیں کسی نے زخمی کیا ہے؟ (تو ہم اسے سخت سزا دیں)، (یہ سن کر) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: تو نے مجھے زخمی کیا ہے۔ حجاج نے کہا، وہ کیسے؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: تو نے اس دن (عید کے روز) اسلحہ اٹھایا ہے جس دن اسلحہ اٹھایا نہیں جاتا تھا اور تو نے حرم میں اسلحہ داخل کیا حالانکہ حرم میں اسلحہ داخل نہیں کیا جاتا تھا۔"

[صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب مایکرہ من حمل السلاح فی العید و الحرم : ٩٦٦- بیهقی : ١٥٥/٨]

(۳) سعید بن عمرو رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« دَخَلَ الْحَجَّاجُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ وَأَنَا عِنْدَهُ، فَقَالَ: كَيْفَ هُوَ! فَقَالَ: صَالِحٌ قَالَ: مَنْ أَصَابَكَ : قَالَ : أَصَابَنِي مَنْ أَمَرَ بِحَمْلِ السَّلَاحِ فِي

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

(۱) امام زہری مدلس راوی ہیں اور اس حدیث میں ان کی تدلیس ہے۔
(۲) سعید بن مسیّب تابعی ہیں اور تابعی کا کسی فعل کو سنت قرار دینے سے روایت مرفوع ثابت نہیں ہوتی۔ لہٰذا زہری کی تدلیس اور مرفوع روایت ثابت نہ ہونے کی وجہ سے یہ روایت بہرحال ضعیف ہے۔
(۶) امام زہری بیان کرتے ہیں:
«أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَرْكَبْ فِي جَنَازَةٍ قَطُّ، وَلَا فِي خُرُوجِ أَضْحًى، وَلَا فِطْرٍ»
''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نہ کبھی کسی جنازہ میں سوار ہوئے اور نہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز میں سوار ہو کر عید گاہ کا رخ کیا۔''
[أحكام العيدين للفريابى]
(۱) زہری کی تدلیس ہے۔ (۲) زہری تبع تابعی ہیں اور تابعی اور صحابی کا واسطہ موجود نہیں ہے، لہٰذا یہ سند معضل ہونے کی وجہ سے مردود و ناقابل حجت ہے۔

عید گاہ میں اسلحہ لے جانا ناپسندیدہ عمل ہے:

چونکہ عید اہل اسلام کا مذہبی تہوار ہے اور اس مذہبی فریضہ کی ادائیگی کے لیے لوگ جوش و خروش سے عید گاہ میں حاضر ہو کر اتحاد و یگانگت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ نیز لوگوں کی اتنی زیادہ بھیڑ میں اسلحہ بردار کی معمولی بے احتیاطی سے حاضرین کو نقصان پہنچ سکتا ہے، چنانچہ اس نقصان سے بچاؤ کی خاطر شریعت نے عید گاہ میں اسلحہ لے جانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ جس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔
(۱) امام بخاری نے صحیح بخاری کتاب العیدین میں یہ باب باندھ کر
« بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ حَمْلِ السِّلَاحِ فِي الْعِيدِ وَالْحَرَمِ »
''(عید گاہ اور حرم میں اسلحہ اٹھانے کی کراہت کا بیان) عید گاہ میں اسلحہ لے

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

جانے کی کراہت کی طرف اشارہ کیا ہے۔''

(۲) سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« كُنتُ مَعَ ابنِ عُمَرَ حِينَ أَصَابَهُ سِنَانُ الرُّمحِ فِي أَخمَصِ قَدَمِهِ، فَلَزِقَتْ قَدَمُهُ بِالرِّكَابِ، فَنزَلتُ فَنزَعتُهَا، وَذٰلِكَ بِمِنًى، فَبَلَغَ الحَجَّاجَ فَجَعَلَ يَعُودُهُ فَقَالَ: لَو نَعلَمُ مَن أَصَابَكَ، فَقَالَ ابنُ عُمَرَ: أَنتَ أَصَبتَنِي، قَالَ: وَكَيفَ؟ قَالَ: حَمَلتَ السِّلَاحَ فِي يَومٍ لَم يَكُن يُحمَلُ فِيهِ، وَأَدخَلتَ السِّلَاحَ الحَرَمَ، وَلَم يَكُنِ السِّلَاحُ يُدخَلُ الحَرَمَ »

''میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب ان کے پاؤں کے تلوے میں انھیں نیزے کی انی لگی اور ان کا پاؤں رکاب میں چپک گیا، میں نے سواری سے نیچے اتر کر ان کا پاؤں رکاب سے کھینچا، یہ منیٰ کا واقع ہے: پھر حجاج بن یوسف کو یہ اطلاع پہنچی تو وہ ان کی عیادت کرنے لگے اور کہا: اگر ہمیں علم ہو جائے کہ تمہیں کسی نے زخمی کیا ہے؟ (تو ہم اسے سخت سزا دیں)، (یہ سن کر) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: تو نے مجھے زخمی کیا ہے۔ حجاج نے کہا، وہ کیسے؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: تو نے اس دن (عید کے روز) اسلحہ اٹھایا ہے جس دن اسلحہ اٹھایا نہیں جاتا تھا اور تو نے حرم میں اسلحہ داخل کیا حالانکہ حرم میں اسلحہ داخل نہیں کیا جاتا تھا۔''

[صحيح بخاری، كتاب العيدين، باب مايكره من حمل السلاح فی العيد و الحرم: ٩٦٦- بيهقی: ١٥٥/٨]

(۳) سعید بن عمرو رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« دَخَلَ الحَجَّاجُ عَلَى ابنِ عُمَرَ وَأَنَا عِندَهُ، فَقَالَ: كَيفَ هُوَ! فَقَالَ: صَالِحٌ قَالَ: مَن أَصَابَكَ: قَالَ: أَصَابَنِي مَن أَمَرَ بِحَمْلِ السِّلَاحِ فِي

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

يَوْمٍ لَايَحِلُّ فِيهِ حَمْلُهُ يَعْنِي الْحَجَّاجَ»

''حجاج بن یوسف ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوا حالانکہ میں بھی وہاں موجود تھا اور پوچھا کہ وہ کیسے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ٹھیک ہوں، اس (حجاج) نے سوال کیا کہ انھیں کس نے زخمی کیا ہے (اس) پر انھوں نے کہا: مجھے اس شخص (یعنی حجاج) نے زخمی کیا ہے جس نے اس (عید کے) دن اسلحہ اٹھانے کا حکم دیا۔ جس دن اسلحہ اٹھانا حلال نہیں ہے۔''

[بخاری کتاب العیدین، باب مایکرہ من حمل الصلاح فی العید و الحرم : ٩٦٧]

فوائد:

(۱) ابن رجب کہتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کا کلام اس بات کا مقتضی ہے کہ حل وحرم میں عید قربان کے دن اسلحہ اٹھانا ناجائز ہے اور اسی طرح حرم میں بھی اسلحہ اٹھانا درست نہیں۔'' [فتح الباری لابن رجب : ٧/٤٥]

(۲) ابن بطال رقم طراز ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول:

« حَمَلْتَ السِّلَاحَ فِي يَوْمٍ لَمْ يَكُنْ يُحْمَلُ فِيهِ »

''دلیل ہے کہ عید گاہ میں اسلحہ اٹھانا عید کے شایان شان نہیں اور ایسی اجتماع گاہوں (عیدین کے اجتماع میں) اسلحہ لے جانا مکروہ ہے، جہاں اسلحے کی ضرورت نہ ہو۔ کیونکہ ایسے مواقع پر لوگوں کے ازدحام کی وجہ سے لوگوں کے زخمی اور ہلاک ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔'' [شرح ابن ابطال : ٤/١٨٤]

(۳) شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: حدیث کے یہ الفاظ (اس دن اسلحہ نہیں اٹھایا جاتا تھا) دلیل ہیں کہ عید کے دن (عیدگاہ میں) اسلحہ لے جانا مکروہ فعل ہے اور صحابی کا ''كَانَ يُفْعَلُ كَذَا'' (عہد رسالت میں ایسے کیا جاتا تھا) کہنا مرفوع حدیث کا حکم رکھتا ہے۔

[نیل الأوطار: ٣/٣٠٢]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

کیا عیدگاہ میں اسلحہ لے جانا حرام ہے:

عیدین میں عیدگاہ کی طرف مسلح ہو کر نکلنا مکروہ فعل ہے اور کراہت کے باوجود عیدگاہ میں کسی شرعی ضرورت کے تحت اسلحہ لے جانا جائز ہے۔ جواز کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ أَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتُوضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّي إِلَيْهَا، وَالنَّاسُ وَرَاءَهُ، وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السَّفَرِ»

''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ جب عید کے دن (نماز عید کے لیے) روانہ ہوتے (خادم کو) نیزہ (لے جانے) کا حکم دیتے، پھر وہ نیزہ آپ ﷺ کے سامنے گاڑا جاتا اور آپ ﷺ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے اور لوگ آپ ﷺ کے پیچھے ہوتے نیز سفر میں بھی آپ ﷺ کا یہی معمول تھا۔''

[صحيح بخاری، أبواب سترة المصلی، باب سترة الامام سترة من خلفه : ٤٩٤۔ صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب سترة المصلى والندب إلى الصلاة، إلى سترة : ٥٠١۔ سنن أبو داوٗد، كتاب الصلاة باب مايستر المصلى : ٦٨٧]

(۲) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ بِالْعَنَزَةِ مَعَهُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى لِأَنْ يَرْكُزَهَا فَيُصَلِّيَ إِلَيْهَا»

''بالتحقیق نبی ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اپنے ساتھ نیزہ لے کر نکلتے تھے تاکہ اسے گاڑ کر اس کی طرف نماز پڑھیں۔''

[مسند أحمد : ١٤٥/٢۔ مصنف عبد الرزاق : ٢٢٨١٠۔ إسناده صحيح]

نیز آئندہ احادیث جو عیدگاہ میں اسلحہ لے جانے کی ممانعت پر دال ہیں۔ وہ ضعیف و ناقابل احتجاج ہیں۔

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

(۱) ضحاک بن مزاحم سے روایت ہے کہ:

« نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَخْرُجَ بِالسِّلَاحِ يَوْمَ الْعِيدِ »

''رسول اللہ ﷺ نے عید کے دن مسلح ہو کر نکلنے سے منع فرمایا ہے۔''

[مصنف عبد الرزاق : ٥٦٦٨۔ إسناده ضعيف جداً]

اس حدیث میں عبدالرزاق بن ہمام کی تدلیس ہے اور جویبر سخت ضعیف راوی ہے اور ضحاک بن مزاحم غیر صحابی ہے۔جس کی روایت صحابی کے عدم ذکر کی وجہ سے مرسل ہے۔

(۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُلْبَسَ السِّلَاحُ فِي بِلَادِ الْإِسْلَامِ فِي الْعِيدَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونُوا بِحَضْرَةِ الْعَدُوِّ »

''یقیناً نبی ﷺ نے عیدین میں اسلامی ممالک میں اسلحہ زیب تن کرنے سے منع کیا ہے۔الا کہ وہ دشمن کے مقابل ہوں۔ (تو عیدین میں مسلح ہونے کی رخصت ہے۔''

[سنن ابن ماجه، كتاب الصلاة، باب ما جاء فى لبس السلاح فى يوم العيد : ١٣١٤۔ طبرانى الأوسط : ٧٦٢٢۔ إسناده ضعيف جداً]

اس حدیث کی سند میں نائل بن نجیح ضعیف، اسماعیل بن زیاد حنفی متروک اور ابن جریج کا عنعنہ ہے۔

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

نماز عید، عید گاہ میں پڑھنا مشروع ہے

نماز عید کا اہتمام عید گاہ میں کرنا مسنون و مستحب ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ کا نمازِ عید عید گاہ میں پڑھنا ہمیشہ معمول رہا ہے۔

دلیل ۱:

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَ يَوْمَ الْأَضْحَى إِلَى الْمُصَلَّى، فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُومُ مُقَابِلَ النَّاسِ، وَالنَّاسُ جُلُوسٌ عَلَى صُفُوفِهِمْ، فَيَعِظُهُمْ، وَ يُوصِيهِمْ، وَيَأْمُرُهُمْ، فَإِنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهُ، أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ أَمَرَ بِهِ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَلَمْ يَزَلِ النَّاسُ عَلَى ذٰلِكَ»

''نبی ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن (نماز عید کی ادائیگی کے لیے) عید گاہ کی طرف روانہ ہوتے اور سب سے پہلے نماز کا آغاز کرتے تھے پھر نماز سے پھرتے اور لوگوں کے بالمقابل کھڑے ہوتے جب کہ لوگ اپنی صفوں پر بیٹھے ہوتے۔ آپ ﷺ انھیں وعظ و نصیحت کرتے اور (مختلف امور بجالانے کا) حکم دیتے پھر اگر آپ ﷺ کا ارادہ کوئی لشکر روانہ کرنا ہوتا تو آپ ﷺ لشکر روانہ کرتے اور

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

اگر کسی کام کا حکم دینا ہوتا تو آپ ﷺ وہ حکم صادر فرما کر واپس لوٹ جاتے۔
ابو سعید نے بیان کیا کہ پھر لوگوں کا ہمیشہ یہی معمول رہا۔''
[بخاری، کتاب العیدین، باب الخروج الی المصلی بغیر منبر: ۹۵۶۔ مسلم، کتاب صلاۃ العیدین، باب کتاب صلاۃ العیدین: ۸۸۹۔ نسائی، کتاب صلاۃ العیدین، باب استقبال الإمام الناس بوجهه فی الخطبة: ۱۵۷۷۔ بیهقی : ۲۸۰/۳]

فوائد:

(۱) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ نماز عید کے لیے صحراء میں نکلنا مستحب عمل ہے اور صحرا میں نماز عید کا اہتمام کرنا مسجد میں نماز عید ادا کرنے سے افضل ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے مسجد کی فضیلت و عظمت کے باوصف نماز عید ہمیشہ صحرا اور کھلی فضاء میں ادا کی ہے۔[فتح الباری : ۵۸۱/۲]

(۲) امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ حدیث بالا ان لوگوں کے مؤقف کی دلیل ہے جو کہتے ہیں: نماز عید کی ادائیگی کے لیے عید گاہ کی طرف نکلنا مستحب فعل ہے اور نماز عید مسجد میں ادا کرنے کی بہ نسبت عید گاہ میں ادا کرنا افضل ہے۔ اکثر بڑے شہروں میں لوگوں کا یہی معمول رہا ہے البتہ اہل مکہ شروع اسلام سے مسجد حرم میں نماز عید ادا کرتے رہے ہیں۔[شرح النووی : ۱۷۶/۶]

(۳) علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ مسئلہ مستفاد ہوتا ہے کہ نماز عید کے لیے عید گاہ کی طرف نکلا جائے اور بلا ضرورت (بارش وغیرہ کی صورت کے سوا) مسجد میں نماز عید ادا نہ کی جائے۔[عمدة القاری : ۲۸۱/۶-۲۸۲]

(۴) امام بغوی کہتے ہیں: نماز عیدین کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ امام نماز عیدین کی ادائیگی کے لیے عید گاہ کی طرف نکلے، البتہ کوئی عذر ہو تو مسجد ہی میں نماز عید پڑھی جا سکتی ہے۔[شرح السنه : ۲۹۴/۴]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

دلیل نمبر۲:

ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْدُو إِلَى الْمُصَلَّى، وَالْعَنَزَةُ بَيْنَ يَدَيْهِ تُحْمَلُ، وَتُنْصَبُ بِالْمُصَلَّى بَيْنَ يَدَيْهِ، فَيُصَلِّي إِلَيْهَا »

”نبی ﷺ (عید کے دن) صبح سویرے عید گاہ کی طرف جاتے اور نیزہ آپ ﷺ کے آگے اٹھایا جاتا اور عید گاہ میں آپ ﷺ کے سامنے نصب کیا جاتا پھر آپ ﷺ اس کی طرف (منہ کر) کے نماز پڑھتے تھے۔“

[بخاری، كتاب العيدين، باب حمل العنزة أو الحربة بين يدى الامام يوم العيد:٩٧٣، ابن ماجه، كتاب الصلاة، باب ما جاء فى الحربة يوم العيد: ١٣٠٤]

دلیل نمبر۳:

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

« خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أَضْحَى إِلَى الْبَقِيعِ فَصَلَّى الْعِيدَ رَكْعَتَيْنِ »

”نبی ﷺ عید الاضحیٰ کے دن بقیع کی طرف نکلے اور دو رکعت نماز عید ادا کی۔“

[بخاری، كتاب العيدين، باب إستقبال الإمام الناس فى خطبة العيد : ٩٧٦۔ مسند أحمد :.٢٨٢/٤]

دلیل نمبر۴:

عبد الرحمٰن بن عابس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ کیا تم نبی ﷺ کے ساتھ عید میں حاضر ہوئے تھے۔ انھوں نے کہا: جی ہاں!

« وَلَوْ لَا مَكَانِي مِنَ الصِّغَرِ مَا شَهِدْتُهُ، خَرَجَ حَتَّى أَتَى الْعَلَمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

بِلَالٌ، فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَرَأَيْتُهُنَّ يَهْوِينَ بِأَيْدِيهِنَّ يَقْذِفْنَهُ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَبِلَالٌ إِلَى بَيْتِهِ»

”اگر بچپنے کے باوجود نبی ﷺ کے ہاں میرا خاص مقام نہ ہوتا تو میں آپ ﷺ کی معیت میں عید میں حاضر نہ ہو پاتا۔ آپ ﷺ نکلے آپ ﷺ کثیر بن صلت رضی اللہ عنہ کے مکان کے قریب معروف جگہ (عیدگاہ) میں پہنچے۔ آپ ﷺ نے نماز عید ادا کی، پھر خطبہ عید ارشاد فرمایا: بعد ازاں آپ ﷺ عورتوں کے پاس آئے اور بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ نے انھیں وعظ و نصیحت کی اور صدقہ کا حکم دیا۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں) میں نے دیکھا عورتیں اپنے ہاتھ اپنے کانوں کی طرف جھکاتیں اور (کانوں وغیرہ کے زیورات اتار کر) بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈال دیتیں، پھر آپ ﷺ اور بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے گھر کی طرف چل دیے۔“

[بخاری، کتاب العیدین، باب العلم بالمصلی: ۹۷۷]

فوائد:

(۱) عمر بن شبہ، أخبار المدینہ: میں ابو غسان کنانی سے نقل کرتے ہیں کہ عیدگاہ مدینہ منورہ میں ایک معروف جگہ ہے اور مسجد نبوی کے دروازے اور اس معروف جگہ کی درمیانی مسافت ایک ہزار ہاتھ ہے۔ [فتح الباری: ۲/۵۷۹]

(۲) گزشتہ احادیث دلیل ہیں کہ مسجد کے بجائے نماز عیدین کا عید گاہ میں اہتمام کرنا مسنون و افضل ہے۔ لہٰذا بلا عذر مسجد میں نماز عید ادا کرنا نبی ﷺ کے دائمی معمول کے مخالف اور غیر مسنون ہے۔

ابن قدامہ کہتے ہیں: نماز عید عید گاہ میں پڑھنا مسنون ہے۔ علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز عید، عیدگاہ میں پڑھنے کا حکم دیا۔ اوزاعی اور اصحاب الرائے نے اس فعل کو مستحسن قرار دیا

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

ہے اور ابن منذر کا بھی یہی قول ہے۔ البتہ شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں، اگر شہر کی مسجد وسیع ہو تو مسجد میں نماز عید ادا کرنا افضل ہے کیونکہ مسجد زمین کا بہترین اور پاکیزہ ترین قطعہ ہے اور اسی چیز کے پیش نظر اہل مکہ مسجد حرام میں نماز عید کا اہتمام کرتے ہیں۔

لیکن ہمارے لیے نبی ﷺ کا اسوہ دلیل ہے کہ آپ ﷺ نماز عید کی ادائیگی کے لیے اپنی مسجد چھوڑ کر عید گاہ کا رخ کرتے تھے اور آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین کا بھی یہی معمول رہا اور ایسا ناممکن ہے کہ نبی ﷺ مسجد کے قریب ہونے کے باوجود افضل عمل ترک کر دیتے اور عید گاہ کے دور ہونے کے باوصف بہ تکلف ناقص عمل کرتے، پھر امت کے لیے عمدہ فضائل ترک کرنا ناجائز ہے جب کہ ہمیں تو نبی ﷺ کی اتباع و اقتداء کا حکم بھی ہے اور یہ محال ہے کہ جس عمل کا حکم دیا گیا ہو وہ ناقص ہو اور ممنوعہ فعل افضل و کامل ہو، نیز نبی ﷺ سے بلاعذر مسجد میں نماز پڑھنا ثابت بھی نہیں ہے۔ نماز عید کا عید گاہ میں اہتمام کرنے پر جمیع اہل اسلام کا اجماع بھی ہے۔ بلاشبہ ہر زمانے اور ہر شہر کے لوگ مساجد کی تنگی و کشادگی کے باوجود (ہر دور میں) عید گاہ میں پہنچ کر نماز عید ہمیشہ عید گاہ میں ادا کرتے رہے ہیں اور مسجد نبوی کے شرف کے باوجود نبی ﷺ بھی عید گاہ میں نماز عید ادا کرتے رہے ہیں۔

[المغنی لابن قدامہ، مع الشرح الکبیر: ۲/۲۲۹، ۲۳۰]

عذر کی صورت میں مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے:

گزشتہ بحث میں ہم نے بالتفصیل بیان کیا ہے کہ عید گاہ میں نماز عیدین کا اہتمام افضل اور نبی ﷺ کا دائمی معمول رہا ہے لیکن اگر بارش یا دشمن کا خوف ہو تو نماز عید مسجد میں ادا کرنا جائز ہے۔

اگرچہ بارش کی صورت میں مسجد میں نماز پڑھنے کے متعلق نبی ﷺ سے منقول یہ روایت ضعیف ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّهُ أَصَابَهُمْ مَطَرٌ فِي يَوْمِ عِيدٍ، فَصَلَّى بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

وَسَلَّمَ صَلاۃَ الْعِیدِ فِی الْمَسْجِدِ»

''صحابہ کرام پر عید کے دن بارش برسی تو نبی ﷺ نے انھیں نماز عید مسجد میں پڑھائی۔''

[سنن أبو داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب یصلی بالناس العید فی المسجد إذا کان یوم مطر : ۱۱۶۰۔ سنن ابن ماجه، کتاب الصلاۃ، باب ماجا، فی صلاۃ العید فی المسجد إذا کان مطر : ۱۳۱۳۔ مستدرک حاکم: ۱/۱۰۹۔ إسناد ضعیف، اس حدیث کی سند میں عیسیٰ بن عبدالأعلی بن ابی فروہ مجہول العین راوی ہے]

نیز ابن حزم کا یہ بیان:

«وَقَدْ رُوِینَا عَنْ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا أَنَّهُمَا صَلَّیَا الْعِیدَ بِالنَّاسِ فِی الْمَسْجِدِ لِمَطَرٍ وَقَعَ یَوْمَ الْعِیدِ»

''ہمیں عمر و عثمان رضی اللہ عنہما سے رایت منقول ہے کہ انہوں نے عید کے دن بارش ہونے کی وجہ سے نماز عید مسجد میں پڑھائی۔''

[المحلیٰ لابن حزم: ۵/۸۷]

بے سند ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اور درجہ احتجاج کو نہیں پہنچتا، بلکہ عمر رضی اللہ عنہ کا سخت بارش میں مسجد میں نماز عید پڑھانے کا واقعہ سخت ضعیف ہے۔ عثمان بن عبدالرحمٰن تیمی بیان کرتے ہیں:

«مُطِرْنَا فِی إِمَارَةِ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ عَلَی الْمَدِینَةِ مَطَرًا شَدِیْدًا لَیْلَةَ الْفِطْرِ، فَجَمَعَ النَّاسَ فِی الْمَسْجِدِ فَلَمْ یَخْرُجْ إِلَی الْمُصَلَّی الَّذِی یُصَلِّی فِیهِ الْفِطْرَ وَالْأَضْحَی، ثُمَّ قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِیعَةَ، قُمْ فَأَخْبِرِ النَّاسَ مَا أَخْبَرْتَنِی، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرٍ إِنَّ النَّاسَ مُطِرُوا عَلَی عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَامْتَنَعَ النَّاسُ مِنَ الْمُصَلَّی، فَجَمَعَ عُمَرُ النَّاسَ فِی الْمَسْجِدِ فَصَلَّی بِهِمْ، ثُمَّ قَامَ عَلَی

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

الْمِنبَرِ فَقَالَ: يَاأَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخرُجُ بِالنَّاسِ إِلَى الْمُصَلّٰى يُصَلِّي بِهِمْ لِأَنَّهُ أَرْفَقُ بِهِمْ وَ أَوْسَعُ عَلَيْهِمْ وأَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ لَايَسَعُهُمْ، قَالَ: فَإِذَا كَانَ هَذَا الْمَطَرُ فَالْمَسْجِدُ أَرْفَقُ»

”مدینہ پر ابان بن عثمان رحمہ اللہ کی امارت میں عیدالفطر کی رات سخت بارش ہوئی، پھر انہوں نے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا اور عیدگاہ کی طرف نہ نکلے، جہاں وہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نماز ادا کرتے تھے۔ بعد ازاں عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے کہا: کھڑے ہو کر لوگوں کو اس بات سے آگاہ کرو جو تم نے مجھے بتائی ہے۔ اس پر عبداللہ بن عامر نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں لوگ بارش سے دو چار ہوئے اور ان کا عیدگاہ میں جانا مشکل ہو گیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مسجد میں جمع کر کے نماز عید پڑھائی۔ پھر منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: لوگو! بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو (نماز عید کے لیے) عیدگاہ لے کر جاتے اور وہاں ان کو نماز پڑھاتے تھے کیونکہ عیدگاہ ان کے لیے زیادہ موزوں اور وسیع تر تھی اور مسجد ان کے لیے وسیع نہیں تھی اور جب بارش ہو تو مسجد (تمہیں) زیادہ موزوں اور زیادہ راس ہے۔“

[بیہقی: ۳۱۰/۳، اسنادہ ضعیف جد

اس حدیث کی سند میں محمد بن عبدالعزیز بن عمر بن عبدالرحمٰن بن سخت ضعیف راوی امام بخاری نے اس منکر الحدیث اور نسائی نے اسے متروک قرار دیا ہے۔

ان ضعیف احادیث کے باوجود فقہ کا معروف قاعدہ ہے ”اَلضَّرُوْرَاتُ تُ الْمَحْظُوْرَاتِ“ ضروریات دینیہ ممنوعہ چیزوں کو مباح قرار دیتی ہے جس کی رو سے با کی صورت میں نماز عید مسجد میں ادا کرنا جائز ہے لہٰذا اس مجبوری کی صورت میں نماز عید

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

میں ادا کرنے کی کراہت زائل ہو جاتی ہے۔

نیز علماء کے اقوال، اگرچہ ان کی بنیاد ضعیف روایت پر ہے۔ جواز کو تقویت دیتے ہیں۔

(۱) ابن قدامہ کہتے ہیں: اگر بارش یا خوف وغیرہ عذر لاحق ہو جس سے عید گاہ میں پہنچنا ناممکن ہو تو لوگ نماز عید مسجد میں ادا کر سکتے ہیں۔ (المغنی لابن قدامہ مع الشرح الکبیر: ۲۳۰/۱)

(۲) ابن حزم بیان کرتے ہیں: اگر لوگوں کا عید گاہ میں جانا دشوار ہو تو وہ نماز عید جامع مسجد میں ادا کرلیں۔ (المحلی لابن حزم: ۸۶/۵)

(۳) شوکانی کا بیان ہے کہ بارش وغیرہ کا عذر پیش آنے کی صورت میں صحراء کو چھوڑ کر مسجد میں نماز عید کا اہتمام کرنا مکروہ نہیں ہے۔ (نیل الأوطار: ۳۰۹/۳)

ضروری ہدایات:

مسجد میں نماز عید پڑھنے کی صورت میں درج ذیل امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

تحیۃ المسجد کا اہتمام کرنا:

بارش وغیرہ کی صورت میں نماز عید کا اہتمام مسجد میں کرنے کی صورت میں مسجد میں بیٹھنے سے قبل دو رکعت تحیۃ المسجد کا اہتمام کرنا لازم ہے، چنانچہ عام صورت میں تحیۃ المسجد کے التزام کے ٹھوس دلائل سے انحراف کے عذر نہیں تراشے جاتے، لیکن عید کے دن عوام الناس کی اکثریت یہ بہانہ بنا کر کہ چونکہ نبی ﷺ نماز عید سے قبل اور بعد نماز نہیں پڑھتے تھے۔ لہٰذا عید کے دن مسجد میں بیٹھنے سے قبل دو رکعت نماز پڑھنا ضروری نہیں، جبکہ شریعت کی رو سے عیدین وغیر عیدین میں مسجد میں بیٹھنے سے قبل دو رکعت نماز پڑھنا شرط ہے۔ نیز یہ ایک سببی نماز ہے جو کسی وقت یا دن کے ساتھ خاص نہیں اس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) ابوقتادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

« إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ »

”جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو وہ (مسجد میں) بیٹھنے سے قبل دو رکعت نماز ادا کرے۔“

[بخاری کتاب الصلاۃ، باب، اذادخل المسجد فلیرکع رکعتیں: ٤٤٤، مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب تحیۃ المسجد برکعتیں:٧١٤)، ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء، فی الصلاۃ عنددخول المسجد:٤٦٧، ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء إذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین : ٣١٦، نسائی، کتاب الصلاۃ باب الامر بالصلاۃ قبل الجلوس فیہ، ٧٣١، ابن ماجہ کتاب الصلاۃ، باب من دخل المسجد فلا یجلس حتی یرکع رکعتیں:١٠١٣)

(۲) ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مسجد میں داخل ہوا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان بیٹھے تھے۔ چنانچہ میں بھی بیٹھ گیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد میں بیٹھنے سے قبل دو رکعت پڑھنے سے تجھے کون سی چیز مانع ہوئی، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور لوگوں کو بیٹھے دیکھا (تو میں بھی بیٹھ گیا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« فَإِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ لَا يَجْلِسُ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ »

”جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو جب تک وہ دو رکعت نماز ادا نہ کرے۔ نہ بیٹھے۔“

[مسلم ، کتاب الصلاۃ، باب إستحباب تحیۃ المسجد برکعتین : ٧١٤]

(۳) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

« جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَ : أَصَلَّيْتَ يَا فُلَانُ ؟ فَقَالَ : لَا، قَالَ : قُمْ فَارْكَعْ »

”ایک شخص جمعہ کے دن (مسجد میں) داخل ہوا جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو خطبہ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

ارشاد فرمار ہے تھے، آپ ﷺ نے پوچھا، اے فلاں! کیا تو نے نماز پڑھی ہے؟ اس نے عرض کیا: نہیں! آپ نے فرمایا: اٹھ کر نماز ادا کر۔"

[بخاری، کتاب الجمعة، باب: إذا رأى الامام رجلا جاء و هويخطب أمره أن يصلي ركعتين: ٩٣٠۔ مسلم، کتاب الجمعة، باب التحية والامام، يخطب : ٨٧٥]

یہ شخص سلیک عطفانی رضی اللہ عنہ تھے، جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«جَاءَ سُلَيْكٌ الْغَطَفَانِيُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَجَلَسَ، فَقَالَ لَهُ: يَا سُلَيْكُ! قُمْ فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ۔ وَتَجَوَّزْ فِيهِمَا، ثُمَّ قَالَ: إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَلْيَتَجَوَّزْ فِيهِمَا»

"سلیک عطفانی رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن مسجد میں آئے اور بیٹھ گئے حالانکہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ آپ ﷺ نے انھیں کہا: سلیک! اٹھو اور دو رکعت مختصر نماز پڑھو اور آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن مسجد میں آئے جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ دو رکعت مختصر نماز پڑھے (پھر بیٹھے)۔"

[مسلم، کتاب الجمعة، باب تحية المسجد والإمام يخطب: ٨٧٥۔ أبو داوٗد، کتاب الصلاة، باب إذا دخل الرجل والامام يخطب : ١١١٦۔ ابن ماجه، کتاب إقامة الصلاة، باب: ماجا فيمن دخل المسجد والامام يخطب: ١١١٤۔ ابن حبان، ٢٥٠٢]

قطع نظر اس کے کہ کچھ علماء نے تحیۃ المسجد کو مستحب قرار دیا ہے، لیکن کوئی ایسی واضح صحیح نص موجود نہیں جو مسجد میں داخل ہونے کی صورت میں دو رکعت پڑھنے کے حکم اور مسجد دو رکعت پڑھے بغیر بیٹھنے کی نہی کو استحباب پر محمول کرتی ہو۔ لہٰذا مذکورہ روایات کھلی دلیل ہیں کہ مسجد میں بیٹھنے سے قبل دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے۔ بصورت دیگر مسجد میں بیٹھنے کی

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

اجازت نہیں ہے بلکہ ارباب اختیار اور اہل علم وفضل کو چاہئے کہ وہ دو رکعت پڑھے بغیر م
میں بیٹھنے والوں کو اٹھا کر تحیۃ المسجد کی ادائیگی کا پابند بنائیں۔ نیز مذکورہ بالا احادیث سے اہ
علماء نے بھی تحیۃ المسجد کے وجوب پر استدلال کیا ہے۔

(۱) شوکانی کہتے ہیں: مذکورہ احادیث میں تحیۃ المسجد ادا کرنے کا حکم تحیۃ المسجد کے قطع
وجوب کا فائدہ دیتا ہے اور دو رکعت پڑھے بغیر بیٹھنے کی نہی تحیۃ المسجد کے ترک کی
حرمت کا فائدہ دیتی ہے اور اہل ظاہر کا مذہب ہے کہ تحیۃ المسجد کی ادائیگی واجب
ہے۔[نیل الأوطار: ۷۳/۳]

(۲) امیر صنعانی لکھتے ہیں: حدیث کا ظاہر مفہوم تحیۃ المسجد کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔
[سبل السلام: ۲۷۶/۱

(۲) حائضہ عورتیں مسجد میں داخل نہ ہوں:

بامر مجبوری مسجد میں نماز عید کا اہتمام کرنے کی صورت میں لازم ہے کہ حیض ونفا
میں مبتلا عورتیں مسجد میں داخل ہونے سے گریز کریں۔ ان کے لیے مسجد کے قریب کس
عمارت وغیرہ میں ان کے جمع ہونے کا انتظام کرنا چاہئے تا کہ یہ مسلمانوں کے مذہبی تہوا
میں شامل ہوسکیں اور نبوی حکم (کہ عیدین کے روز تمام عورتیں مسلمانوں کی دعا میں شا
ہوں) کی تعمیل کرسکیں۔ البتہ حیض ونفاس میں مبتلا عورتوں کا مسجد میں داخلہ حرام ہے۔ جن
کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُجُوْهُ بُيُوْتِ أَصْحَابِهِ شَارِعَةٌ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ : وَجِّهُوْا هٰذِهِ الْبُيُوْتَ عَنِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَصْنَعِ الْقَوْمُ شَيْئًا رَجَاءَ اَنْ يَنْزِلَ فِيهِمْ رُخْصَةٌ، فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ بَعدُ فَقَال: وَجِّهُوْا هٰذِهِ الْبُيُوتَ عَنِ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

الْمَسْجِدِ، فَإِنِّی لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ»

''رسول اللہ ﷺ (مسجد میں) تشریف لائے اور آپ ﷺ کے اصحاب کے گھروں کے دروازے مسجد میں کھلے تھے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں (کے دروازوں) کا رخ مسجد کے دوسری جانب پھیر لو۔ پھر نبی ﷺ مسجد میں داخل ہوئے اور لوگوں نے اس امید سے کہ ان کے بارے کوئی رخصت نازل ہو گی (گھروں کی تبدیلی کا کوئی کام نہ کیا تھا) بعد ازاں آپ ﷺ لوگوں کی طرف آئے اور ارشاد فرمایا: ان گھروں کے رخ مسجد سے پھیر لو۔ اس لیے کہ میں مسجد کو حائضہ اور جنبی کے لیے حلال قرار نہیں دیتا۔''

[أبوداوٗد، کتاب الطھارۃ، باب فی الجنب یدخل: ۲۳۲۔ صحیح ابن خزیمہ ۱۳۲۷، اسنادہ حسن لذاتہ]

افلت بن خلیفہ ثقہ راوی ہے اور جسرہ بنت دجاجہ صدوق درجہ کی راوی ہے ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ عجلی نے اسے ثقہ کہا ہے اور حاکم نے اس کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ لہٰذا ان ائمہ کی توثیق سے اس کی جہالت کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

فقہ الحدیث:

یہ حدیث دلیل ہے کہ حیض و نفاس میں مبتلا عورتوں کا مسجد میں داخلہ اور قیام ممنوع ہے لہٰذا نماز عید مسجد میں ادا کرنے کی صورت میں حیض و نفاس میں مبتلا عورتوں کا مسجد میں داخل نہ ہوں۔

(۲) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کہا:

« نَاوِلِینِی الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ، قَالَتْ، فَقُلْتُ : اِنِّی حَائِضٌ فَقَالَ : إِنَّ حَیْضَتَكِ لَیْسَتْ فِی یَدِكِ »

''مجھے مسجد میں چٹائی پکڑاؤ، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں نے عرض کی: بلاشبہ میں حائضہ ہوں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: یقیناً تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

ہے۔“

[صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها : ۲۹۸۔ سنن أبو داؤد، کتاب الطهارة، باب فی الأاض تناول من المسجد : ۲٦۱۔ جامع ترمذی، کتاب الطهارة، باب ما جاء ی الحائض تتناول التشئ من المسجد : ۱۳٤]

فقہ الحدیث:

یہ حدیث بھی دلیل ہے کہ حائضہ عورت کا مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے اور یہ مسئلہ عورتوں میں عام تھا اسی وجہ سے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے عذر بیان کیا تھا کہ وہ حائضہ ہیں۔ نیز کچھ لوگ اس روایت سے مسجد میں حائضہ عورت کے داخلے کے جواز کی دلیل لیتے ہیں جو کئی اعتبار سے درست نہیں۔

(۱) قاضی عیاض کہتے ہیں: اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو مسجد سے حکم دیا تھا (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے اور کہا) کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد کے باہر سے چٹائی پکڑائے، یہ مفہوم نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یہ حکم دیا کہ وہ چٹائی انھیں مسجد سے نکال کر دے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف تھے اور عائشہ رضی اللہ عنہا حالت حیض کی وجہ سے اپنے حجرے میں تھیں، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی معذرت کرنے پر کہا: تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا تو مسجد میں ہاتھ داخل کرنے سے خائف تھیں (کہاں یہ کہ وہ مسجد میں داخل ہوتیں) نیز بالفرض اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مسجد میں داخل ہونے کا حکم دیا تھا تو ہاتھ کی تخصیص بلا معنی رہ جاتی ہے۔

[شرح النووی : ۲۰۹/۳]

آئندہ حدیث بھی اس مفہوم کی تائید کرتی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: يَا

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

عَائِشَةُ! نَاوِلِینِی الثَّوبَ ، فَقَالَتْ: اِنِّی حَائِضٌ فَقَالَ : إِنَّ حَیضَتَكِ لَیسَتْ فِی یَدِكِ »

”ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تھے اور آپ ﷺ نے ارشاد کیا: عائشہ رضی اللہ عنہا! مجھے کپڑا دیجیے، انھوں نے عرض کیا: میں حائضہ ہوں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔“

[صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها : ۲۹۹]

(۲) اگر اس معنی کو درست تسلیم کر لیا جائے کہ آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو مسجد سے چٹائی پکڑانے کا کہا تھا تب مفہوم یہ ہوگا کہ یہ گھر کی مسجد مراد تھی، نہ کہ مسجد نبوی، لیکن احادیث کے الفاظ اس اشکال اور توجیہ کو رد کرتے ہیں، جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔

مردوں کا نماز عید کے لیے عید گاہ جانا:

عید مسلمانوں کا مذہبی شعار ہے، جس میں تمام اہل اسلام کو شرکت کی پر زور تلقین ہے، لہٰذا تمام مرد و خواتین اور بچوں کو عید میں شریک ہونا چاہیے۔ نیز تمام مرد و خواتین پر نماز عید کے لیے عید گاہ میں پہنچنا ضروری ہے اور مردوں کے لیے نماز عید کے لیے عید گاہ جانے کی فرضیت آئندہ احادیث سے عیاں ہے۔

(۱) ربعی بن حراش رحمہ اللہ ایک صحابی سے بیان کرتے ہیں:

« إِخْتَلَفَ النَّاسُ فِی آخِرِ یَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ، فَقَدِمَ أَعْرَابِیَّانِ فَشَهِدَا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ بِاللّٰهِ لَأَهَلَّا الْهِلَالَ أَمْسِ عَشِیَّةً، فَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ أَنْ یُفْطِرُوا وَأَنْ یَغْدُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ »

”رمضان کے آخری دن لوگوں میں (عید کی تعیین کے بارے) اختلاف پیدا ہو

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

گیا چنانچہ دو دیہاتی آئے اور انھوں نے نبی ﷺ کے سامنے اللہ کی قسم کھا کر گواہی دی کہ ان دونوں نے گزشتہ کل شام کے وقت چاند دیکھا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ روزہ توڑ دیں اور (کل) صبح سویرے اپنی عید گاہ کی طرف چل پڑیں۔"

[أبو داؤد، كتاب الصيام، باب شهادة رجلين، على رؤية هلال شوال: ۲۳۳۹۔ بيهقى : ۲۵۰/۴۔ إسناده صحيح]

(۲) ابو عمیر بن انس رضی اللہ عنہ اپنے چچاؤں سے روایت کرتے ہیں جو اصحاب نبی تھے:

«أَنَّ رَكْبًا جَاؤُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْهَدُوْنَ أَنَّهُمْ رَأَوُا الْهِلَالَ بِالْأَمْسِ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يُفْطِرُوْا، وَ إِذا أَصْبَحُوا يَغْدُوْا إِلَى مُصَلَّاهُمْ»

"بلاشبہ مسافروں کی ایک جماعت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور وہ گواہی دیتے تھے کہ انھوں نے گزشتہ کل واقعی چاند دیکھا ہے، اس پر آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ رزہ ترک کر دیں اور جب صبح کریں تو اپنی عید گاہ میں پہنچ جائیں۔"

[سنن أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب إذا لم يخرج الامام للعيد من يومه يخرج من الغد: ۱۱۷۵۔ سنن نسائى، كتاب صلاة العيدين، باب الخروج الى العيدين من الغد: ۱۵۵۸۔ سنن ابن ماجه، كتاب الصيام، باب ماجاء فى الشهادة على رؤية الهلال: ۱۶۵۳۔ مسند أحمد : ۵۸/۵۔ سنن بيهقى : ۳۱۶/۳۔ إسناده صحيح ، ابوعمير بن انس ثقه راوى هيں]

فوائد:

یہ احادیث دلیل ہیں کہ بالغ مردوں کا نماز عید میں شریک ہونا واجب ہے، نیز نماز عید کا اہتمام عید گاہ میں مشروع ہے۔ کچھ علماء نے اس حکم کو استحباب پر محمول کیا ہے۔ لیکن امر وجوب کے متقاضی ہے اور یہاں کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے جو امر کو استحباب پر محمول کرتا ہو،

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

لہٰذا راجح موقف یہی ہے کہ مردوں پر نماز عید عید گاہ میں واجب ہے۔

عورتوں کا نماز عید کے لیے عید گاہ جانا:

نماز عید کے لیے عورتوں کا عید گاہ جانا ضروری ہے اور اس حکم میں تمام مسلمان عورتیں شامل ہیں حتیٰ کہ حیض میں مبتلا عورتوں کا بھی عید گاہ میں جانا واجب ہے اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

«أَمَرَنَا نَبِيُّنَا أَنْ نُخْرِجَ فِي الْعِيدَيْنِ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ، وَ أَمَرَ الْحُيَّضَ أَنْ يَعْتَزِلْنَ مُصَلَّى الْمُسْلِمِينَ»

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم بالغ اور پردہ نشین عورتوں کو عیدین میں لائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ عورتوں کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کی نماز گاہ سے علیحدہ رہیں۔"

[صحيح بخاری، كتاب العيدين، باب خروج النساء و الحيض إلى المصلى : ٩٧٤- مسلم، كتاب صلاة العيدين، باب ذكر إباحة خروج النساء، فى العيدين إلى المصلى : ٨٩٠]

(۲) سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:

«اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُخْرِجَهُنَّ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى، الْعَوَاتِقَ، وَالْحُيَّضَ، وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ، فَأَمَّا الْحُيَّضُ فَيَعْتَزِلْنَ الصَّلَاةَ وَ يَشْهَدْنَ الْخَيْرَ، وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِحْدَانَا لَايَكُوْنُ لَهَا جِلْبَابٌ قَالَ: لِتُلْبِسْهَا أُخْتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا»

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم بالغ، حائضہ اور پردہ نشین (دوشیزاؤں) کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں (گھروں سے) باہر لائیں اور حائضہ عورتیں نماز گاہ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

سے علیحدہ رہیں اور وہ خیر اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں (ام عطیہ کہتی ہیں) میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کسی کی اوڑھنی نہ ہو؟ (تو اسے کیا حکم ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی بہن اسے اپنی اوڑھنی پہنا دے۔"

[صحیح مسلم، کتاب صلاة العیدین، باب ذکر إباحة خروج النساء فی العیدین إلی المصلی: ۸۹۰۔ جامع ترمذی، کتاب الصلاة، باب فی خروج النساء فی العیدین ۵۴۰۔ سنن ابن ماجه، کتاب إقامة الصلاة، باب ماجاء فی خروج النساء فی العیدین: ۱۳۰۷۔ ابن حبان: ۲۸۱۶]

(۳) نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يُخْرِجُ إِلَى الْعِيدَيْنِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْ أَهْلِهِ »

"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عیدین میں بقدر استطاعت اپنے تمام اہل خانہ کو (عیدگاہ کی طرف) لے جاتے تھے۔"

[مصنف ابن أبی شیبة : ۸۷/۲۔ إسناده صحیح

فوائد:

مذکورہ احادیث دلیل ہیں کہ عورتوں کا نماز عید میں شریک ہونا واجب ہے اور بوڑھی، جوان عورتیں اور دوشیزائیں تو اس حکم میں شامل ہیں ہی، حیض میں مبتلا عورتوں کا گاہ میں پہنچنا اور مسلمانوں کے لیے اس مذہبی تہوار میں شریک ہونا بھی واجب ہے، پھر عید اور عیدگاہ میں عدم شرکت کا کوئی عذر یا بہانہ قابل قبول نہیں ہے نیز امام صنعانی ہیں یہ حدیث دلیل ہے کہ عورتوں کا نماز عید کے لیے عیدگاہ میں جانا واجب ہے۔

[سبل اسلام: ۲/

مذاہب وآراء:

عیدگاہ میں عورتوں کی شرکت واجب، مندوب یا مکروہ ہے۔ اس بارے علماء کی مخ آراء ہیں۔

(۱) عورتوں کو عیدگاہ میں لے جانا واجب ہے، خلفائے ثلاثہ، ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ اور علی

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

کا یہی موقف ہے۔ [سبل السلام : ۲/ ۴۸۹]

(۲) عورتوں کا عید گاہ میں جانا مستحب ہے، اس موقف کے قائلین نے عورتوں کو عید گاہ میں لے جانے کے حکم کو استحباب پر محمول کیا ہے اور انہوں نے جوان اور بوڑھی عورت میں کوئی تفریق نہیں کی۔ یہ ابو حامد حنبلی، جرجانی شافعی اور شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔

[نیل الأوطار: ۳/ ۳۰۵]

(۳) عورتوں کا عید گاہ میں جانا مکروہ ہے:

امام ترمذی نے ثوری اور عبد اللہ بن مبارک سے یہ قول نقل کیا ہے۔ مالک اور ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے اور ابن قدامہ نے ابراہیم نخعی اور یحییٰ بن سعید انصاری سے یہ حکایت نقل کی ہے کہ وہ عورتوں کا عید گاہ میں جانا مکروہ خیال کرتے تھے۔

[نیل الأوطار : ۳/ ۳۰۵۔ نیز اهل الرائے نے بوڑھی عورتوں کو عید گاہ میں جانے کی رخصت دی هے اور جوان عورتوں کے لیے یه فعل مکروہ قرار دیا هے کیونکه ان کا نکلنا باعث فتنه هے۔ [المغنی لابن قدامه مع الشرح الکبیر : ۲/ ۲۳۲]

اس مذہب کے قائلین کی دلیل یہ حدیث ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

«لَوْ أَدْرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ»

”اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان طور طریقوں (بناؤ سنگھار، زیبائش اور بڑھکیلے لباس پہننے کا ادراک کرتے جو عورتوں نے ایجاد کیے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں (مساجد سے) روک دیتے۔ جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو (مساجد سے) روک دیا گیا تھا۔“

[صحیح بخاری، کتاب الأذان، باب انتظار الناس قیام الامام العالم: ۸۶۹۔ صحیح مسلم کتاب الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد إذا لم يترتب عليه فتنة: ۴۴۰۔ أبو داؤد، کتاب الصلاة، باب التشديد فى ذلك : ۵۶۹۔ مسند أحمد : ۶/ ۱۹۴۔ صحيح ابن خزيمه : ۱۶۹۸]

اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے کہ موجودہ دور میں عورتوں کا مساجد میں جانا اور

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

عیدین میں شرکت کرنا ممنوع ہے، لیکن یہ استدلال باطل ہے، امیر صنعانی لکھتے ہیں یہ حدیث عورتوں کے عید گاہ جانے کی حرمت اور آپ ﷺ کے عورتوں کے عید گاہ میں پہنچنے کے حکم کی تنسیخ پر دلالت نہیں کرتی، بلکہ یہ حدیث دلیل ہے کہ عورتوں کو عید گاہ میں جانے سے منع نہیں کیا گیا کیونکہ آپ ﷺ نے انھیں اس سے نہیں روکا ۔ کیونکہ آپ ﷺ نے تو انھیں عید گاہ میں لے جانے کا حکم دیا ہے، سو ہمیں زیبا نہیں کہ ہم آپ ﷺ کے حکم کی مخالفت میں انھیں عید گاہ جانے سے روکیں۔[سبل السلام : ۴۹۰/۲]

(۴) یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے:

طحاوی کہتے ہیں: عورتوں کو عید گاہ میں لے جانے کا حکم شروع اسلام کا واقع ہے، کیونکہ اس وقت ان کو عید گاہ لے جانے کا مقصد مسلمانوں کی کثرت تعداد کا اظہار تھا اور دشمنان اسلام کو خوفزدہ کرنا مقصود تھا۔ پھر یہ حکم منسوخ کر دیا گیا۔ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔

[سبل السلام : ۴۹۰/۲]

بلکہ آئندہ روایات اس دعویٰ کو باطل قرار دیتی ہیں۔

(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحَى فَصَلَّى الْعِيدَ، ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَ ذَكَّرَهُنَّ وَ أَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ »

''میں عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن نبی ﷺ کی معیت میں (نماز عید کے لیے) نکلا، آپ ﷺ نے نماز عید پڑھائی، پھر خطبہ ارشاد فرمایا: بعد ازاں آپ ﷺ عورتوں کے پاس تشریف لائے، انھیں وعظ و نصیحت کی اور انھیں صدقہ کا حکم دیا۔''

[بخاري، كتاب العيدين، باب خروج الصبيان إلى المصلى : ۹۷۰۔ مسند أحمد : ۳۵۷/۱۔ مسند أبي يعلى : ۲۷۰۱].

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

فوائد:

یہ حدیث دلیل ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ کا دعویٰ تنسیخ کالعدم ہے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے تھے اور فتح مکہ کے بعد کثرت عدد کے اظہار کے لیے عورتوں کا عیدگاہ میں جانا بے سود تھا بلکہ فتح مکہ کے بعد عورتوں کے عیدگاہ میں جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ عورتوں کا عیدگاہ میں جانے کا حکم باقی ہے اور اس حکم میں کسی قسم کی کوئی ترمیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔

(۲) حفصہ بنت سیرین روایت کرتی ہیں:

« كُنَّا نَمنعُ عَوَاتِقَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ فِي الْعِيدَيْنِ، فَقَدِمَتِ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ، فَحَدَّثَتْ عَنْ أُخْتِهَا وَكَانَ زَوْجُ أُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ وَكَانَتْ أُخْتِي مَعَهُ فِي سِتٍّ قَالَتْ: كُنَّا نُدَاوِي الْكَلْمَى، وَنَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى، فَسَأَلَتْ أُخْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعَلَى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ أَنْ لَا تَخْرُجَ؟ قَالَ: لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا، وَتَشْهَدِ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ، فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ سَأَلْتُهَا: أَسَمِعْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: بِأَبِي نَعَمْ! وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُهُ إِلَّا قَالَتْ: بِأَبِي، سَمِعْتُهُ يَقُولُ: تَخْرُجُ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُورِ أَوِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُورِ وَالْحُيَّضُ وَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ، يَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى، قَالَتْ حَفْصَةُ: فَقُلْتُ: أَلْحُيَّضُ؟ فَقَالَتْ: أَلَيْسَ تَشْهَدُ عَرَفَةَ وَكَذَا وَكَذَا»

''ہم اپنی جوان لڑکیوں کو عیدین میں جانے سے روکتی تھیں پھر ایک عورت آئی

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

اس نے بنو خلف کے محل میں قیام کیا اور اس نے اپنی بہن (ام عطیہ) سے حدیث بیان کی اس کا بہنوئی (ام عطیہ کا خاوند) نبی ﷺ کے ساتھ بارہ غزوات میں شریک ہوا تھا اور میری بہن (ام عطیہ) نے اپنے شوہر کے ساتھ چھ غزوات میں حصہ لیا وہ (ام عطیہ) بیان کرتی ہیں: "(جنگ میں) ہم زخمیوں کو مرہم لگاتیں اور بیماروں کی دیکھ بھال کرتی تھیں، چنانچہ میری بہن (ام عطیہ) نے نبی ﷺ سے پوچھا: اگر ہم میں سے کسی عورت کے پاس اوڑھنی نہ ہو تو اس پر (نماز عید کے لیے عید گاہ میں) نہ جانا گناہ تو نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی سہیلی اسے اپنی اوڑھنی پہنائے اور وہ خیر اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہو۔ بعد ازاں جب ام عطیہ تشریف لائیں تو میں نے نہیں سوال کیا: کیا تم نے (یہ حدیث) نبی ﷺ سے سنی ہے؟ انھوں نے کہا: میرا باپ آپ ﷺ پر فدا ہو، ہاں! ان کا معمول تھا کہ آپ ﷺ کے ذکر پر وہ یہ کلمات میرا باپ آپ ﷺ پر قربان ہو) ضرور کہتی تھیں۔ میں نے سنا آپ ﷺ نے فرمایا: نوجوان، پردہ نشین دوشیزائیں اور حائضہ عورتیں (نماز عید کے لیے) نکلیں، وہ خیر اور مومنین کی دعا میں شریک ہوں اور حائضہ عورتیں جائے نماز سے دور رہیں۔ حفصہ بیان کرتی ہیں میں نے کہا: کیا حیض میں مبتلا عورتیں بھی عید گاہ میں حاضر ہوں گی؟ انہوں نے کہا: کیا وہ عرفات اور فلاں فلاں مقام پر حاضر نہیں ہوتیں؟ (جب وہ عرفات میں حاضر ہو سکتی ہیں اور طواف کے سوا دیگر ارکان حج ادا کر سکتی ہیں تو عید گاہ میں حاضر ہونے سے کون سی چیز مانع ہے)۔"

[بخاری، کتاب الحیض، باب شهود الحائض العیدین و دعوة المسلمین: ٣٢٤، صحيح ابن خزيمه: ١٤٦٦]

فوائد:

عیدین میں عورتوں کا شریک ہونا حکم نبوی کی تعمیل اور اجر وثواب کا باعث ہے

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

کراہت و تنسیخ کا دعویٰ بے بنیاد اور ذہنی اختراع ہے، اگر عہد رسالت میں یہ حکم کالعدم ہو چکا تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سے زیادہ باخبر ہوتے۔ سو عہد رسالت اور عہد خلافت میں عورتوں کا عیدین میں شریک ہونا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ عورتوں کو عیدین میں شرکت سے نہ روکا جائے، بلکہ احادیث نبویہ کی رو سے عورتوں کو عیدین میں حاضری کی ترغیب دی جائے اور جو عورتیں ضروری لباس سے قاصر ہوں انھیں ضروری لباس مہیا کر کے عیدین میں حاضر کیا جائے۔

راجح مؤقف:

اس مسئلہ میں راجح مؤقف خلفائے ثلاثہ ابوبکر و عمر اور علی رضی اللہ عنہم کا ہے کہ عورتوں کا نماز عید کے لیے عید گاہ میں حاضر ہونا واجب ہے۔ امیر صنعانی بھی وجوب کے قائل ہیں۔ (سبل السلام: ۲/۴۸۹، نیز گزشتہ احادیث اسی مؤقف کی تائید کرتی ہیں)

حائضہ عورتیں جائے نماز سے دور رہیں:

حیض میں مبتلا عورتیں جائے نماز سے علیحدہ رہیں اور عام نمازی عورتوں سے پیچھے رہ کر ذکر و اذکار اور تکبیرات میں مشغول رہیں:۔

(۱) سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« كُنَّا نُؤْمَرُ أَنْ نَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيدِ، حَتَّى نُخْرِجَ الْبِكْرَ مِنْ خِدْرِهَا، حَتَّى نُخْرِجَ الْحُيَّضَ فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ، فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيرِهِمْ وَيَدْعُونَ بِدُعَائِهِمْ، يَرْجُونَ بَرَكَةَ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَ طُهْرَتَهُ »

"ہمیں عید کے دن (عید گاہ میں) جانے کا حکم دیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ ہم دوشیزہ کو اس کی خلوت گاہ سے نکالتی اور حائضہ عورتوں کو بھی نکالتی تھیں۔ اور حائضہ عورتیں لوگوں کے پیچھے ہوتیں، وہ ان کی تکبیرات کے ساتھ تکبیریں کہتیں اور ان کی دعا

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

کے ساتھ دعا کرتی تھیں اور اس دن کی برکت اور پاکیزگی (کے حصول کی) امید کرتی تھیں۔"

[صحيح بخارى، كتاب العيدين، باب التكبير، و أيام مِنى اذا غداالى عرفة، ٩٧١ـ مسلم، كتاب صلاة العيدين، باب ذكر إباحة خروج النساء، فى العيدين، المصلى : ٨٩٠ـ سنن أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب خروج النساء فى العيد: ١١٣٨]

(۲) سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

«أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُخْرِجَ فِي الْعِيدَيْنِ، الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ، وَأَمَرَ الْحُيَّضَ أَنْ يَعْتَزِلْنَ مُصَلَّى الْمُسْلِمِينَ»

"نبی ﷺ نے ہمیں جوان عورتوں اور پردہ نشین دوشیزاؤں کو عیدین میں لے جانے کا حکم دیا اور آپ ﷺ نے حائضہ عورتوں کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کی جائے نماز سے دور رہیں۔"

[صحيح بخارى، كتاب العيدين، باب خروج النساء و الحيض إلى المصلى : ٩٧٤ـ صحيح مسلم، كتاب صلاة العيدين، باب ذكر إباحة خروج النساء فى العيدين الى المصلى : ٨٩٠]

فقہ الحدیث:

(۱) نووی کہتے ہیں: یہ احادیث دلیل ہیں کہ حائضہ عورتوں کا عید گاہ میں جائے نماز میں داخل ہونا ممنوع ہے، شافعیہ کا اس ممانعت کے بارے اختلاف ہے اور جمہور شافعیہ کا موقف ہے کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے۔ تحریمی نہیں۔ [شرح النووى : ١٧٨/٦]

(۲) حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں: جمہور علماء نے اس حکم (حائضہ عورتیں جائے نماز سے دور رہیں) کو استحباب پر محمول کیا ہے۔ کیونکہ عید گاہ میں جائے نماز مسجد نہیں کہ وہاں عورتوں کا داخلہ ممنوع ہو۔ ابن منیر کہتے ہیں: حائضہ عورتوں کے جائے نماز سے علیحدہ رہنے کی حکمت یہ ہے کہ نمازی عورتوں کے ساتھ ان عورتوں کا وقوف ان کی اس کمزو

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

حالت کا اظہار ہے لہٰذا ان کا اس جگہ سے اجتناب مستحب ہے۔

[فتح الباری : ۱/۵۴۹]

ضروری ہدایات:

پچھلی بحث میں ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ عورتوں کا نماز عید کے لیے عید گاہ جانا واجب ہے لہٰذا انھیں بہر صورت نماز عید میں شریک ہونا چاہیے، لیکن عورتوں پر درج ذیل امور کو ملحوظ رکھنا لازم ہے۔

(۱) باپردہ ہو کر نکلنا:

نماز عید میں شرکت کے لیے ضروری ہے کہ عورتیں گھروں سے باپردہ ہو کر نکلیں، انتہائی سادہ لباس استعمال کریں اور بے پردگی کی وجہ سے ذاتی نمائش اور فتنہ کا سبب نہ بنیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [سورة الأحزاب : ۵۹]

''اے نبی! اپنی بیویوں سے، اپنی بیٹیوں سے اور مومنین کی عورتوں سے کہیے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں، یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی جائیں تو وہ ستائی نہ جائیں اور اللہ تعالیٰ نہایت بخشنے والا، انتہائی مہربان ہے۔''

(۲) سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے کسی عورت کی اوڑھنی نہ ہو (تو اسے نماز عید سے پیچھے رہنے کی رخصت ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لِتُلْبِسْهَا أُخْتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا'' اس کی بہن اسے اپنی اوڑھنی پہنائے۔

[صحیح مسلم، کتاب صلاة العیدین، باب ذکر إباحة خروج النساء فی العیدین الی المصلی: ۸۹۰۔ جامع ترمذی، کتاب الصلاة، باب فی خروج النساء فی

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

العیدین : ٥٤٠ـ سنن ابن ماجه، کتاب إقامة الصلاة، باب ماجاء فی خروج النساء فی العیدین : ١٣٠٧]

فوائد:

عورتوں کا گھر سے نکلتے وقت باپردہ ہونا ضروری ہے اور عیدین میں حاضری کے وقت اس کی خاص تاکید ہے لہٰذا عیدین میں شرکت کے لیے پردہ کا خاص انتظام کیا جائے۔

ابن جریر طبری کہتے ہیں: (مذکورہ آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ) مسلمان عورتیں، لباس میں باندیوں کی مشابہت اختیار نہ کریں، کیونکہ جب وہ کسی ضرورت کے وقت گھر سے نکلتی ہیں تو ان کے بال اور چہرے ننگے ہوتے ہیں، لیکن مسلمان عورتیں گھروں سے نکلتے وقت اپنے اوپر اپنی بڑی چادریں لٹکا لیا کریں تاکہ یہ علم ہونے پر کہ وہ آزاد عورتیں ہیں کوئی منچلا فاسق ان کی ایذا رسانی کا سبب نہ بنے، پھر اہل تفسیر کا اس حکم (کہ وہ اپنی بڑی چادریں اپنے اوپر لٹکائیں) کے مفہوم میں اختلاف ہے چنانچہ بعض مفسرین کہتے ہیں اس سے مقصد یہ ہے کہ عورتیں اپنے چہرے اور سر ڈھانپ لیں اور محض ایک آنکھ کھلی چھوڑیں۔ (تفسیر طبری)

بناؤ سنگھار سے گریز کریں:

گھر سے نکلتے وقت عورتوں پر لازم ہے کہ وہ زیب و زینت کا اظہار اور بناؤ سنگھار کا اہتمام نہ کریں، شوخ اور بھڑکیلا لباس جو اجنبی مردوں کو متوجہ کرے استعمال نہ کریں اور ناز و نخرے سے مٹک مٹک کر نہ چلیں، بلکہ سادہ لباس پہن کر اور زیبائش ترک کر کے گھر سے باہر قدم رکھیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى ﴾

[سورة الأحزاب : ٣٣]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

''اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور قدیم جاہلیت کی اظہار زینت کی طرح زینت ظاہر نہ کرو۔''

''تبرج'' کا معنی اجنبی مردوں کے سامنے زینت ظاہر کرنا اور اپنے محاسن چہرے، گردن اور زیورات وغیرہ کی نمائش ہے، نیز اس کے مفہوم بارے کئی اقوال ہیں۔

(۱) قتادہ کہتے ہیں، دور جاہلیت میں عورتیں گھر سے نکلتے وقت خاص نسوانی چال چلتیں اور مٹک کر ناز و نخرے سے چلتی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو اس بری عادت سے منع کر دیا۔

(۲) ابن ابی نجیح ''التبرج'' کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اس کا معنی اترا کر چلنا ہے اور ایک قول ہے کہ التبرج اظہار زینت اور اجنبی مردوں کے سامنے عورت کا اپنے محاسن ظاہر کرنا ہے۔ (تفسیر طبری)

خوشبو اور عطریات کا استعمال نہ کریں:

گھر سے نکلتے وقت بالعموم اور عید گاہ میں جاتے وقت بالخصوص عورتیں خوشبویات کا استعمال نہ کریں، اس لیے کہ گھر سے باہر نکلتے وقت عطریات کا استعمال عورتوں پر حرام ہے۔

(۱) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَيُّمَا امْرَأَةٍ اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلَى قَوْمٍ لِيَجِدُوا مِنْ رِيحِهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ»

''جو عورت اس لیے خوشبو استعمال کرے اور مردوں کے قریب سے گزرے تاکہ وہ اس کی خوشبو پائیں تو وہ عورت بدکارہ ہے۔''

[سنن أبوداؤد، کتاب الترجل، باب فی طیب المرأة للخروج: ٤١٧٣۔ جامع ترمذی، کتاب الإستیذان، باب ماجاء فی کراهیة خروج المرأة، متعطرة: ٢٧٨٤۔ سنن نسائی، کتاب الزینة، باب مایکره للنساء من الطیب، ٥١٢٩۔ صحیح ابن حبان ٤٤٢٤۔ صحیح ابن خزیمه: ١٦٨١۔ مسند أحمد: ٤١٣/٤۔ (اسناده حسن) ثابت بن عماره، صدوق راوی هے]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

(۲) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تَمنَعُوا إِمَاءَ اللّٰه مَسَاجِدَ اللّٰهِ وَلَكِن لِيَخرُجنَ وَهُنَّ تَفِلَاتٌ»

"تم اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد سے مت روکو، لیکن وہ خوشبو استعمال کیے بغیر (مساجد کی طرف) روانہ ہوں۔"

[أبو داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی خروج النساء إلی المسجد : ٥٦٥۔ صحیح ابن حبان: ٢٢١٤، صحیح ابن خزیمه: ١٦٧٩، مسند احمد: ٤٣٨/٢، إسناده حسن]

(۳) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی رفیقۂ حیات زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا:

«إِذَا شَهِدَت إِحدَاكُنَّ المَسجِدَ فَلَا تَمَسَّ طِيبًا»

"جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں حاضر ہو تو وہ خوشبو استعمال نہ کرے۔"

[مسلم، کتاب الصلاۃ، باب خروج النساء إلی المساجد، إذا لم یترتب علیه فتنة: ٤٤٣۔ سنن نسائی، کتاب الزینة، باب النهی للمرأۃ أن تشهد الصلاۃ إذا أصابت بخورا : ٥١٣٢۔ صحیح ابن حبان : ٢٢١٥۔ صحیح ابن خزیمه: ١٦٨٠۔ مسند أحمد: ٣٦٣/٦]

عورتیں راستے کے وسط میں نہ چلیں:

گھر سے نکلنے اور مساجد یا عیدین میں حاضر ہونے کے آداب میں ایک اہم ادب ہے کہ عورتیں راستے کے درمیان میں چلنے سے اجتناب کریں اور راستے کے ایک طرف ہو کر چلیں۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَيسَ لِلنِّسَاءِ وَسَطُ الطَّرِيقِ»

"عورتوں کے لیے وسط راستہ میں چلنا مناسب نہیں ہے۔"

[صحیح ابن حبان : ٥٦٠١۔ شعب الإیمان بیهقی : ٧٧٧، اسناده حسن۔ ابن ح
اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں اس حدیث میں راستے میں چلتے وقت عورتوں کے مردوں سے اختلاط

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

بارے زجر وتوبیخ ہے، کیونکہ راستے کا وسط بالعموم مردوں کے چلنے کے لیے ہوتا ہے اور عورتوں پر واجب ہے کہ وہ مردوں سے عدم اختلاط کے پیش نظر راستے کے کناروں پر چلیں۔

ایک ضعیف حدیث کا بیان:

ابواسید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ راستے میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہو گیا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے کہا:

«اِسْتَاخِرْنَ، فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ اَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيْقَ، عَلَيْكُنَّ بِحَافَاتِ الطَّرِيْقِ، فَكَانَتِ الْمَرْاَةُ تَلْصَقُ بِالْجِدَارِ، حَتّٰى اِنَّ ثَوْبَهَا لَيَتَعَلَّقُ بِالْجِدَارِ مِنْ لُصُوقِهَا بِهِ»

"تم پیچھے ہٹو، اس لیے کہ راستے کے درمیان میں چلنا تمہارے شایان شان نہیں، (بلکہ) تم راستے کے کناروں کا التزام کرو، پھر عورت دیوار سے چمٹ کر چلتی تھی حتیٰ کہ دیوار کے ساتھ چمٹ کر چلنے کی وجہ سے اس کا کپڑا دیوار سے اٹک جاتا تھا۔"

[أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب في مشي النساء مع الرجال في الطريق: ٥٢٧٢، إسناده ضعيف اس حدیث میں شہداد بن ابی عمرو بن حماس اور اس کا والد ابوعمرو بن حماس دونوں مجہول راوی ہیں]

فوائد:

(۱) ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں: عیدین کے لیے نکلنے کی صورت میں عورتوں کے لیے مستحب ہے کہ وہ خوشبو کا استعمال نہ کریں، شہرت ونمائش کا لباس نہ پہنیں اور زیب وزینت اختیار نہ کریں، عام استعمال کا لباس زیب تن کریں اور راستے میں مردوں سے اختلاط نہ کریں بلکہ وہ راستے میں ایک طرف ہو کر چلیں۔ [المغني مع الشرح الكبير: ٢٣٢/١]

(۲) امام نووی رقم طراز ہیں کہ عورتوں کو مسجد سے روکنا ممنوع ہے، لیکن عورتوں کا مسجد میں جانا کچھ چیزوں سے مشروط ہے جو احادیث سے ماخوذ ہیں۔ (۱) خوشبو نہ لگائی ہو

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

(۲) بناؤ سنگھار نہ کیا ہو (۳) ایسی پازیبیں نہ پہنی ہوں، جن کی چھنکار سنائی دے (۴) بھڑکیلا اور شوخ لباس نہ پہنا ہو۔ [شرح النووی : ۱۶۰/٤]

نماز کے لیے مسجد میں عورتوں کا آنا جائز عمل ہے جب کہ نماز عید عورتوں پر فرض ہے لہٰذا مذکورہ شرطوں کی پابندی عید کی حاضری کے لیے اتنی ہی ضروری ہے جتنی مسجد میں حاضر ہونے کے لیے لازم ہے۔

نیز اگر کوئی عورت اوپر بیان کردہ احکامات کی خلاف ورزی کرے اور نماز عید کے اہتمام کے لیے گھر سے نکلتے وقت شرعی حجاب کی پابندی نہ کرے، بناؤ سنگھار کا اظہار کرے، بھڑکیلا لباس پہنے، خوشبو کا استعمال کرے یا بے حیائی اور آوارگی کا سامان کرے تو گھر کا سرپرست اسے ان چیزوں سے منع کرے بصورت دیگر وہ اس پر گھر سے نکلنے کی پابندی لگانے کا مجاز ہے اور آئندہ حدیث اس مؤقف کی تائید کرتی ہے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

«لَوْ اَدْرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ قُلْتُ لِعَمْرَةَ: أَوَ مُنِعْنَ ؟ قَالَتْ: نَعَمْ»

''اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورت (میں ترویج عادات بد) پا لیتے، جو انہوں نے اختراع کی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں مسجد سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں مساجد سے روک دی گئیں تھیں۔''

(یحیٰ بن سعید کہتے ہیں) میں نے عمرہ سے پوچھا: کیا بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں تھیں؟ انہوں نے کہا: ہاں: (وہ روک دی گی تھیں)۔

[بخاری، کتاب الآذان، باب انتظار الناس قیام الإمام العالم: ۸٦۹۔ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب خروج النساء إلى المساجد اذالم یترتب علیه فتنة: ٤٤٥۔ سنن أبو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب التشدید فی ذلك: ۵٦۹، مسند احمد: ۳۲۹/۱، صحیح ابن خزیمه: ۱٦۹۸]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

فوائد:

(۱) ابن قدامہ کہتے ہیں: حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی رو سے عیدین میں حاضری پر پابندی ان عورتوں سے خاص ہے، جو گھر سے نکلتے وقت غیر شرعی عوامل کی مرتکب ہوں اور جو عورتیں شرعی قوانین ملحوظ رکھیں وہ اس پابندی سے مستثنیٰ ہیں۔ (المغنی مع الشرح الکبیر: ۲۳۱/۱)

(۲) ابن عثیمین کا فتویٰ: قول عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب کسی حرام کام کی بنیاد مباح عمل پر ہو تو ایسا مباح عمل بھی حرام ہو جاتا ہے، چنانچہ اگر عورتوں کی اکثریت غیر شرعی طور طریقے اختیار کر کے عیدین کے لیے نکلیں تو ہم تمام عورتوں پر پابندی عائد نہیں کریں گے، بلکہ ہم فقط ایسی عورتوں پر پابندی عائد کریں گے جو غیر شرعی عوامل (بناؤ سنگھار بے پردگی اور خوشبو وغیرہ کے استعمال) کی مرتکب ہوں گے۔

[مجموع فتاویٰ ورسائل ابن عثیمین: ۱۳۰/۱۶]

بچوں کا عیدین میں شریک ہونا:

بچوں کا عیدین میں شریک ہونا مسنون عمل ہے، اس معاملہ میں بچوں کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ ان مذہبی تہواروں کی رونق دوبالا ہو اور وہ بھی اس خوشی و فرحت کے اجتماع میں شامل ہو کر فرحت محسوس کریں اور مستقبل میں عیدین میں شرکت کے لیے ان کی عادات پختہ ہوں، اس مشروعیت کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحَى فَصَلَّى الْعِيدَ، ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ، وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ»

”میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن (عید گاہ کی طرف) نکلا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید پڑھائی، پھر خطبہ ارشاد کیا، بعد ازاں عورتوں کے پاس آئے اور آپ نے انھیں وعظ نصیحت کی اور انھیں صدقہ کا حکم دیا۔“

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

[بخاری، کتاب العیدین، باب خروج الصبیان إلی المصلی : ۹۷۹۔ صحیح ابن حبان : ۲۸۱۸۔ مسند أحمد : ۳۰۷/۱]

(۲) امام بخاری نے مذکورہ حدیث پر یہ عنوان (باب خروج الصبیان إلی المص (بچوں کا عیدگاہ کی طرف جانے کا بیان) باندھ کر بچوں کے عیدگاہ میں جانے جواز کی طرف اشارہ کیا۔

حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں: امام بخاری کا یہ باب باندھنے کا مقصد یہ ہے کہ عیدین میں شریک ہوں، خواہ وہ نماز عید نہ ہی پڑھیں اور زین بن منیر کہتے ہیں:

امام بخاری نے، ''نماز عید کے لیے بچوں کا نکلنا'' یہ باب باندھنے کے بجائے یہ ''عیدگاہ میں بچوں کا جانا'' باندھنے کو اس لیے ترجیح دی ہے کہ تمام بچے عیدگاہ میں پہنچنے جواز میں شامل ہوں، وہ بھی جو نماز ادا کرنے کے قابل ہیں اور وہ بھی جو صغر سنی کی وجہ نماز پڑھنے سے قاصر ہیں۔ (فتح الباری: ۵۹۸/۱)

(۳) عبد الرحمٰن بن عابس بیان کرتے ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید میں شریک ہوئے ہیں؟ اس پر انہوں نے کہا کہ ہاں!

«وَلَوْلَا مَكَانِي مِنَ الصِّغَرِ مَا شَهِدْتُهُ»

''اگر کم سنی کی وجہ سے میرا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں) کوئی خاص مقام نہ ہوتا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز عید میں شریک نہ ہو پاتا۔''

[بخاری، کتاب العیدین، باب العلم الذی بالمصلی: ۹۷۷، أبو داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب ترك الأذان فی العید: ۱۱۴۶۔ نسائی: کتاب صلاۃ العیدین،

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

قید نہیں)۔

اسی (حاضرین کی کثرت کو) مدنظر رکھتے ہوئے حائضہ عورتوں کا عید گاہ میں جانا مشروع ٹھہرا ہے۔ سو تمام بچوں کا عید گاہ میں شامل ہونا مشروع، خواہ ان کی نماز ہوتی ہے یا نہیں ہوتی، البتہ بچوں کے ساتھ ان کے سرپرست کا ہونا ضروری ہے، جو انھیں کھیل کود اور غل غپاڑے سے باز رکھے، خواہ بچے نماز ادا کریں یا نہ کریں۔ [فتح الباری : ۲/ ۶۰۰]

(۴) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ فِي الْعِيْدَيْنِ مَعَ الْفَضْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَالْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ، وَجَعْفَرٍ، وَالْحَسَنِ، وَالْحُسَيْنِ، وَ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ، وَأَيْمَنَ ابْنِ أُمِّ أَيْمَنَ رَافِعًا صَوْتَهُ بِالتَّهْلِيْلِ وَالتَّكْبِيْرِ»

”بلاشبہ رسول اللہ ﷺ عیدین میں فضل بن عباس، عبداللہ بن عباس، عباس، علی، جعفر، حسن و حسین، اسامہ بن زید بن حارثہ اور ایمن بن ام ایمن رضی اللہ عنہم کے ہمراہ با آواز بلند تکبیر و تہلیل کہتے (عیدگاہ کی طرف) روانہ ہوتے تھے۔“

[صحیح ابن خزیمه: ۱۴۳۱- بیهقی : ۳/ ۶۷۹- إسناده حسن عبدالله بن عمر بن حفص العمری کی نافع سے روایت حسن هے]

فقہ الحدیث:

یہ حدیث واضح نص ہے کہ بچوں کو عید گاہ میں لے جانا مسنون فعل ہے کیونکہ عباس، علی، جعفر، زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کے سوا آپ ﷺ کے ہمراہ تمام حاضرین بچے ہی تھے۔

عیدین میں تکبیرات کہنے کا بیان:

ایام عیدین میں اور عیدگاہ میں جاتے وقت تکبیرات کا اہتمام کرنا مسنون و مستحب عمل ہے لہٰذا تکبیرات کا والہانہ اہتمام کرنا چاہئے اور اس سنت کے احیاء کی حتی الوسع کوشش کرنی چاہیے۔

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیرات کا اہتمام کرنا:

عیدگاہ جاتے وقت گھر سے نکلتے ہوئے عیدگاہ میں داخل ہونے تک با آواز بلند تکبیر تہلیل کا ورد کرنا مشروع ومسنون فعل ہے۔

(۱) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ فِي الْعِيدَيْنِ مَعَ الْفَضْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَبْدِاللّٰه بْنِ عَبَّاسٍ وَالْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ، وَجَعْفَرٍ، وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ، وأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، وَزَيْدِ حَارِثَةَ، وَأَيْمَنَ بْنِ أُمِّ أَيْمَنَ، رَافِعًا صَوْتَهُ بِالتَّهْلِيلَ وَالتَّكْبِيرِ»

"بالتحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل بن عباس، عبداللہ بن عباس، عباس، علی، جعفر، حسن وحسین، اسامہ بن زید، زید بن حارثہ اور ایمن بن ام ایمن رضی اللہ عنہم کے ہمراہ عیدین میں (نماز عید کے لیے) نکلتے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم با آواز بلند تکبیر وتہلیل کہہ رہے ہوتے تھے۔"

[صحیح ابن خزیمه: ۱۴۳۱- بیهقی : ۶۷۹/۳- إسناده حسن لذاته، عبداللہ بن عمر بن حفص العمری ضعیف راوی ہے لیکن نافع سے ان کی روایت صحت پر مبنی ہے]

(۲) نافع سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ ابْنِ عُمَرَ كَانَ يَغْدُو يَوْمَ الْعِيدِ وَيكبّرُ وَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ حَتَّى يَبْلُغَ الْإِمَامُ»

"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صبح سویرے (نماز عید کے لیے) نکلتے اور جب تک امام (عیدگاہ میں) نہ پہنچتا وہ با آواز بلند تکبیر کہتے رہتے تھے۔"

[مصنف ابن أبی شیبه: ۵۶۱۸، بیهقی: ۶۷۹/۳ اسناده حسن، محمد بن عجلان صدوق راوی هے]

(۳) زہری بیان کرتے ہیں:

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

« كَانَ النَّاسُ يُكَبِّرُوْنَ فِي الْعِيْدِ حِيْنَ يَخْرُجُوْنَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ حَتَّى يَأْتُوا الْمُصَلَّى، وَحَتَّى يَخْرُجَ الْإِمَامُ، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ سَكَتُوْا فَإِذَا كَبَّرَ كَبَّرُوْا »

''لوگ عید میں اپنے گھر سے نکلتے وقت تکبیرات کہنا شروع کرتے، حتیٰ کہ وہ عید گاہ میں پہنچ جاتے اور امام بھی عیدگاہ میں پہنچ جاتا، چنانچہ جب امام (عید گاہ میں) پہنچ جاتا تو لوگ خاموش ہو جاتے اور جب وہ تکبیر کہتا تو لوگ بھی تکبیرات کہتے تھے۔''

[مصنف ابن أبي شيبه : ٥٦٢٨۔ أرواء الخليل: ١٢١/٣۔ إسناده صحيح]

(۴) امام اوزاعی اور مالک کا فتویٰ:

ولید بن مسلم کا بیان کہ میں نے اوزاعی اور مالک سے پوچھا کہ عیدین میں تکبیرات اونچی آواز سے کہی جا سکتی ہیں؟ اس سوال کے جواب میں انھوں نے کہا: ہاں! (ایسا کرنا جائز ہے) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عیدالفطر میں با آواز بلند تکبیرات کہتے تاوقتیکہ امام عید گاہ میں پہنچ جاتا۔ [أرواء الغليل: ٢٢/٣، اسناده صحيح]

فقہ الحدیث:

(۱) یہ احادیث دلیل ہیں کہ عید گاہ جاتے ہوئے با آواز بلند تکبیر و تہلیل کا اہتمام کرنا مسنون و مستحب فعل ہے۔

(۲) نماز عید کے لیے تنہا نکلنے کے بجائے عزیز و اقارب اور رفقاء کے ساتھ عید گاہ کا رخ کرنا افضل عمل ہے۔

ضعیف حدیث کی نشاندہی:

(۱) زہری بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ فَيُكَبِّرُ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

حَتّٰی یَأْتِیَ الْمُصَلّٰی وَحَتّٰی یَقْضِیَ الصَّلَاۃَ، فَإِذَا قَضَی الصَّلَاۃَ قَطَعَ التَّکْبِیْرَ»

''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن نکلتے اور تکبیرات کہتے رہتے حتیٰ کہ عید گاہ پہنچ جاتے اور نماز سے فارغ ہو جاتے پھر جب آپ ﷺ نماز ادا کر لیتے تکبیرات کا سلسلہ منقطع کر دیتے تھے۔''

[مصنف ابن أبی شیبہ : ٥٦٢٠۔ إسنادہ مرسل یہ حدیث مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے]

عیدالفطر کے دن تکبیرات کہنے کا حکم:

عیدالفطر کے دن تکبیرات کہنے کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں:

(۱) ابوحنیفہ کہتے ہیں: عیدالاضحیٰ کے دن تکبیرات کہنا مشروع اور عیدالفطر کے دن تکبیرات کہنا ممنوع ہے۔ ان کی دلیل ابن عباس سے مروی یہ روایت ہے۔ شعبہ بیان کرتے ہیں:

«کُنْتُ أَقُوْدُ ابْنَ عَبَّاسٍ یَوْمَ الْعِیْدِ فَیَسْمَعُ النَّاسَ یُکَبِّرُوْنَ فَقَالَ: مَا شَأْنُ النَّاسِ فَلَنْ یُکَبِّرُوْنَ؟ قَالَ: یُکَبِّرُوْنَ، قَالَ: یُکَبِّرُ الْإِمَامُ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: أَمَجَانِیْنُ النَّاس ؟»

''میں عید کے دن ابن عباس رضی اللہ عنہما (کو عید گاہ میں) لے جا رہا تھا۔ تو انھوں نے لوگوں کو تکبیرات کہتے سنا اور پوچھا کیا وجہ ہے لوگ تکبیرات نہیں کہہ رہے ہیں انھیں بتایا گیا کہ لوگ تکبیرات کہہ رہے ہیں۔ انھوں نے پوچھا، امام بھی تکبیرات کہہ رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: جی نہیں، اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا یہ پاگل لوگ ہیں؟'' [مصنف ابن أبی شیبہ: ٥٦٢٩۔ إسنادہ صحیح]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

فوائد:

(۱) اس حدیث میں عیدالفطر کے دن تکبیرات کہنے کی ممانعت نہیں، بلکہ تکبیرات کہنے کا اثبات ہے، کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لوگوں کے تکبیرات کہنے کو معیوب نہیں سمجھا بلکہ امام کی موجودگی میں امام کی خاموشی پر تکبیرات کے اہتمام کو معیوب قرار دیا ہے۔

(۲) عید گاہ میں پہنچنے کے بعد تکبیرات کا اہتمام مشروع ہے۔ لیکن امام کے عید گاہ میں آ جانے کے بعد اگر امام تکبیرات کہے تو لوگ امام کے ساتھ تکبیرات کہیں گے اور اگر امام خاموشی اختیار کر لے تو دیگر لوگوں کا خاموش ہونا بہتر اور تکبیرات کہنا معیوب ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مدعا بھی یہی ہے۔ نیز آئندہ روایت بھی اس مؤقف کی تائید کرتی ہے۔

امام زہری سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں:

« كَانَ النَّاسُ يُكَبِّرُوْنَ فِي الْعِيْدِ حِيْنَ يَخْرُجُوْنَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ حَتّٰى يَأْتُوا الْمُصَلّٰى وَحَتّٰى يَخْرُجَ الْإِمَامُ فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ سَكَتُوْا فَإِذَا كَبَّرَ كَبَّرُوْا »

"لوگ عید کے دن اپنے گھروں سے نکلتے وقت تکبیرات کا آغاز کرتے (اور تکبیرات کا سلسلہ جاری رکھتے) حتیٰ کہ وہ عید گاہ میں پہنچ جاتے اور امام عیدگاہ کی طرف نکل آتا۔ پھر جب امام (عیدگاہ میں) آ پہنچتا تو لوگ خاموش ہو جاتے اور جب وہ تکبیر کہتا تو لوگ بھی تکبیر کہتے تھے۔"

[مصنف ابن أبی شیبه: ٥٦٢٨۔ أرواء الغلیل: ۹۲۱/۳، اسناده صحیح]

(۲) داؤد ظاہری کہتے ہیں: عیدالفطر کے دن تکبیرات کہنا واجب ہیں۔

[المغنی لابن قدامه مع الشرح الکبیر ۲۲۶/۲]

ان کی دلیل یہ آیت ہے:

﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

اللّٰهَ عَلٰی مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [البقرہ: ۱۸۵]

''اللہ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا اور تاکہ تم اس (نعمت) پر اللہ کی بڑائی بیان کرو، جو اس نے تمہیں ہدایت سے نواز ہے اور تاکہ تم شکر کرو۔''

(۳) ابن قدامہ کہتے ہیں عیدالفطر کے دن تکبیرات کہنا واجب نہیں کیونکہ شریعت (عیدالفطر کے دن تکبیرات کہنے کا) وجوب وارد نہیں ہے۔ سو اس کا حکم اصل (عدم وجوب) پر باقی رہتا ہے اور آیت میں تکبیرات کہنے کا حکم نہیں ہے (جس عیدالفطر میں تکبیرات کا وجوب ثابت ہو) بلکہ مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ اپنا ارا رہے ہیں (اور ارادہ سے تکبیرات کا استحباب ثابت ہوتا ہے)

[المغنی مع الشرح الکبیر: ۲۶/۳

راجح مؤقف:

اس مسئلہ پر راجح مؤقف یہ ہے کہ عیدالفطر کے دن تکبیرات کہنا مسنون و مستحب ہے اس کے بارے مفصل دلائل گزشتہ بحث ''عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیرات کا اہتمام ک میں بیان ہوئے ہیں۔ نیز حافظ ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ ابوحنیفہ اور داؤد ظاہری کے تمام علماء، عیدالفطر کے دن تکبیرات کہنے کے استحباب کے قائل ہیں۔

[تفسیر ابن کث

عیدالفطر میں تکبیرات کا آغاز واختتام:

عیدالفطر کا چاند نظر آنے پر تکبیرات عید کا آغاز اور اختتام کب کیا جائے اس بار علماء کی مختلف آراء ہیں:

(ا) جمہور علماء کا مذہب ہے کہ عیدالفطر کے دن تکبیرات کا وقت نماز عید کے لیے گھر نکلنے سے لے کر خطبہ عید کے آغاز تک ہے اس بارے ضعیف احادیث مروی ہے

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

حاکم کہتے ہیں: محدثین ہمیشہ اسی طریقہ پر کار بند رہے ہیں اور مالک، احمد، اسحٰق اور ابوثور کا بھی یہی مؤقف ہے۔

(۲) بعض اہل علم کہتے ہیں: عیدالفطر میں تکبیرات کا وقت عید کی رات چاند نظر آنے سے لے کر عید گاہ میں پہنچ جانے کے بعد امام کے عید گاہ میں آنے تک ہے (جب امام عید گاہ میں پہنچ جاتے تو تکبیرات کا سلسلہ منقطع کر دیا جائے اور اگر امام تکبیرات کہے تو حاضرین بھی تکبیرات کہہ سکتے ہیں)

[فقه السنة: ۱/۳۰۷]

راجح مؤقف:

اس مسئلہ میں راجح مؤقف ثانی الذکر علماء کا ہے کہ عیدالفطر میں تکبیرات کا آغاز ہلال عید نظر آنے پر اور اختتام عید گاہ میں امام کے پہنچنے پر کیا جائے اس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلَى مَاهَدَكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾

[سورة البقره: ۱۸۰]

”اور تا کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بیان کرو (اس نعمت پر) جو اس نے تمھیں ہدایت سے نوازا ہے اور تا کہ تم شکر کرو۔“

اس آیت میں رمضان کی گنتی پوری ہونے پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے اور تکبیرات کہنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ رمضان کی گنتی ہلال شوال کے طلوع ہونے پر مکمل ہوتی ہے، لہٰذا عیدالفطر میں تکبیرات کا آغاز چاند نظر آنے پر شروع کر دیا جائے۔

زید بن اسلم رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں:

« إِذَا رَأَى الْهِلَالَ، فَالتَّكْبِيْرُ مِنْ حِيْنَ يَرَى الْهِلَالَ حَتَّى يَنْصَرِفَ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

الْإِمَامُ فِی الطَّرِيقِ وَالْمَسْجِدِ، إِلَّا أَنَّهُ إِذَا حَضَرَ الْإِمَامُ كَفَّ فَلَا يُكَبِّرُ إِلَّا بِتَكْبِيرِهِ »

''جب ہلال عید نظر آئے تو وہ چاند دیکھنے سے لے کر امام کے عید گاہ پہنچنے تک راستے میں اور مسجد میں تکبیرات کہے۔ البتہ جب امام عید گاہ میں پہنچ جائے تو تکبیرات ترک کر دے پھر امام کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہے۔ (انفرادی طور پر تکبیرات کا اہتمام نہ کیا جائے)۔''

[تفسیر طبری: ۳/ ۵۷۹، اسنادہ صحیح

(۲) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« حَقٌّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ إِذَا نَظَرُوا إِلَى هِلَالِ شَوَّالٍ أَنْ يُكَبِّرُوا حَتَّى يَفْرُغُوا مِنْ عِيدِهِمْ، لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى ذِكْرُهُ، يَقُولُ: وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلَى مَاهَدَاكُمْ »

'' تمام اہل اسلام پر لازم ہے کہ جب وہ شوال کا چاند دیکھ لیں تو تکبیرات کا سلسلہ شروع کریں تاوقتیکہ وہ عید سے فارغ ہو جائیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور تاکہ وہ رمضان کی گنتی پوری کریں اور (اس نعمت پر) جو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہدایت سے سرفراز کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کریں۔''

[تفسیر طبری: ۳/ ۴۷۹، اسنادہ صحیح

(۳) ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں:

« وَجُمْلَتُهُ أَنَّهُ يُسْتَحَبُّ لِلنَّاسِ إِظْهَارُ التَّكْبِيرِ فِی لَيْلَتَیِ الْعِيدَيْنِ فِی مَسَاجِدِهِمْ، وَمَنَازِلِهِمْ وَطُرُقِهِمْ مُسَافِرِينَ كَانُوا، أَوْمُقِيمِينَ لِظَاهِرِ الْآيَةِ الْمَذْكُورَةِ »

'' اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ آیت کی رو سے تمام مسلمانوں کے لیے

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

خواہ وہ مسافر ہوں یا مقیم عیدین کی راتوں میں مساجد میں، گھروں پر اور راستوں میں بلند آواز سے تکبیرات کہنا مستحب فعل ہے۔''

[المغنی مع الشرح الکبیر: ۲/۲۲۶]

تکبیرات کے اختتام کا وقت:

جب امام عیدگاہ پر پہنچ جائے تو تکبیرات کا سلسلہ ختم کر دیا جائے۔ نافع بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَغْدُو يَوْمَ الْعِيدِ وَيُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ حَتَّى يَبْلُغَ الْإِمَامُ»

''بلاشبہ عبداللہ عمر رضی اللہ عنہما عید کے دن صبح سویرے نکلتے اور باآواز بلند تکبیرات کہتے رہتے تھے (یہ سلسلہ جاری رکھتے) حتیٰ کہ امام عیدگاہ میں پہنچ جاتا۔''

[مصنف ابن أبی شیبہ: ۲/۷۰، بیہقی ۳/۶۷۹، إسنادہ حسن۔ البتہ امام کے عیدگاہ میں پہنچنے پر امام تکبیرات کہے تو اس کے ساتھ تکبیرات کہی جا سکتی ہیں]

زہری سے روایت ہے:

« كَانَ النَّاسُ يُكَبِّرُوْنَ فِي الْعِيدِ حِيْنَ يَخْرُجُوْنَ مِن مَنَازِلِهِمْ حَتَّى يَأْتُوا الْمُصَلَّى، وَحَتَّى يَخْرُجَ الْإِمَامُ، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ سَكَتُوا، فَإِذَا كَبَّرَ كَبَّرُوا»

''لوگ عید میں گھروں سے نکلتے وقت تکبیرات کا سلسلہ شروع کرتے حتیٰ کہ وہ عیدگاہ میں پہنچ جاتے (اور تکبیرات جاری رکھتے) حتیٰ کہ امام عیدگاہ میں پہنچ جاتا پھر جب امام نکل آتا تو لوگ خاموش ہو جاتے اور جب امام تکبیر کہتا تو لوگ بھی تکبیر کہتے تھے۔''

[مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۲۸، أرواء الغلیل: ۳/۱۲۱، اسنادہ صحیح]

نیز جس حدیث میں وضاحت ہے کہ نبی ﷺ تکبیرات کا سلسلہ نماز عید سے فارغ ہونے کے بعد منقطع کرتے تھے وہ مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے تفصیل کے لیے دیکھئے: ص: ۱۷۔

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

عیدالاضحیٰ اور تکبیرات کا بیان:

عیدالاضحیٰ کے دنوں میں بھی تکبیرات کہنا مسنون و مستحب فعل ہے اس کے دلائل حسب ذیل ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيَذْكُرُوا اللّٰهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ﴾ [سورة الحج: ۲۸]

"اور وہ چند معلوم دنوں میں ان پالتو چوپاؤں پر اللہ کا ذکر کریں جو اس نے انھیں دیئے ہیں۔"

اور فرمایا:

﴿ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ ﴾ [سورة البقرة: ۲۰۳]

"اور گنے ہوئے چند دنوں (ایام التشریق) میں اللہ کا ذکر کرو۔"

فقہ التفسیر:

مذکورہ آیات کی رو سے ایام معلومات اور ایام معدودات (ایام التشریق) (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ) کا دن بھی انھیں ایام میں شامل ہے۔ لہٰذا عیدالاضحیٰ کے دن بالخصوص تکبیرات و تہلیلات کا اہتمام کیا جائے۔ نیز رسول اللہ ﷺ سے عیدالاضحیٰ کے دن عیدگاہ جاتے ہوئے با آواز بلند تکبیرات و تہلیلات کہنا ثابت ہے۔ دیکھئے: ص: ۶۹، ۷۰ بعنوان "عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیرات کا اہتمام کرنا۔"

عیدالاضحیٰ میں تکبیرات کا آغاز و اختتام:

عیدالاضحیٰ میں تکبیرات کا آغاز و اختتام کب کیا جائے، اس بارے علماء کے مختلف اقوال و مذاہب ہیں۔

(۱) احمد بن حنبل، ابو یوسف اور امام محمد کا موقف ہے کہ تکبیرات کا محل عرفہ (نو ذوالحجہ) کی فجر سے لے کر ایام التشریق (تیرہ ذوالحجہ) کے آخر تک ہر نماز کے بعد ہے۔

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

(۲) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، زید بن علی رضی اللہ عنہ، مالک کا قول اور شافعی کا ایک قول ہے کہ تکبیرات کا وقت دس ذوالحجہ کی ظہر سے لے کر تیرہ ذوالحجہ کی فجر تک ہے۔

(۳) اور شافعی کا ایک قول ہے کہ تکبیرات کا وقت دس ذوالحجہ کی نماز مغرب سے لے کر تیرہ ذوالحجہ کی فجر تک ہے۔

(۴) ابوحنیفہ کہتے ہیں: تکبیرات کا وقت عرفہ، نو ذوالحجہ کی فجر سے لے کر دس ذوالحجہ کی عصر تک ہے۔[نیل الأوطار : ۳۳۳/۳]

(۵) داؤد ظاہری رحمہ اللہ، زہری رحمہ اللہ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ تکبیرات کا وقت دس ذوالحجہ کی ظہر تا تیرہ ذوالحجہ کے عصر تک ہے۔

راجح قول:

حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں: عیدالاضحیٰ کے دنوں میں تکبیرات کی تعین کے بارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں اور صحابہ کرام میں علی رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح منقول اقوال کی رو سے راجح ترین موقف یہ ہے کہ تکبیرات کا وقت عرفہ (نو ذوالحجہ) کی صبح سے لے کر منیٰ کے آخر دن (تیرہ ذوالحجہ) کی عصر تک ہے)

[فتح الباری : ۵۹۵/۲]

اس موقف کے قرین صواب ہونے کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) عمیر بن سعید بیان کرتے ہیں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

« كَانَ يُكَبِّرُ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ »

''عرفہ کے دن نماز فجر سے لے کر تشریق کے آخری دن (تیرہ ذوالحجہ) کی عصر تک تکبیرات کہتے تھے۔''

[مصنف ابن أبي شيبة، إسناده صحيح]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

(۲) حکم بن فروخ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ بْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يُكَبِّرُ مِنْ غَدَاةِ عَرَفَةَ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ »

''بلاشبہ ابن عباس رضی اللہ عنہما عرفہ (نو ذوالحجہ) کی صبح سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن (تیرہ ذوالحجہ) کی نماز عصر تک تکبیرات کہا کرتے تھے۔''

[مستدرك حاكم : ۱/۲۹۹۔ بيهقى : ۳/۳۱۴۔ إسناده صحيح

(۳) امام اوزاعی کا فتویٰ:

ولید بن مزید بیان کرتے ہیں، امام اوزاعی سے عرفہ کے دن تکبیرات کہنے کے بار سوال ہوا تو انھوں نے کہا:

« يُكَبَّرُ مِنْ غَدَاةِ عَرَفَةَ إِلَى آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ كَمَا كَبَّرَ عَلِيٌّ وَعَبْدُ اللّٰهِ »

''یوم عرفہ کی صبح سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن (کی نماز عصر) تک تکبیرات کہی جائیں، جیسے (ان دنوں میں) علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تکبیرات کہی ہیں۔

[مستدرك حاكم: ۱/۳۰۰، إسناده حسن۔ عباس بن ولید بن مزید صدوق راوی ہے]

ضعیف روایات کی نشاندہی:

یوم عرفہ کی صبح سے لے کر تیرہ ذوالحجہ کی عصر تک تکبیرات کے بارے جتنی مرفو روایات منقول ہیں وہ ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں۔

(۱) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الصُّبْحَ مِنْ غَدَاةِ عَرَفَةَ يُقْبِلُ عَلَى أَصْحَابِهِ فَيَقُولُ: عَلَى مَكَانِكُمْ، وَيَقُولُ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ، فَيُكَبِّرُ مِنْ غَدَاةِ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

عَرفَةَ إِلَی صَلَاةِ الْعَصرِ مِنْ آخِرِ اَیَّامِ التَّشرِیقِ»

''رسول اللہ ﷺ جب یوم عرفہ کی صبح نماز فجر ادا کرتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرماتے، اپنی جگہوں پر ٹکے رہو اور (یہ کلمات) اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد کہتے۔ پھر آپ ﷺ عرفہ کی صبح سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن کی نماز عصر تک تکبیرات کہتے رہتے تھے۔''

[دارقطنی : ۱۷۱۹۔ أرواء الغلیل : ۱۲۴/۳۔ ضعیف جداً اس حدیث کی سند میں عمرو بن شمر متروک راوی اور جابر جعفی ضعیف راوی ہے]

(۲) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

« کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُکَبِّرُ فِی صَلَاةِ الْفجرِ یَوْمَ عَرفَةَ إِلَی صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَیَّامِ التَّشْرِیْقِ حِیْنَ یُسَلِّمُ مِنَ الْمَکْتُوْبَاتِ»

''رسول اللہ ﷺ عرفہ کے دن نماز فجر سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن کی نماز عصر تک فرض نمازوں سے سلام کے بعد تکبیرات کہا کرتے تھے۔''

[دارقطنی: ۲/۴۹: ۱۷۱۸، ضعیف جداً]

عمرو بن شمر متروک ہے اور جابر جعفی ضعیف وکذاب راوی ہے۔

اس بارے کئی اور ضعیف رایات بھی موجود ہیں۔ لیکن طوالت کے خوف کے پیش نظر انھیں بیان کرنے سے اجتناب کیا گیا ہے۔

کیا یکم ذوالحجہ سمیت ذوالحجہ کے ابتدائی آٹھ دونوں میں تکبیرات کہنا مشروع ہے؟

عیدالاضحیٰ کا چاند نظر آنے پر تکبیرات شروع کرنے کے بارے کوئی واضح صحیح دلیل موجود نہیں ہے۔ بلکہ اس بارے منقول مرفوع وموقوف روایات ضعیف اورنا قابل حجت ہیں لہٰذا صحیح موقف کی رو سے عیدالاضحیٰ میں تکبیرات کا آغاز نو ذوالحجہ کی فجر کے وقت شروع کرنا

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

چاہئے اور اختتام تیرہ ذوالحجہ کی عصر کے بعد کرنا چاہئے جیسا کہ گزشتہ بحث میں مفصل وضاحت بیان ہوئی ہے۔

ضعیف روایات کا بیان:

(۱) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا مِنْ أَيَّامٍ أَعْظَمُ عِنْدَاللّٰهِ، وَلَا أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنَ الْعَمَلِ فِيهِنَّ مِنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ، فَأَكْثِرُوا فِيهِنَّ مِنَ التَّهْلِيلِ، وَالتَّكْبِيرِ وَالتَّحْمِيدِ»

”دس ذوالحجہ کے ابتدائی دنوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم دن نہیں ہیں اور ان دنوں کے اعمال سے بڑھ کر عام دنوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب نہیں۔ سوتم ان دنوں میں تہلیل وتکبیر اور تحمید کا کثرت سے اہتمام کرو۔“

[مسند أحمد : ۷۵/۲، ۱۳۱/۲۔ إسناده ضعيف، يزيد بن ابی زياد كوفی ضعيف مدلس راوی هے اور اس حديث ميں اس كا عنعنه بهی هے]

(۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَا مِنْ أَيَّامٍ أَفْضَلُ عِنْدَاللّٰهِ وَلَا الْعَمَلُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ، فَأَكْثِرُوا فِيهِنَّ مِنَ التَّهْلِيلِ، وَالتَّكْبِيرِ، وَذِكْرِ اللّٰهِ، فَإِنَّهَا أَيَّامُ التَّهْلِيلِ، وَالتَّكْبِيرِ، وَذِكْرِ اللّٰهِ»

”اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن باقی دنوں سے افضل ہیں اور ان کے اعمال (باقی دنوں کے اعمال سے) زیادہ محبوب ہیں۔ چنانچہ ان دنوں میں تہلیل وتکبیر اور ذکر کا بکثرت اہتمام کرو، کیونکہ یہ تہلیل وتکبیر اور ذکر اللہ کے دن ہیں۔“

[شعب الإيمان للبيهقی: ۳۵۶/۳۔ ضعيف ترغيب و ترهيب: ۷۳۰۵۔ إسناده ضعيف جدًا عبد الله بن محمد بن وهب دينوری متهم بالكذب اور يحيیٰ بن عيسى رملی ضعيف راوی هے]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

《 كَانَ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ يَخْرُجَانِ إِلَى السُّوقِ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ، يُكَبِّرَانِ وَ يُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيرِهِمَا 》

”ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں بازار میں نکل کر تکبیرات کہتے اور لوگ بھی ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیرات کہتے تھے۔

[صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی ایام العشر، اسنادہ ضعیف. (یہ اثر معلق اور بے سند ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں یہ اثر مجھے مفصل سند کے ساتھ نہیں ملا اور امام بیہقی اور امام بغوی نے بھی اس اثر کو معلق روایت کیا ہے][فتح الباری: ۳/۵۹۰]

(۴) ابن عباس نے وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَٰتٍ، کی تفسیر بیان کی ہے کہ ایام معلومات سے مراد ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں۔

صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی ایام التشریق ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس تفسیری قول سے یہ استدلال لینا کہ ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں تکبیرات مشروع ہیں، درست نہیں کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بھی مروی ہے کہ ایام معلومات یوم نحر اور اس کے بعد کے تین دن ہیں اور امام طحاوی نے اس مؤخر الذکر قول کو راجح قرار دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان :

﴿ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ﴾ [سورہ الحج : ۲۸]

”اور وہ چند معلوم دنوں میں ان پالتو جانوروں پر اللہ کا ذکر کریں“ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایام معلومات سے مراد قربانی کے دن ہیں (ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن نہیں)۔“ [فتح الباری: ۲/۵۹۰]

نیز عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ذاتی فعل بھی ان کے اول الذکر قول کے مخالف ہے:

عکرمہ بیان کرتے ہیں:

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

«أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يُكَبِّرُ مِنْ غَدَاةِ عَرَفَةَ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِ
أَيَّامِ التَّشْرِيقِ»

"بلاشبہ ابن عباس رضی اللہ عنہما عرفہ کی فجر سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن کی نما
عصر تک تکبیرات کہا کرتے تھے۔"

[مستدرك حاكم : ١/٢٩٩۔ بيهقی : ٣/٣١٤، إسناده صحيح]

تکبیرات کے اوقات:

تکبیرات کہنے کے مخصوص اوقات نہیں ہیں بلکہ ان دنوں تمام اوقات میں تکبیر
اہتمام مستحب عمل ہے اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

«كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ فِي قُبَّتِهِ بِمِنًى، فَيَسْمَعُهُ أَهْلُ
الْمَسْجِدِ فَيُكَبِّرُوْنَ وَ يُكَبِّرُ أَهْلُ الْأَسْوَاقِ حَتَّى تَرْتَجَّ مِنًى تَكْبِيْرًا»

"عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں اپنے خیمے میں تکبیرات کہتے اور ان کی تکبیرات سن کر اہل مسج
اور بازار میں موجود لوگ تکبیرات کہتے حتیٰ کہ منیٰ تکبیر کی آواز سے گونج اٹھتا۔"

«وَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُكَبِّرُ بِمِنًى تِلْكَ الْأَيَّامَ وَ خَلْفَ الصَّلَوَاتِ، وَعَلَى
فِرَاشِهِ، وَفِي فُسْطَاطِهِ وَمَجْلِسِهِ وَمَمْشَاهُ، وَتِلْكَ الْأَيَّامَ جَمِيْعًا»

"ابن عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں، منیٰ کے دنوں میں، نمازوں کے بعد، اپنے بستر پر، اپ
خیمے میں، اپنی مجلس میں اور چلتے پھرتے ان تمام دنوں میں تکبیرات کہا کرتے تھے۔"

«وَ كَانَ النِّسَاءُ يُكَبِّرْنَ خَلْفَ أَبَانَ بْنَ عُثْمَانَ، وَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ
لَيَالِيَ التَّشْرِيقِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ»

"اور عورتیں تشریق کی راتوں میں ابان بن عثمان اور عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے
مردوں کے ساتھ مسجد میں تکبیرات کہتی تھیں۔"

[صحيح بخاری، كتاب العيدين، باب التكبير ايام منىٰ و إذا غدا إلى العرفة]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

فوائد:

(۱) حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں: امام بخاری نے اس مؤقف کو اختیار کیا ہے کہ تکبیرات کے دنوں میں تمام اوقات میں سبھی افراد (مرد و زن اور مقیم و مسافر) کے لیے تکبیرات کہنا مشروع ہیں اور مذکورہ بالا آثار اس مؤقف کی تائید کرتے ہیں۔"

[فتح الباری : ۲/۵۹۵]

(۲) امام شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: راجح مسئلہ یہ ہے کہ محض نمازوں کے بعد مخصوص اوقات میں تکبیرات کہنا مستحب نہیں۔ بلکہ تکبیرات کے تمام دنوں میں ہر وقت تکبیرات کہنا مستحب فعل ہے اور اوپر بیان کردہ آثار اس کی دلیل ہیں۔ [نیل الأوطار: ۳/۳۳٤]

(۳) ایام تشریق میں تکبیرات کے مخصوص اوقات نہیں ہیں۔ بلکہ ان دنوں میں ہر وقت تکبیرات کہنا مستحب فعل ہے۔

[فقه السنه: ۱/۳۰۷]

نیز جس روایت میں فرض نمازوں کے بعد تکبیرات کہنے کی تخصیص ہے وہ روایت ضعیف ہے۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ حِينَ يُسَلِّمُ مِنَ الْمَكْتُوبَاتِ »

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کے دن نماز فجر سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن کی نماز عصر تک (اس وقت) فرض نمازوں سے سلام پھیرتے وقت تکبیرات کہا کرتے تھے۔"

[دارقطني: ۲/۴۹:۱۷۱۷، نصب الرايه: ۳/۴۰٦، اسناده ضعيف جداً، عمرو بن شمر متروك اور جابر بن يزيد بن حارث جعفي ضعيف اور كذاب

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

راوی ہے]

عورتیں بھی تکبیرات کہیں گی:

جس عیدین میں مردوں کو تکبیرات کہنے کا حکم ہے۔ عورتیں بھی اس حکم میں شامل ہیں اور عورتوں کے لیے بھی تکبیرات کہنا مستحب فعل ہے۔ اس کے مزید دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) صحیح بخاری میں ترجمۃ الباب میں مذکور ہے:

«وَ كَانَ النِّسَاءُ يُكَبِّرْنَ خَلْفَ أَبَانَ بْنَ عُثْمَانَ، وَ عُمَرَبْنِ عَبْدِالْعَزِيزِ لَيَالِيَ التَّشْرِيقِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ»

''اور عورتیں تشریق کی راتوں میں اَبان بن عثمان اور عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے مسجد میں مردوں کے ساتھ تکبیرات کہتی تھیں۔''

(صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب التکبیر ایام منی واذاغدا الی عرفة)

مذاہب وآراء:

عورتوں کے تکبیرات کہنے کی مشروعیت کے بارے علماء کی مختلف آراء ہیں۔

(۱) مالک اور شافعی کا مذہب ہے کہ ایام تشریق میں نمازوں کے بعد عورتوں پر تکبیرات کہنا لازم ہے۔

(۲) ابوحنیفہ کہتے ہیں: ایام تشریق میں عورتیں تکبیرات نہیں کہیں گی۔

(۳) ابویوسف اور محمد کا موقف ہے کہ عورتوں کے لیے تکبیرات ایسے ہی مشروع ہیں جیسے مردوں پر تکبیرات مشروع ہیں۔'' [شرح ابن بطال: ۱۹۲/۴]

(۴) سفیان ثوری کی رائے ہے کہ عورتیں نماز باجماعت ادا کرنے کی صورت میں تکبیرات کہیں گی امام احمد نے بھی اسی قول کو احسن کہا ہے۔

(۵) البتہ امام احمد سے ایک دوسرا قول منقول ہے کہ عورتیں تکبیرات نہ کہیں، کیونکہ تکبیر ایسا ذکر ہے جس میں آواز بلند کرنا مشروع ہے اور اذان کی طرح تکبیرات میں آواز بلند

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

کرنا عورت کے لیے جائز نہیں۔[المغنی مع الشرح الکبیر : ۲/۲۴۸]

راجح موقف :

اس مسئلہ میں راجح مؤقف یہ ہے کہ بلاتعیین و تخصیص عورتیں بھی تکبیرات کے دنوں میں ہر وقت تکبیرات کہہ سکتی ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں تکبیرات کے اوقات (اور تکبیرات کون کہے) اس بارے کافی اختلاف ہے۔ چنانچہ

(۱) بعض علماء نے تکبیرات کا وقت نماز کے بعد مخصوص کیا۔

(۲) کچھ علماء نے نوافل کے بجائے فرض نمازوں کے بعد کا وقت تکبیرات کے لیے خاص کیا ہے۔

(۳) بعض علماء نے تکبیرات کو عورتوں کے بجائے مردوں کے ساتھ خاص کیا ہے۔

(۴) کچھ نے منفرد کے بجائے نماز با جماعت کی تخصیص کی ہے۔

(۵) بعض نے قضا نماز کو چھوڑ کر ادا نماز کی شرط عائد کی ہے۔

کچھ علماء نے مسافر کے سوا مقیم کی قید لگائی ہے لیکن امام بخاری نے اس مسئلہ کو اختیار کیا ہے کہ تکبیرات کہنا۔ (تمام اوقات اور) تمام افراد (مرد، عورت، مقیم و مسافر سبھی کے لیے) مشروع و جائز ہے اور ترجمۃ الباب میں منقول آثار اس مؤقف کی تائید کرتے ہیں۔

[فتح الباری: ۲/۵۹۵]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

حائضہ عورتیں بھی تکبیرات کہیں گی:

عیدین میں حائضہ عورتوں کو بھی تلقین ہے کہ وہ تکبیرات کا اہتمام کریں۔ امام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« كُنَّا نُؤْمَرُ اَنْ نَخْرُجَ يَومَ الْعِيدِ، حَتَّى نُخْرِجَ الْبِكْرَ مِنْ خِدْرِهَا، حَتَّى نُخْرِجَ الْحُيَّضَ فَيَكُنَّ خَلفَ النَّاسِ، فَيُكَبِّرْنَ بتَكْبِيْرِهِمْ، وَيَدْعُونَ بِدُعَائِهِمْ يَرْجُونَ بَرَكَةَ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَطُهْرَتَهُ »

''ہمیں عید کے دن (عیدگاہ میں) پہنچنے کا حکم دیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ (ہمیں حکم ہوتا کہ) ہم دوشیزہ کو اس کی خلوت گاہ سے اور حائضہ عورتوں کو بھی نکالیں اور وہ (حائضہ عورتیں) لوگوں کے پیچھے رہیں اور ان کی تکبیرات کے ساتھ تکبیرات کہیں۔ ان کی دعاؤں کے ساتھ دعا کریں اور وہ اس دن کی برکت اور گناہوں سے پاکی کی امید رکھیں۔''

[صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب التکبیر ایام منیٰ و إذا غدا إلی عرفة :۹۷۱]

تنبیہ:

(ا) ابن قدامہ حنبلی بیان کرتے ہیں:

« وَيَنبَغِي لَهُنَّ اَنْ يَخْفِضْنَ أَصْوَاتَهُنَّ حَتَّى لَايَسْمَعُهُنَّ الرِّجَالُ »

''عورتوں کے لیے مناسب ہے کہ وہ پست آواز میں تکبیرات کہیں حتیٰ کہ مرد ان کی آواز نہ سن سکیں۔''

[المغنی لا بن قدامہ مع الشرح الکبیر: ۲۴۸/۲]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

(۲) ابن رجب حنبلی رقم طراز ہیں: جب عورتیں با جماعت نماز ادا کریں تو وہ بھی مردوں کے ساتھ تکبیرات کہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں:

«وَلٰكِنِ الْمَرْأَةُ تَخْفِضُ صَوْتَهَا بِالتَّكْبِيرِ»

''لیکن تکبیرات کہتے وقت عورت اپنی آواز پست رکھے۔''

[فتح الباری لابن رجب : ۵۸/۷]

تکبیرات کے الفاظ:

یاد رکھیے! تکبیرات کے متعلق الفاظ رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں بلکہ اس بارے آپ ﷺ کی طرف منسوب آئندہ روایت انتہائی ضعیف ہے۔ جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں:

«كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الصُّبْحَ مِنْ غَدَاةِ عَرَفَةَ، يُقْبِلُ عَلَى أَصْحَابِهِ فَيَقُولُ : عَلَى مَكَانِكُمْ، وَيَقُولُ : اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ»

''رسول اللہ ﷺ عرفہ کی صبح جب نماز فجر ادا کرتے تو اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر کہتے: اپنی جگہوں پر برقرار رہیے اور آپ ﷺ یہ کلمات: اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد کہتے تھے''۔

[دارقطنی : ۵۰/۲۔ أرواء الغلیل : ۴۰۷/۳۔ إسناده ضعیف جداً]

عمرو بن شمر متروک اور جابر بن یزید بن حارث جعفی ضعیف اور کذاب ہے۔

البتہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بسند صحیح تکبیرات کے الفاظ منقول ہیں۔

(۱) ابو عثمان نہدی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

«كَانَ سَلْمَانُ يُعَلِّمُنَا التَّكْبِيرَ يَقُولُ: كَبِّرُوا اللّٰهَ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ مِرَارًا، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ أَعْلَى وَأَجَلُّ مِنْ أَنْ تَكُونَ لَكَ صَاحِبَةٌ، أَوْ يَكُونَ لَكَ وَلَدٌ، أَوْ يَكُونَ لَكَ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ، أَوْ يَكُونَ لَكَ وَلِيٌّ مِنَ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيرًا اَللّٰهُ أَكْبَرُ تَكْبِيرًا، أَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا»

"سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہمیں تکبیرات کے الفاظ کی تعلیم دیتے تھے۔ وہ کہتے تم اللہ کی کبریائی بیان کرو (یعنی) بار بار اللہ اکبر کہو (پھر یہ کلمات کہو):

«أَللّٰهُمَّ اَنْتَ أَعْلَى وَأَجَلُّ مِنْ أَنْ تَكُوْنَ لَكَ صَاحِبَةٌ أَوْ يَكُوْنَ لَكَ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ، وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا، اَللّٰهُ أَكْبَرُ تَكْبِيرًا، أَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا، أَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا»

"اے اللہ تو اس سے بالا و برتر ہے کہ تیری بیوی ہو، یا تیری اولاد ہو، یا بادشاہت میں تیرا کوئی شریک ہو، یا کمزوری میں تیرا کوئی مددگار ہو، اور اس کی خوب بڑائی بیان کرو، اللہ واقعی سب سے بڑا ہے، اے اللہ! ہمیں معاف فرما، اے اللہ ہم پر رحم فرما۔"

[مصنف عبدالرزاق: ۲۹۰/۱۱: ۲۰۵۸۱، بیہقی: ۳۱۶/۳، اسنادہ صحیح، حافظ ابن حجر نے اس اثر کو باعتبار سند صحیح ترین قرار دیا ہے۔ [فتح الباری: ۵۹۵/۲]

(۲) عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما (بایں الفاظ) اللہ اکبر کبیرا، اللہ اکبر کبیرا، اللہ اکبر واجل، اللہ اکبر وللہ الحمد تکبیرات کہا کرتے تھے۔

[مصنف ابن ابی شیبة: ۵۶۴۵، اسنادہ صحیح]

ضعیف آثار:

(۱) عبداللہ بن مسعود ایام تشریق میں ان الفاظ میں اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد تکبیرات کہتے تھے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۳۲، إسنادہ ضعیف ابو اسحاق سبیعی کی تدلیس ہے]

(۲) شریک بن عبداللہ قاضی بیان کرتے ہیں میں نے ابو اسحاق سبیعی سے پوچھا کہ علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما تکبیرات کیسے کہتے تھے؟ انہوں نے بیان کیا کہ یہ دونوں

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

حضرات (ان الفاظ میں) اللہ اکبر، اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد تکبیرات کہا کرتے تھے۔

[مصنف ابن ابی شیبه: ٥٦٥٢، اسناده ضعيف شريك بن عبدالله قاضى سيئ الحفظ هے]

خلاصۃ التحقیق:

چونکہ کتاب وسنت میں تکبیرات کے مخصوص الفاظ وارد نہیں ہیں، اس لیے صحیح آثار سے ثابت تکبیرات کے الفاظ کا اہتمام کرنا افضل ہے لیکن ضعیف روایت اور آثار میں مذکور الفاظ کا اہتمام کرنا بھی جائز ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے کا مقصود پورا ہو جاتا ہے۔

عیدین کی راتوں میں خاص عبادت:

عیدین کی رات میں خاص عبادات یا شب بیداری مسنون فعل نہیں اور اس بارے مروی روایات موضوع اور ضعیف ہیں۔

(۱) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ صَلَّى لَيْلَةَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى، لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ»

"جس نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی (تمام) رات نماز پڑھی اس کا دل اس دن زندہ رہے گا جس دن تمام دل مردہ ہوں گے۔"

[طبرانی اوسط: ١٥٩، الضعيفه: ٥٢٠ ضعيف جدًا]

اس سند میں عمر بن ہارون بلخی متروک راوی ہے حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اسے کذاب خبیث لکھا ہے۔ [میزان الاعتدال: ٢٢٨/٣]

(۲) ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيدَيْنِ مُحْتَسِبًا لِلّٰهِ، لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ »

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

''جس نے عیدین کی راتوں میں اللہ تعالیٰ سے طلب ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کا دل اس دن مردہ نہیں ہوگا جس دن دل مردہ ہو جائیں گے۔''

[ابن ماجه، كتاب الصيام، باب فيمن قام ليلتيى العيدين: ١٧٨٢ الضعيفه: ٥٢١

اس حدیث کی سند میں بقیہ بن ولید کی تدلیس ہے۔

(۳) ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيدَيْنِ لِلّٰهِ مُحْتَسِبًا فَلَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ حِيْنَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ »

''جو شخص عیدین کی راتوں میں طلب ثواب کی نیت سے اللہ کے لیے قیام کرے گا اس کا دل اس وقت زندہ ہوگا جس وقت دل مردہ ہوں گے۔''

[بيهقي : ٣١٩/٣۔ ضعيف ج

اس سند میں ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ اسلمی متروک راوی ہے۔

(۴) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ أَحْيَا اللَّيَالِيَ الْأَرْبَعَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، لَيْلَةَ التَّرْوِيَةِ، وَلَيْلَةَ الْعَرَفَةِ، وَلَيْلَةَ النَّحْرِ، وَلَيْلَةَ الْفِطْرِ »

''جس نے چار راتیں ترویہ (آٹھ ذوالحجہ) کی رات، عرفہ (نو ذوالحجہ) کی رات، نحر (دس ذوالحجہ) کی رات اور عیدالفطر کی رات شب بھر عبادت کی اس کے لیے جنت واجب ہے۔'' [الضعيفه : ٥٢٢، موضوع]

اس سند میں سوید بن سعید ضعیف، عبدالرحیم بن زید العمی متروک اور زید بن حو ضعیف راوی ہے۔

نماز عیدین کا حکم:

نماز عیدین کے فرض عین، فرض کفایہ، واجب اور سنت مؤکدہ ہونے کے بارے کے مختلف مذاہب ہیں: جنھیں ہم بالتفصیل بیان کریں گے:

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

(۱) نماز عید فرض کفایہ ہے:

(۱) حنابلہ کا مذہب ہے کہ نماز عید فرض کفایہ ہے اور جب بقدر فرضیت کچھ لوگ اس نماز کا اہتمام کریں تو باقی لوگوں سے اس کی فرضیت ساقط ہو جائے گی اور اگر تمام اہل شہر ترک عید پر متفق ہو جائیں تو حاکم وقت ان سے قتال کرے گا۔

[المغنی لا بن قدامه مع الشرح الكبير: ۲۲۳/۲]

(۲) شافعیہ میں سے ابوسعید اصطخری بھی اس مؤقف کے قائل ہیں کہ نماز عید فرض کفایہ ہے۔ [شرح النووی: ۱۷۰/۶]

(۲) نماز عید واجب ہے:

امام ابوحنیفہ کہتے ہیں نماز عید واجب ہے۔ فرض نہیں اس لیے کہ اس نماز میں خطبہ مشروع ہے۔ سو یہ واجب ہے فرض نہیں۔ [المغنی مع الشرح الكبير ۲۲۳/۲]

(یاد رکھیے! احناف کے نزدیک واجب کا درجہ فرض سے کم ہے اور ان کے نزدیک ترک واجب کی سزا ترک فرض سے کم ہے اسی طرح واجب کا منکر کافر نہیں ہوتا۔ جب کہ فرض کا منکر کافر ہو جاتا ہے) [الوجيز فى اصول الفقه ص: ۳۲]

(۳) نماز عید سنت مؤکدہ ہے:

(۱) امام مالک اور اکثر شافعیہ کا مؤقف ہے کہ نماز عید سنت مؤکدہ ہے۔

[المغنی لابن قدامه مع الشرح الكبير: ۲۲۴/۲]

(۲) امام نووی رقم طراز ہیں کہ امام شافعی، جمہور شافعیہ اور جمہور علماء کے نزدیک نماز عید سنت مؤکدہ ہے۔ [شرح النووی: ۱۷۰/۶]

اس مؤقف کے قائلین کے دلائل درج ذیل ہیں۔

(۱) طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَائِرَ الرَّأْسِ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

فَقَال: يَارَسُولَ الله ! أَخْبِرْنِی مَاذَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَیَّ مِنَ الصَّلَاةِ ؟ فَقَالَ:
اَلصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا))

''بلاشبہ ایک پراگندہ سر دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، یا رسول اللہ! مجھے بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ آپ نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ نے تجھ پر) پانچ نمازیں (فرض کی ہیں) ہاں تم مرضی سے کچھ نوافل ادا کر سکتے ہو۔''

[صحيح بخاری، كتاب الصيام، باب وجوب صوم رمضان: ۱۸۹۱۔ سنن نسائی كتاب الصيام، باب وجوب الصيام: ۲۰۹۲، صحيح ابن خزيمه: ۳۰۶]

رد:

نماز عید کی عدم فرضیت کے بارے ان کی یہ دلیل باطل ہے کیونکہ بعض روایات میں اس کی صراحت ہے کہ پانچ فرض نمازوں سے مقصود دن رات کی پانچ نمازیں ہیں (صحیح بخاری: ٤٦) ورنہ اس استدلال سے تو خطبہ جمعہ، نماز جنازہ اور تحیۃ المسجد کی فرضیت بھی ختم ہو جاتی ہے)

ابن قدامہ کہتے ہیں: مذکورہ حدیث ان علماء کے موقف کی دلیل نہیں ہے، کیونکہ بادیہ نشین لوگوں کی مستقل رہائش نہ ہونے کی وجہ سے نماز جمعہ واجب نہیں، لہٰذا ان پر نماز عید بالاولیٰ غیر واجب ہو گی۔ [المغنی لابن قدامه مع الشرح الكبير : ۲/۲۲۵]

(۲) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خَمْسُ صَلَوَاتٍ كَتَبَهُنَّ اللّٰهُ عَلَى الْعِبَادِ))

''اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔''

[أبوداؤد، كتاب الصلاة، باب فيمن لم يوتر: ۱٤۲۰۔ سنن نسائی، كتاب الصلاة باب المحافظة على الصلوات الخمس : ٤٦۲۔ مسند احمد: ۳۱۵/۵ اسناده ضعيف، ابورفيع الجمحی مجهول راوی هے، ليكن اس كا مفهوم درست هے]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

رد:

ابن قدامہ حنبلی اس دلیل کی تردید میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث خاص ہے، آپ ﷺ نے پانچ نمازوں کی فرضیت کی صراحت بطور خاص اس لیے ذکر کی ہے کہ یہ نمازیں فرض عین، دائمی واجب اور دن رات میں مکرر ادا کی جاتی ہیں، جب کہ دیگر نمازیں مثلاً نماز جنازہ، نذر کی نماز اور وہ نمازیں جن کی فرضیت کے بارے اختلاف ہے شاذ و نادر اور کسی علت کی وجہ سے کبھی کبھار واجب ہوتی ہیں اس وجہ سے آپ ﷺ نے دیگر فرض نمازیں بیان نہیں کیں۔

[المغنی لابن قدامه: ٢/٢٢٠]

(٣) اس مذہب کے قائلین کی تیسری دلیل یہ ہے کہ نماز عید سنت مؤکدہ ہے کیونکہ یہ رکوع وسجود والی ایسی نماز ہے جس کے لیے اذان مشروع نہیں ہے اور نماز استقاء اور نماز کسوف کی مثل یہ شروع سے (جب نماز فرض ہوئی تھی) واجب قرار نہیں دی گئی۔

[المغنی لابن قدامه مع الشرح الكبير: ٢/٢٢٤]

رد:

ابن قدامہ حنبلی اس دلیل کا رد بیان کرتے ہیں کہ ان کی یہ دلیل کئی اعتبار سے باطل ہے۔

(۱) ان کا یہ قیاس کہ نماز عید رکوع وسجود والی نماز ہے۔ صحیح نہیں کیونکہ نماز عید کے واجب ہونے میں رکوع وسجود کا کوئی دخل نہیں، اس لیے کہ تمام نوافل رکوع وسجود پر مشتمل ہوتے ہیں اور اس کے باوجود وہ واجب نہیں ہوتے۔ اس اعتراض کے بے اثر ہونے کی وجہ سے اسے حذف کرنا لازم ہے۔

(۲) پھر ان کا یہ قیاس کے اس میں اذان مشروع نہیں نماز جنازہ اور نماز نذر کی فرضیت کی وجہ سے باطل ہے، کیونکہ نماز جنازہ اور نماز نذر واجب ہیں لیکن ان میں اذان مشروع نہیں۔ نیز نماز پنجگانہ کی فرضیت کے وقت انہیں بھی (نماز جنازہ اور نماز نذر کو) فرض قرار نہیں دیا گیا۔ [المغنی لابن قدامه مع الشرح الكبير: ٢/٢٢٠]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

(۴) نمازِ عید فرض عین ہے:

امام ابن تیمیہ، شوکانی، صدیق حسن خان، علامہ البانی، ابن باز اور ابن عثیمین رحمہم اللہ کا موقف ہے کہ نمازِ عید فرض عین ہے۔ دلائل کے اعتبار سے یہی موقف راجح اور اقرب اِلی الصواب ہے، آئندہ سطور میں ہم نمازِ عید کی فرضیت کے دلائل مع مذکورہ ائمہ کے اقوال نقل کریں گے۔

دلائل:

(۱) فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ [سورۃ کوثر: ۲]

''پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔''

آیت کی تفسیر:

(۱) صدیق حسن خان بیان کرتے ہیں کہ ائمہ مفسرین نے اس آیت سے نمازِ عید مراد لی ہے۔[الروضة الندیه: ۱/۱٤۰]

(۲) امام قرطبی نقل کرتے ہیں:

«وَقَالَ قَتَادَةُ وَعَطَاءٌ وَ عِكْرَمَةُ : ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ ﴾ صَلَاةُ الْعِيدِ يَوْمَ النَّحْرِ»

''قتادہ، عطاء اور عکرمہ کہتے ہیں کہ ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ ﴾ سے مقصود دس ذوالحجہ کو نمازِ عید ادا کرنا ہے۔'' [تفسیر قرطبی: ۲۰/۲۱۸]

(۳) ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

«وَلَنَا عَلَى وُجُوبِهَا فِي الْجُمْلَةِ أَمْرُاللّٰهِ تعالىٰ بِهَا بِقَوْلِهِ، ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ وَالْأَمْرُ يَقْتَضِي الْوُجُوبَ وَ مُدَاوَمَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فِعْلِهَا، وَهَذَا دَلِيلُ الْوُجُوبِ»

"اور ہمارے لیے نماز عید کے واجب ہونے کے جملہ دلائل میں سے یہ دلیل ہے (ا) کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ میں نماز عید کا حکم دیا ہے اور حکم وجوب کے مقتضی ہے اور وجوب کی (دوسری دلیل) نبی ﷺ کا نماز عید کے اہتمام پر مداومت کرنا ہے اور یہ مداومت نماز عید کے واجب ہونے کی دلیل ہے۔" [المغني لابن قدامة مع الشرح الكبير: ٢/٢٢٤]

(۲) ربعی بن حراش رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ صحابی رسول نے بیان کیا:

« إِخْتَلَفَ النَّاسُ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ، فَقَدِمَ أَعْرَابِيَّانِ فَشَهِدَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّهِ لَأَهَلَّا الْهِلَالَ أَمْسِ، عَشِيَّةً، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُفْطِرُوا وَ أَنْ يَغْدُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ»

"رمضان المبارک کے آخری دن لوگوں میں (رویت ہلال کے بارے) اختلاف پیدا ہو گیا۔ چنانچہ دو دیہاتی آئے اور انہوں نے نبی ﷺ کے پاس اللہ کی قسم کھا کر گواہی دی کہ انہوں نے گزشتہ کل وقت شام واقعی چاند دیکھا ہے (اس پر) رسول ﷺ نے (لوگوں کو) حکم دیا کہ وہ روزہ توڑ دیں اور (کل) صبح سویرے اپنی عید گاہ کی طرف پہنچ جائیں۔"

[سنن أبو داوٗد، كتاب الصيام، باب شهادة رجلين على روية هلال شوال: ٢٣٣٩۔ بيهقي: ٤/٢٥٠۔ إسناده صحيح]

(۳) ابو عمیر بن انس اپنے چچاؤں سے بیان کرتے ہیں جو اصحاب نبی تھے:

« أَنَّ رَكْبًا جَاؤُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْهَدُونَ أَنَّهُمْ رَأَوُا الْهِلَالَ بِالْأَمْسِ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يُفْطِرُوا، وَ إِذَا أَصْبَحُوا يَغْدُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ»

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

"بالتحقیق مسافرین کی ایک جماعت نبی ﷺ کے پاس آئی اور وہ گواہی دیتے تھے کہ بلاشبہ انہوں نے گزشتہ کل ہلال شوال دیکھا ہے (اس پر) آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ روزہ ترک کر دیں اور جب صبح ہو تو وہ علی الصبح عید گاہ کی طرف چل دیں۔"

[سنن أبو داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب اذالم یخرج الامام للعید من یومه یخرج من الغد: ١١٥٧۔ سنن نسائی، کتاب صلاۃ العیدین، باب الخروج الی العیدین من الغد: ١٥٥٨ ابن ماجه، کتاب الصیام، باب ماجاء فی الشهادة علی رویة الهلال: ١٦٥٣۔ مسند أحمد: ٥/٣١٦۔ سنن بیهقی: ٣١٥/٣٠۔ إسناده صحیح]

(٣) ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

«أَمَرَنَا نَبِيُّنَا أَنْ نُخْرِجَ فِي الْعِيدَيْنِ الْعَوَاتِقَ وَ ذَوَاتِ الْخُدُوْرِ، وَأَمَرَ الْحُيَّضَ أَنْ يَعْتَزِلْنَ مُصَلَّى الْمُسْلِمِيْنَ»

"ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم عیدین میں بالغ اور پردہ نشین عورتوں کو (عیدگاہ میں) لے جائیں اور آپ ﷺ نے حائضہ عورتوں کو حکم صادر کیا کہ وہ مسلمانوں کی جائے نماز سے دور رہیں۔"

[صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب خروج النساء و الحیض إلی المصلی: ٩٧٤۔ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ العیدین، باب ذکر إباحة خروج النساء فی العیدین: ٩٨٠]

فوائد:

(١) علامہ البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: أحادیث الباب میں مرد و خواتین کو عیدگاہ میں پہنچنے کا حکم نماز عید کے وجوب کی دلیل ہے، نیز جب نماز عید کے لیے عیدگاہ میں جانا واجب ہے تو بلاریب نماز عید بالأولی واجب ہے۔

لہٰذا راجح مؤقف یہ ہے کہ نماز عید واجب ہے، سنت نہیں۔ [تمام المنه: ٣٤٤]

(٢) صدیق حسن خان رقمطراز ہیں کہ اہل علم کا نماز عید کے وجوب و عدم وجوب

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

اختلاف ہے، لیکن راجح مسئلہ یہ ہے کہ نماز عید واجب ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے نماز عید کے دائمی التزام کے ساتھ ہمیں نماز عید کے لیے نکلنے کا حکم بھی دیا ہے (جیسا کہ احادیث الباب میں مذکور ہے) [الروضة الندیه: ١/١٤٠]

(۳) امام شوکانی لکھتے ہیں:

بلاشبہ نبی ﷺ نے نماز عیدین کا ہمیشہ التزام کیا ہے اور کبھی کوئی عید ترک نہیں کی اور آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز عید کے لیے نکلنے کا حکم بھی دیا۔ نیز آپ ﷺ نے جوان، پردہ نشین اور حائضہ عورتوں کو بھی نماز عید کے لیے نکلنے کا حکم دیا اور آپ ﷺ نے حائضہ عورتوں کو تلقین کی کہ وہ نماز گاہ سے دور رہیں اور خیر اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں حتیٰ کہ آپ ﷺ نے ان عورتوں کو جن کے پاس ذاتی چادریں نہیں تھیں حکم دیا کہ ان کی سہیلیاں ان کی اوڑھنیوں کا بندوبست کریں۔ یہ تمام دلائل واضح دلیل ہیں کہ نماز عید فرض عین ہے، فرض کفایہ نہیں۔

[السیل الجرار: ١/٣١٥]

نیز شیخ ابن باز فتاویٰ ابن باز: ١٢/٣٤١ اور شیخ ابن عثیمین، فتاویٰ ابن عثیمین: ١٦/١٣٤، نے نماز عید کے فرض عین ہونے کو راجح قرار دیا ہے۔

(۴) معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا تم ایسی دو عیدوں (جمعہ کے دن عید) میں رسول اللہ ا کے ساتھ شریک ہوئے ہو، جو ایک دن میں جمع ہوں؟ انھوں نے کہا: ہاں! معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا (اس دن) آپ ﷺ نے کیا کیا؟ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

« صَلَّى الْعِيدَ، ثُمَّ رَخَّصَ فِي الْجُمُعَةِ فَقَالَ: مَنْ شَاءَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيُصَلِّ »

”آپ ﷺ نے (اس دن) نماز عید ادا کی، پھر آپ ﷺ نے جمعہ کی رخصت دی اور فرمایا: جو شخص نماز جمعہ پڑھنا چاہے پڑھ لے۔“

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

[سنن أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب إذا وافق يوم الجمعة يوم عيد: ١٠٧٠۔ سنن ابن ماجه : كتاب الصلاة، باب ماجاء فيما اذا اجتمع العيدان في يوم: ١٣١٠۔ مستدرك حاكم : ٣/٧٣، ١٠١٤۔ بيهقى : ٣/٣١٧۔ (إسناده حسن) ایاس بن ابی رملہ شامی، صدوق درجہ کا راوی ہے ابن حبان نے اس کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے اور حاکم نے اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے جس سے ان کی جہالت کا ازالہ ہو جاتا ہے]

فقہ الحدیث:

صدیق حسن خان کہتے ہیں: نماز عید کے وجوب کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ ایک دن میں جمعہ اور عید یکجا ہو جائیں تو نماز جمعہ ساقط ہو جاتی ہے اور جو چیز فی نفسہ واجب نہ ہو وہ کسی واجب کو ساقط نہیں کر سکتی۔

[الروضة الندية: ١/١٤٠، تمام المنه: ٣٤٤]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

نماز عیدین کا مستحب وقت

نماز عیدین کا مختار وقت طلوع آفتاب کے خوب روشن ہونے یعنی نماز چاشت کا ابتدائی وقت ہے۔ البتہ عیدین کے مختار وقت کے تعین کے بارے علماء کا اختلاف ہے اور اس اختلاف کے بیان کے بعد ہم راجح مؤقف کی نشاندہی کریں گے۔

(۱) امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا مذہب ہے کہ جب سورج طلوع ہو جائے اور نماز پڑھنے کی ممانعت کا وقت زائل ہو جائے وہ نماز عیدین کا اول وقت ہے۔

(۲) شافعیہ اور امام مالک کا قول ہے کہ جب سورج طلوع ہو جاتا ہے وہ نماز عیدین کا اول وقت ہے۔ خواہ نماز کا ممنوعہ وقت ختم نہ بھی ہو۔

[فتح الباری لابن رجب: ٤٧/٧]

شافعیہ نے جس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے وہ روایت ضعیف ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْدُو إِلَى الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ حِيْنَ تَطْلَعُ الشَّمْسُ فَيَتَتَامُّ طُلُوْعُهَا »

”بلاشبہ نبی ﷺ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے لیے طلوع آفتاب کے وقت نکلتے اور آپ ﷺ کی آمد پر، سورج مکمل طلوع ہوتا تھا۔“

[الام : ٢٦٥/١ - بیهقی: ٢٨٢/٣ - أرواء الغليل، ١٠١/٣ - إسناده ضعيف اس حدیث کی سند میں شافعی رحمہ اللہ کا استاد مجہول ہے اور یہ روایت مرسل بھی ہے ن دو علتوں کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

راجح موقف:

امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا موقف راجح اور أقرب الی الصواب ہے اس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) یزید بن خمیر رحبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« خَرَجَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ صَاحِبُ رَسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ النَّاسِ فِيْ يَوْمِ عِيْدِ فِطْرٍ أَوْ أَضْحٰى فَأَنْكَرَ إِبْطَاءَ الْإِمَامِ فَقَالَ: إِنَّا كُنَّا قَدْ فَرَغْنَا سَاعَتَنَا هٰذِهِ، وَذٰلِكَ حِيْنَ التَّسْبِيْحِ »

"عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ صحابی رسول عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے روز لوگوں کے ہمراہ (نماز عید کے لیے) نکلے اور انھوں نے امام کی تاخیر کو ناپسند کیا اور بیان کیا: بالیقین ہم اس گھڑی (نماز عید سے) فارغ ہو چکے ہوتے تھے اور (نماز عید کا وقت) یہ نفل نماز کا وقت ہوتا تھا۔"

[أبو داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب وقت الخروج إلی العید : ۱۱۳۰۔ سنن ابن ماجه، کتاب الصلاۃ، باب فی وقت صلاۃ العیدین: ۱۳۱۷۔ سنن بیهقی : ۲۸۲/۳، إسناده حسن]

فقہ الحدیث:

(۱) وَذٰلِكَ حِيْنَ التَّسْبِيْحِ :

امام سیوطی بیان کرتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ (نماز عید کا) وقت نماز چاشت کا وقت تھا۔ قسطلانی کہتے ہیں: نماز چاشت کا وقت مکروہ وقت ختم ہونے کے بعد کا وقت ہے۔ راوی کا یہ بیان کہ وہ نماز چاشت کا وقت ہوتا تھا کا مفہوم یہ ہے کہ نماز چاشت کا وقت نماز عید کا وقت ہے سو یہ حدیث دلیل ہے کہ نماز عید کا وقت روز عید کی نفل نماز کا وقت ہے اور حدیث عبداللہ بن بسر دلیل ہے کہ نماز عید کو جلدی ادا کرنا مشروع اور مقررہ وقت سے

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

انتہائی تاخیر مکروہ فعل ہے۔

[عون المعبود : ٤/٢٠]

(۲) ابن بطال کہتے ہیں: تمام فقہاء کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ طلوع آفتاب سے قبل اور طلوع آفتاب کے وقت نماز عید ادا کرنا ممنوع ہے اور جب سورج بلند ہو کر سفید ہو جائے اور نفل پڑھنا جائز ہو جائے یہ نماز عید کا وقت ہے تم عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے اس قول (وَذَلِكَ حِينَ التَّسْبِيحِ) "اور یہ نماز چاشت کا وقت ہوتا تھا" پر غور نہیں کرتے جو دلیل ہے کہ نماز عید کا وقت اس دن کی نفل نماز کا وقت ہے، سوا ئے اس وقت سے مؤخر نہ کیا جائے۔

[شرح ابن بطال: ٤/١٨٥]

نیز آئندہ احادیث بھی نماز عید کی تعجیل کے استحباب پر دلالت کرتی ہیں:

(۱) براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر (دس ذوالحجہ) کو ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا:

« إِنَّ أَوَّلَ مَانَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا »

"اس دن ہم سب پہلے جس کام سے آغاز کریں گے وہ ہمارا نماز پڑھنا ہے پھر ہم (عیدگاہ سے) لوٹ کر قربانی ذبح کریں گے چنانچہ جس نے (اس دن) یہ عمل کیا بالتحقیق اس نے ہماری سنت اختیار کی۔"

[صحيح بخارى، كتاب العيدين، باب التبكير للعيد : ٩٦٨ـ صحيح مسلم، كتاب الأضاحى، باب وقتها: ١٩٦١، صحيح ابن حبان: ٥٩٠٨، مسند احمد: ٤/٢٨١]

فقہ الحدیث:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: یہ حدیث دلیل ہے کہ روز عید نماز کی تیاری اور نماز

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

کے لیے خروج کے سوا اور کام میں مشغول ہونا ناجائز ہے اور اس دن سب سے پہلے نماز عید ہی کا التزام کیا جائے۔ چنانچہ یہ عمل (کہ اولا نماز عید ادا کی جائے) اس بات کے متقاضی ہے کہ نماز عید جلد ادا کی جائے۔

[فتح الباری : ۵۸۹/۲]

(۲) جب تیس رمضان المبارک کو دو دیہاتیوں نے گواہی دی کہ انہوں نے گزشتہ کل ہلال عید دیکھا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ روزہ توڑ دیں:

« وَأَنْ يَغْدُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ »

"اور آئندہ کل صبح سویرے اپنی عیدگاہ کا رخ کریں۔"

[سنن أبو داوٗد، کتاب الصیام، باب شھادۃ الرجلین علی رؤیتہ ھلال شوال: ۲۳۳۹، سنن بیھقی: ۲۵۰/٤، "إسنادہ صحیح"]

فقہ الحدیث:

یہ حدیث نماز عید کے لیے جلدی عیدگاہ کی طرف نکلنے کی دلیل ہے کیونکہ لفظ "اَلْغَدَاۃُ" طلوع فجر اور طلوع آفتاب کے درمیان کا وقت (القاموس الوحید) سو اس وقت عیدگاہ کا رخ کرنے سے تمام لوگ بآسانی نماز عید کے مستحب وقت میں حاضر ہو سکتے ہیں۔

نماز عیدین ایک ہی وقت پر ادا کرنا مستحب ہے:

نماز عیدین ایک ہی وقت (یعنی طلوع آفتاب کے خوب روشن ہونے پر) ادا کرنا مشروع و مسنون ہے لیکن علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ نماز عیدین کو ایک مشترک وقت پر ادا کرنا مستحب ہے، یا ان میں تقدیم و تاخیر بہتر ہے، اس بارے علماء کے دو قول ہیں:

(۱) امام مالک کہتے ہیں: دونوں عیدیں ایک وقت پر پڑھی جائیں۔

(۲) امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مؤقف ہے کہ عید الفطر کی نماز مؤخر اور عید الاضحیٰ کی نماز مقدم کی جائے۔

[فتح الباری لابن رجب : ٤٨٤٧/٧]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

راجح قول:

امام مالک کا قول راجح ہے اس کے قرین صواب ہونے کے دلائل گزشتہ بحث، نماز عیدین کا مستحب وقت میں بیان ہوئے ہیں مزید دلیل آئندہ اثر ہے۔

(ا) لیث بن سعد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن تیمی سے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نمازوں کے وقت کے بارے سوال ہو تو ربیعہ نے کہا:

((إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَالتَّعْجِيلُ فِيهِمَا أَحْسَنُ مِنَ التَّاخِيرِ))

''جب سورج طلوع ہو جائے تو انھیں (دو عیدین کی نمازوں کو) جلد ادا کرنا تاخیر سے بہتر ہے۔''

[احکام العیدین للفریابی : ۳۶/۱، "إسناده حسن" ابوصالح کاتب اللیث صدوق راوی ھے]

مذکورہ اثر اور گزشتہ روایات میں نماز عیدین کا ایک ہی وقت مذکور ہے لہٰذا عید کی دونوں نمازوں کو ایک ہی وقت پر ادا کرنا مستحب ہے۔

نیز جن روایات میں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نمازوں کے اوقات میں تفاوت ہے، وہ ناقابل احتجاج ہیں۔

(ا) ابوالحویرث رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ وَهُوَ بِنَجْرَانَ أَنْ عَجِّلِ الْأَضْحَى، وَأَخِّرُ الْفِطْرَ وَذَكِّرِ النَّاسَ»

''بلاشبہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو خط لکھا حالانکہ وہ نجران میں تھے کہ عیدالاضحیٰ جلدی ادا کرو، عیدالفطر کو مؤخر کرو اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرو۔''

[بیھقی: ۲۸۲/۳، کتاب الام: ۲۰۵/۱، اسناده ضعیف جداً ، یہ روایت مرسل ہونے کے ساتھ انتہائی ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ اسلمی متروک راوی ہے]

(۲) حسن بن احمد البناء نے کتاب الأضاحی میں عن وکیع، عن المعلی بن ہلال عن الاسود بن

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

قیس عن جندب کے طریق سے روایت بیان کی کہ:

« كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِنَا يَوْمَ الْفِطْرِ وَالشَّمْسُ عَلَى قِيْدِ رُمْحَيْنِ وَالْأَضْحَى عَلَى قِيْدِ رُمْحٍ »

''نبی ﷺ ہمیں عیدالفطر کے دن نماز عید پڑھاتے جب کہ سوج دو نیزے جتنا بلند ہوتا اور عیدالاضحیٰ کی نماز کے وقت سورج ایک نیزے جتنا بلند ہوتا تھا۔''

[ارواء الغلیل: ۱۰۱/۳، تلخیص الحبیر: ۸۳/۲، إسناده ضعیف جداً، معلی بن ہلال بن سوید کذاب اور وضاع ہے]

نمازعیدین کے لیے اذان واقامت، نداء اور ہمہ قسم کے اعلانات غیر مشروع ہیں:

نمازعیدین سے قبل اذان، اقامت، ندا اور اقامت نماز کے لیے کسی بھی قسم کلمات مشروع نہیں، بلکہ نمازعیدین کا اہتمام اذان و اقامت اور ندا وغیرہ کے بغیر کرنا مسنون و مشروع ہے۔

دلائل:

(۱) جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيْدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ، بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ »

''میں نے ایک یا دو مرتبہ نہیں، بلکہ کئی مرتبہ، رسول ﷺ کی معیت میں نماز عیدین بغیر اذان واقامت کے ادا کی۔''

[صحیح مسلم، کتاب صلاۃ العیدین، باب کتاب صلاۃ العیدین: ۸۸۷۔ أبو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب ترك الأذان فی العید: ۱۱۴۸۔ جامع ترمذی، أبواب العیدین، باب ما جاء أن صلاۃ العیدین بغیر اذان ولا إقامة: ۵۳۲، مسند احمد: ۹۱/۵]

(۲) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور جابر بن عبداللہ نے بیان کیا کہ:

« لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمَ الْأَضْحَى، ثُمَّ سَأَلْتُهُ بَعْدَ حِيْنٍ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

عَنْ ذَلِكَ، فَأَخبَرَنِی قَالَ: أَخبَرَنِی جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللهِ الْأَنْصَارِیُّ أَنْ لَا أَذَانَ لِلصَّلَاةِ یَوْمَ الْفِطْرِ، حِیْنَ یَخرُجُ الْإِمَامُ، وَلَا بَعْدَمَا یَخْرُجُ، وَلَا إِقَامَةَ، وَلَانِدَاءَ وَلَاشَيْءَ، لَا نِدَاءَ یَوْمَئِذٍ وَلَا إِقَامَةَ»

''عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن (نماز عیدین کے لیے) اذان نہیں کہی جاتی تھی (ابن جریج کہتے ہیں) پھر میں نے انہیں (عطاء بن ابی رباح سے) اس کے کچھ دیر اس بارے پوچھا تو انہوں نے مجھے بیان کیا کہ مجھے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بتایا: عیدالفطر کے دن نماز عید کے لیے امام کے نکلنے کے وقت اور نکلنے کے بعد اذان، اقامت، ندا اور کسی قسم کا کوئی اعلان (مسنون) نہیں۔ نیز اس دن نہ کوئی ندا ہے، نہ اقامت۔''

[صحیح مسلم، کتاب صلاۃ العیدین،: ۸۸۶۔ سنن بیہقی : ۲۸۴/۳۔ مصنف عبدالرزاق : ۵۶۲۷]

(۳) عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ الزُّبَیْرِ أَوَّلَ مَابُویِعَ لَهُ، أَنَّهُ لَمْ یَكُنْ یُؤَذَّنُ لِلصَّلَاةِ یَوْمَ الْفِطْرِ فَلَا تُؤَذِّنْ لَهَا، قَالَ : فَلَمْ یُؤَذِّنْ لَهَا ابْنُ الزُّبَیْرِ یَوْمَهُ »

''بلاشبہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت ہوئی تو ان کی طرف آغاز بیعت میں پیغام بھیجا کہ عیدالفطر کے دن نماز عید کے لیے اذان نہ کہی جاتی تھی۔ لہٰذا تم اس کے لیے اذان نہ کہو، راوی بیان کرتے ہیں: اس پر ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے اس دن نماز عید کے لیے اذان نہ کہلوائی۔''

[مسلم، کتاب صلاۃ العیدین: ۸۸۶، بیہقی: ۲۸۴/۳، مصنف عبدالرزاق: ۵۶۲۸]

(۳) براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

« أَنَّ رَسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِی یَوْمِ أَضْحَى بِغَیْرِ أَذَانٍ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

وَلَا إِقَامَةٍ»

''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے عید الاضحیٰ کے دن نمازِ عید اذان و اقامت کے بغیر ادا کی۔'' [طبرانی اوسط: ١٣٤٩، اسناده حسن]

(۵) سماک بن حرب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«رَأَيْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ وَالضَّحَّاكَ وَزِيَادًا، يُصَلُّونَ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى بِلَا أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ»

''میں نے مغیرہ بن شعبہ، ضحاک اور زیاد رحمہم اللہ کو دیکھا وہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن نمازِ عیدین اذان و اقامت کے بغیر پڑھتے تھے۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٥٦٥٩، اسناده حسن)

(٦) برد بن سنان شامی سے روایت ہے کہ مکحول رحمہ اللہ بیان کیا کرتے تھے:

«لَيْسَ فِي الْعِيدَيْنِ أَذَانٌ وَلَا إِقَامَةٌ»

''عیدین میں اذان و اقامت نہیں ہے۔''

[مصنف ابن أبی شیبہ : ٥٦٦١- إسناده صحیح]

فوائد:

(۱) احادیث الباب و آثار دلیل ہیں کہ نمازِ عیدین کے لیے اذان و اقامت ندا یا اعلان وغیرہ کرنا غیر مسنون فعل ہے اور نمازِ عیدین کے لیے اذان و اقامت، ندا یا کسی قسم کا اعلان بدعت اور خلافِ سنت ہے اور عیدین کے قیام کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے کہ امام کی آمد پر صفیں درست کرنے کے بعد بغیر اقامتی کلمات کے نماز شروع کر دی جائے۔

(۲) امام ترمذی بیان کرتے ہیں:

«وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ أَنْ لَا يُؤَذَّنَ لِصَلَاةِ الْعِيدَيْنِ وَلَا لِشَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ»

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

''اہل علم اصحاب نبی ﷺ ور اسلاف کے ہاں یہ معمول بہ مسئلہ ہے کہ نماز عیدین اور نوافل کے لیے اذان نہ کہی جائے۔''

[ترمذی، ابواب العیدین، تحت باب ما جاء أن صلاة العیدین بغیر أذان ولا إقامة]

(۳) شوکانی کہتے ہیں: احادیث الباب دلیل ہیں کہ نماز عیدین میں اذان و اقامت غیر مشروع (یعنی بدعت) ہے، عراقی کہتے ہیں، جمیع علماء کا یہی عمل ہے اور ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں: ہمیں اس بارے کسی خاص اختلاف کا علم نہیں ہے۔ جسے درخور اعتناء سمجھا جائے۔[نیل الأوطار : ۳۱۳/۳]

(۴) نماز عیدین کے لیے اذان و اقامت اور نداء وغیرہ کہنا بدعت ہے:

(۱) ابن رجب حنبلی رقمطراز ہیں:

علماء کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ عیدین کے لیے اذان و اقامت کہنا بدعت اور دین میں نیا کام ہے اور عبدالرحمٰن ابزی، شعبی اور حکم بھی اسی موقف کے قائل ہیں۔

[فتح الباری لابن رجب: ۴۲/۷]

(۲) محمد بن سیرین کہتے ہیں:

«اَلْاَذَانُ فِی الْعِیدِ مُحْدَثٌ»

''عید میں اذان کہنا بدعت ہے۔''

(مصنف ابن أبی شیبه: ۵۶۶۳، اسناده صحیح)

(۳) اسی طرح نماز عیدین سے قبل حمد و نعت پڑھنا، جہادی ترانے پڑھنا، قرآن کی تلاوت کرنا اور نماز عید کے مقررہ وقت کے بار بار اعلانات کرنا بدعت اور غیر مسنون فعل ہے۔

(۱) شوکانی لکھتے ہیں: صحیح مسلم حدیث : ۸۸۶ کے یہ الفاظ (لَا إِقَامَةَ، وَلَا نِدَاءَ، وَلَا شَيْءَ) دلیل ہیں کہ نماز عید سے قبل کسی بھی قسم کے کلمات نہ کہے جائیں۔

[نیل الأوطار: ۳۱۳/۳]

(۲) الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ فتح الباری کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

«إِنَّ النِّدَاءَ لِلْعِيدِ بِدْعَةٌ بِأَيِّ لَفْظٍ كَانَ»

"بلاشبہ عید کے لیے کسی بھی قسم کے الفاظ سے نداء کرنا بدعت ہے۔"

(فتح الباری: ٢/٥٨٣)

نماز عید کے لیے اذان کا آغاز عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کیا:

نماز عید کے لیے اذان کا آغاز عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کیا، ابوقلابہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«أَوَّلُ مَنْ أَحْدَثَ الْأَذَانَ فِي الْعِيدَيْنِ ابْنُ الزُّبَيْرِ»

"سب سے پہلے عیدین میں اذان کی ابتداء عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کی۔"

[مصنف ابن ابی شیبه: ٥٦٦٤، اسناده حسن]

نیز سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے مروی روایت «أَوَّلُ مَنْ أَحْدَثَ الْأَذَانَ فِي الْعِيدَيْنِ مُعَاوِيَةُ» "سب سے پہلے عیدین میں اذان کی بدعت کا آغاز معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا۔" ضعیف ہے۔

[مصنف ابن ابی شیبه: (اسناده ضعیف) اس سند میں قتاده بن دعامه کی تدلیس هے]

نماز عید کے لیے الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ کہنا بھی بدعت ہے:

بعض حنابلہ کہتے: عید کے لیے اَلصَّلَاةُ جَامِعَةٌ کہہ کر منادی کی جائے اور شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ (المغنی مع الشرح الکبیر: ٢/٢٣٤) لیکن گزشتہ احادیث کی رو سے یہ کلمات کہنا بھی بدعت اور غیر مسنون ہیں نیز ان کلمات کی مشروعیت کے لیے پیش کردہ آئندہ دلیل ضعیف ہے۔ شافعی بیان کرتے ہیں کہ زہری نے بیان کیا:

«وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ فِي الْعِيدَيْنِ الْمُؤَذِّنَ أَنْ يَقُولَ: اَلصَّلَاةُ جَامِعَةٌ»

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں مؤذن کو (یہ کلمات) 'الصلاۃ جامعۃ' کہنے کا حکم دیا

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

کرتے تھے۔“

[كتاب الأم للشافعي : ١/٢٦٩۔ إسناده ضعيف مرسل، امام شافعی اور زہری کے درمیان راوی منقطع ہے اور مرسل روایت ہے]

اس موقف کے مرجوح اور روایت کے ناقابل احتجاج ہونے کے پیش نظر ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں:

« وَسُنَّةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ أَنْ تُتبَعَ »

”سنت رسول ﷺ (عیدین میں اذان و اقامت اور الصلاۃ جامعۃ نہ کہنا) کی اتباع اولیٰ و برحق ہے۔“ [المغنی لابن قدامه مع الشرح الكبير : ٢/٢٣٤]

نمازعیدین کے لیے سترہ کا اہتمام کرنا:

عام نمازوں کی مثل نمازعیدین کے لیے سترہ کا اہتمام کرنا مستحب فعل ہے اور اگر عیدگاہ میں دیوار وغیرہ نہ ہو تو بطور سترہ نیزہ کا استعمال درست ہے۔ دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ أَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتُوضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَيُصَلِّي إِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَرَاءَهُ »

”یقیناً رسول ﷺ جب روز عید (نمازعید کے لیے) روانہ ہوتے تو (اپنے خادم کو) نیزہ (لے جانے کا) حکم دیتے اور وہ (نیزہ) آپ ﷺ کے سامنے رکھا جاتا، پھر آپ ﷺ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے اور لوگ آپ ﷺ کے پیچھے ہوتے تھے۔“

[صحيح بخارى، ابواب ستره المصلى، باب سترة الامام سترة من خلفه: ٤٩٤۔ صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب سترة المصلى والندب إلى الصلاة إلى سترة : ٥٠١۔ سنن أبوداؤد، كتاب الصلاة، باب مايستر المصلى: ٦٨٧]

(۲) ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

«أَنَّ النَّبِيَّ صَلَى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلم كَانَ تُرْكَزُلَهُ الْحَرْبَةُ قُدَّامَهُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ، ثُمَّ يُصَلِّي»

"بلاشبہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روز نبی ﷺ کے سامنے نیزہ نصب کیا جاتا تھا، پھر (اس کی طرف رخ کر کے) نماز پڑھتے تھے۔"

[بخاری، كتاب العيدين، باب الصلاة إلى الحربة يوم العيد: ٩٧٢]

(۳) نیزہ وغیرہ کو بطور سترہ استعمال کرنا اور عید گاہ میں لے کے جانا تب جائز ہے جب عید گاہ میں دیوار، درخت یا کوئی اور سترہ دستیاب نہ ہو۔

اس کی دلیل آئندہ حدیث ہے:

"ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، عید گاہ میں نیزہ کو سترہ کے طور پر اس لیے نصب کیا جاتا تھا:

«وَذٰلِكَ أَنَّ الْمُصَلّٰى كَانَ فَضَاءً لَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ يُسْتَتَرُبِهِ»

"کیونکہ عید گاہ کشادہ میدان تھا اس میں ایسی چیز نہیں تھی جسے سترہ بنایا جاتا۔"

[سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب ماجاء فى الحربة يوم العيد: ١٣٠٤، إسناده صحيح]

نماز عید کا وقت خطبہ عید سے پہلے مسنون ہے:

نماز عید خطبہ عید سے پہلے ادا کرنا مشروع فعل ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ رضى الله عنهم فَكُلُّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ»

"میں رسول ﷺ، ابو بکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز عید میں حاضر ہوا۔ یہ تمام حضرات خطبہ عید سے قبل نماز ادا کرتے تھے۔"

[صحيح بخاری، كتاب العيدين: باب الخطبة بعد العيد: ٩٦٢- صحيح مسلم، كتاب صلاة العيدين: ٨٨٤]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

فقہ الحدیث:

امام نووی کہتے ہیں: یہ حدیث جمع علماء کے مذہب کی دلیل ہے کہ خطبہ عید نماز عید کے بعد ہے (اور نماز عید خطبہ عید سے قبل مشروع ہے) [شرح النووی : ٦/١٧٠]

(۲) جابر بن عبداللہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

«قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلَّى فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ، ثُمَّ خَطَبَ»

"نبی ﷺ عید الفطر کے روز کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے نماز ادا کی اور آپ ﷺ نے نماز عید سے آغاز کیا، پھر خطبہ ارشاد فرمایا۔"

[صحيح بخاری، كتاب العيدين، باب موعظة الإمام النساء يوم العيد: ٩٧٨۔ صحيح مسلم، كتاب صلاة العيدين: ٨٨٥، أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب الخطبة يوم العيد: ١١٤١۔ مسند أحمد : ٣/٢٩٦].

(۳) براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا»

"بلاشبہ ہم اپنے اس دن (عید الاضحیٰ کے روز) سب سے پہلے جس کام سے آغاز کریں گے وہ ہمارا نماز پڑھنا ہے، پھر ہم واپس جا کر جانور ذبح کریں گے، چنانچہ جس نے یہ عمل کیا اس نے ہماری سنت اختیار کی۔"

[صحيح بخاری، كتاب العيدين، باب الخطبة بعد العيد : ٩٦٥۔ مسلم كتاب الأضاحى، باب وقتها: ١٩٦١۔ مسند أحمد: ٤/٣٠٣، صحيح ابن حبان: ٥٩٠٧]

فقہ الحدیث:

ابن بطال کہتے ہیں: یہ حدیث دلیل ہے کہ روز عید، عید کی تیاری وغیرہ کے سوا کسی اور کام میں مشغول نہ ہونا واجب ہے اور نماز عید سے قبل کوئی اور کام نہ کیا جائے۔

[شرح ابن بطال : ٤/١٨٦]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

(۴) ابو عبید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ»

''میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ عید میں حاضر ہوا اور انھوں نے خطبہ سے قبل نماز عید سے ابتداء کی۔''

[صحیح مسلم کتاب الأضاحی، باب بیان ماکان من النهی عن أكل لحوم الأضاحی بعد ثلاث: ۱۹۶۹ـ سنن بیهقی: ۲۹۰/۹]

(۵) وهب بن کیسان رحمہ اللہ کا بیان ہے:

«أَنَّ ابْنَ الزُّبَيْرِ خَرَجَ عَلَيْهِمْ فِي يَوْمِ عِيدٍ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هَذِهِ سُنَّةُ اللَّهِ وَ سُنَّةُ رَسُولِهِ»

''ابن زبیر رضی اللہ عنہما روز عید ان (حاضرین) کی جانب نکلے اور انہوں نے نماز عید پڑھائی، پھر خطبہ ارشاد کیا اور فرمایا: بلاشبہ یہ (نماز عید خطبہ سے قبل ادا کرنا) اللہ کا دستور اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔''

[مسند بزار: ۲۲۰۳، مسند احمد ۴/۴، اسناده حسن]

فوائد:

(۱) شوکانی کہتے ہیں: احادیث الباب دلیل ہیں کہ:

خطبہ عید سے نماز عید کی تقدیم مشروع ہے۔ قاضی عیاض بیان کرتے ہیں، اس مسئلہ پر جمیع علماء و مفتیان کرام کا اتفاق ہے اور اس میں ائمہ عظام کے مابین کوئی اختلاف نہیں نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کا بھی یہی فعل رہا ہے۔ [نیل الأوطار: ۳۱۱/۳]

(۲) ابن بطال رقم طراز ہیں کہ نماز عید خطبہ عید سے قبل ہے اور اس مسئلہ پر تمام علماء کا اجماع ہے، البتہ بنوامیہ کا عمل اس کے برعکس یعنی خطبہ کو نماز سے مقدم کرنا ہے۔

[شرح ابن بطال: ۱۸۱/٤]

(۳) ابن قدامہ کہتے ہیں: اس مسئلہ میں بنوامیہ کا اختلاف پرکاہ کی حیثیت نہیں رکھتا، کیونکہ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

اجماع اس سے مسبوق ہے اور ان کا یہ عمل سنت نبوی کے خلاف بھی ہے نیز ان کے اس طریقہ کو بدعت اور خلاف سنت قرار دیا گیا ہے۔

[نیل الأوطار: ۳۱۱/۳]

نماز عیدین دو دو رکعت ہے:

نماز عیدین دو دو رکعت مشروع ہے اس کی دلیل آئندہ روایات ہیں:

(۱) عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« صَلَاةُ السَّفَرِ رَكْعَتَانِ، وَصَلَاةُ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَانِ، وَالْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى رَكْعَتَانِ، تَمَامٌ غَيْرُ قَصْرٍ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی، سفر، جمعہ، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی مکمل بلا تخفیف نماز دو دو رکعت ہے۔''

[ابن ماجه، كتاب الصلاة، باب تقصير الصلاة فى السفر: ١٠٦٤۔ صحيح ابن خزيمه: ١٤٢٥۔ سنن بيهقى: ١٩٩/٣، إسناده حسن]

(۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

« أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا »

''بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نکلے اور دو رکعت نماز پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے اور بعد میں کوئی نماز ادا نہ کی۔''

[صحيح بخارى، كتاب العيدين، باب الصلاة قبل العيد و بعدها: ٩٨٩۔ صحيح مسلم، كتاب صلاة العيدين: باب ترك الصلاة قبل العيد وبعدها: ٨٨٤۔ سنن أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب الصلاة بعد صلاة العيد: ١١٥٩۔ مسند أحمد: ٣٤٠/١]

(۳) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

« كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْعِيْدِ فَيُصَلِّي

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ»

”رسول ﷺ روز عید (عید گاہ کی طرف) روانہ ہوتے اور لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھاتے تھے۔“

[صحيح ابن ماجه، كتاب الصلاة، باب ماجاء في الخطبة في العيدين: ١٢٨٨، مسند أحمد: ٣/٥٤، إسناده صحيح]

نماز عید کا مسنون طریقہ:

نماز عید کا مشروع طریقہ عام نماز کی طرح ہے یعنی جو عام نماز کی شرائط، واجبات اور مستحبات ہیں، نماز عید میں ان کا التزام لازم ہے۔ جن سے ہر مسلمان واقف اور نماز سے متعلقہ کتب میں ان کی مفصل وضاحت ہے البتہ نماز عید میں کچھ اضافی امور ہیں جنہیں ہم آئندہ سطور میں بیان کریں گے ان کا اہتمام نماز عیدین میں مستحب اور افضل ہے۔

عیدین میں تکبیرات زائدہ کی تعداد اور محل:

نماز عیدین کی دو رکعتوں میں تکبیرات زائدہ کی تعداد اور محل کے بارے علماء کا اختلاف ہے اس بارے شوکانی نے علماء کے مختلف دس اقوال ذکر کئے ہیں۔ جن میں راجح اور قرین صواب قول یہ ہے کہ نماز عید کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد تکبیر تحریمہ کے سوا قرأت سے قبل سات تکبیرات اور دوسری رکعت میں تکبیر قیام کے سوا پانچ تکبیرات مشروع ہیں۔ سید سابق نے فقہ السنہ: ۳۰۲/۱ اور شوکانی نے نیل الأوطار: ۳۱۸/۳ میں اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(ا) عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِي عِيدٍ ثِنْتَي عَشْرَةَ تَكْبِيرَةً سَبْعًا فِي الْأُولَى وَخَمْسًا فِي الْآخِرَةِ»

”بلاشبہ نبی ﷺ نے نماز عید میں پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

پانچ (یعنی کل) بارہ تکبیرات کہیں۔"
[مسند أحمد : ۱۸۰/۲ ۔ سنن ابن ماجه، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى كم يكبر الإمام فى صلاة العيدين: ۱۶۷۸ ، مصنف ابن أبی شیبه : ۵۶۹۳ ، اسناده حسن]
امام احمد اس رویت کے آخر میں بیان کرتے ہیں: ((وَأَنَا أَذْهَبُ إِلَيْهِ)) "میرا بھی یہی مذہب ہے۔"

(۲) عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:
((أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِي الْعِيدَيْنِ الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ ثِنْتَى عَشَرَةَ تَكْبِيرَةً فِي الْأُولَى سَبْعًا وَ فِي الْآخِرَةِ خَمْسًا سِوَى تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ))
"یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز میں تکبیر تحریمہ کے سوا بارہ تکبیرات یعنی پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ (کل بارہ تکبیرات) کہیں۔" [سنن دار قطنی، ۱۷۰۲ ، اسناده حسن]

(۳) عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((أَلتَّكْبِيرُ فِي الْفِطْرِ سَبْعٌ فِي الْأُولَى وَ خَمْسٌ فِي الْآخِرَةِ، وَالْقِرَاءَةُ بَعْدَهُمَا كِلَيْهِمَا))
"عید الفطر میں پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیرات ہیں اور قرأت ان دونوں رکعتوں کی تکبیرات کے بعد ہے۔"
[سنن أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب التكبير فى العيدين: ۱۱۵۱ ، إسناده حسن]

(۴) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اثر:

نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:
((شَهِدْتُ الْأَضْحَى وَالْفِطْرَ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ، فَكَبَّرَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى سَبْعَ تَكْبِيرَاتٍ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ، وَفِي الْآخِرَةِ خَمْسَ تَكْبِيرَاتٍ قَبْلَ الْقِرَاءَ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

ۃِ قَالَ مَالِكٌ: وَهُوَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا»

''میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر میں حاضر ہوا اور انہوں نے پہلی رکعت میں قرأت سے قبل سات تکبیرات اور دوسری رکعت میں قرأت سے قبل پانچ تکبیرات کہیں۔ امام مالک نے بیان کیا کہ ہمارے نزدیک بھی مشروع طریقہ یہی ہے۔''

[موطأ مالك، كتاب العيدين، باب ماجاء فى التكبير والقرأة فى صلاة العيدين، رقم حديث الباب: ٩۔ سنن بيهقى: ٣/٢٨٨، اسناده صحيح]

(۵) امام اوزاعی کا فتویٰ:

ولید بن مسلم کہتے ہیں میں نے اوزاعی سے پوچھا کہ نماز عید میں کتنی تکبیرات کہی جائیں؟ انہوں نے کہا: (پہلی رکعت میں) سات اور (دوسری رکعت میں) پانچ پھر انہوں نے بیان کیا کہ میں نے زہری سے سنا، انہوں نے بیان کیا:

«إِنَّ السُّنَّةَ مَضَتْ فِي صَلَاةِ الْعِيدِ: أَنْ يُكَبِّرَ سَبْعَ تَكْبِيرَاتٍ فِي الْأُولَى ثُمَّ يَقْرَأُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَرْكَعُ، ثُمَّ يَسْجُدُ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُكَبِّرُ خَمْسًا، ثُمَّ يَقْرَأُ فَيُكَبِّرُ وَيَسْجُدُ»

''نماز عید کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ امام پہلی رکعت میں سات تکبیرات کہے، پھر قرأت کرے بعد ازاں اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرے پھر سجدہ کرے اس کے بعد (دوسری رکعت کے لیے) کھڑا ہو پھر پانچ تکبیرات کہے، پھر قرأت کرے، ازاں بعد تکبیر کہے (اور رکوع) اور سجدہ کرے۔''

[أحكام العيدين، للفريابى، ٩٥، إسناده صحيح]

تکبیرات کا حکم:

عیدین میں تکبیرات زائدہ کا اہتمام سنت ہے، واجب نہیں، جمہور علماء کا موقف ہے کہ تکبیرات کہنا مسنون ہے۔ انہیں عمداً یا سہواً ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

ابن قدامہ کہتے ہیں: تکبیرات کے مسنون ہونے کے بارے مجھے علماء کا اختلاف معلوم

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

نہیں اور شوکانی بیان کرتے ہیں: تکبیرات کہنا (سنت ہے) واجب نہیں۔ جیسا کہ جمہور علماء کا مذہب ہے کیونکہ وجوب کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ [نیل الأوطار: ۳/۳۱۸]

منفرد شخص بھی تکبیرات کہے:

مالک بن انس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«وَكُلُّ مَنْ صَلَّى لِنَفْسِهِ الْعِيدَيْنَ مِنْ رَجُلٍ أَوِ امْرَأَةٍ فَإِنِّي أَرَى أَنْ يُكَبِّرَ فِي الْأُولَى سَبْعًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ، وَخَمْسًا فِي الْآخِرَةِ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ»

"مرد و زن میں سے ہر فرد جو منفرد طور نماز عیدین ادا کرے میری رائے ہے کہ وہ پہلی رکعت میں قرأت سے قبل سات تکبیرات کہے اور دوسری رکعت میں قبل از قرأت پانچ تکبیرات کہے۔"

[احکام العیدین للفریابی: ۱۱۹، اسنادہ صحیح]

تکبیرات چھوٹنے پر سجدہ سہو نہیں:

جمہور علماء بیان کرتے ہیں کہ اگر امام تکبیرات زائدہ ترک کرے تو وہ سجدہ سہو نہیں کرے گا لیکن ابو حنیفہ اور مالک سے منقول ہے کہ تکبیرات چھوڑنے پر امام سجدہ سہو کرے گا۔

[نیل الأوطار: ۳/۳۱۸]

راجح موقف:

جمہور علماء کا موقف راجح ہے کیونکہ اولاً تکبیرات کے واجب ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ ثانیاً تکبیرات چھوٹنے پر سجدہ سہو کے بارے بھی کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہے۔

مسلسل تکبیرات کہنا مشروع ہے:

مسلسل تکبیرات کہنا مشروع ہے، یعنی تکبیرات میں وقفہ وغیرہ نہ کرنا اور کسی قسم کا ذکر نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے البتہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔

(۱) مالک، ابو حنیفہ اور اوزاعی رحمہم اللہ کا موقف ہے کہ جیسے رکوع میں سبحان ربی

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

العظیم، اور سجدہ میں سبحان ربی الأعلی مسلسل کہا جاتا ہے اسی طرح تکبیرات مسلسل کہی جائیں، کیونکہ اگر تکبیرات کے درمیان کوئی ذکر مشروع ہوتا تو وہ ضرور منقول ہوتا۔

(۲) شافعی کہتے ہیں: امام ہر دو تکبیروں کے درمیان وقفہ کرے اور اس وقفہ میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَ اللّٰهُ أَكْبَرُ کہے، پھر شافعیہ میں اختلاف ہے کہ تکبیرات کے درمیان کون سے کلمات کہے جائیں۔ چنانچہ اکثر شافعیہ کا قول ہے کہ تکبیرات کے درمیان (یہ کلمات) سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَ اللّٰهُ أَكْبَرُ کہے جائیں اور بعض شافعیہ (یہ کلمات) لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ کہے جائیں۔

[نیل الأوطار: ۳/۳۱۸]

راجح موقف:

مالک ابوحنیفہ اور شافعی کا موقف راجح ہے کیونکہ تکبیرات کے درمیان کوئی ذکر اور دعا نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ سید سابق کہتے ہیں:

«لَمْ يُحْفَظْ عَنْهُ ذِكْرٌ مُعَيَّنٌ بَيْنَ التَّكْبِيرَاتِ»

”آپ سے تکبیرات کے درمیان کوئی معین ذکر ثابت نہیں ہے۔“

[فقه السنة: ۱/۳۰۳]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر:

تکبیرات کے درمیان عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کچھ کلمات منقول ہیں جنہیں بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے کہ تکبیرات کے درمیان وقفہ اور ذکر جائز ہے لیکن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول یہ اثر اور معین کلمات ضعیف ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار اور غیر حجت ہیں۔

(۱) علقمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ولید بن عقبہ نماز عید سے قبل عبداللہ بن مسعود، ابوموسیٰ اور

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

حذیفہ رضوان اللہ اجمعین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: نماز عید کا وقت قریب آن پہنچا ہے سو (بتائیے کہ) نماز عید میں تکبیرات کا طریقہ کار کیا ہے: اس پر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:

((تَبْدَأُ فَتُكَبِّرُ تَكْبِيرَةً تَفْتَتِحُ بِهَا الصَّلَاةَ وَتَحْمَدُ رَبَّكَ، وَتُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَدْعُو وَتُكَبِّرُ وَتَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ تُكَبِّرُ وَتَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ۔ ثُمَّ تُكَبِّرُو وَتَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ تَقْرَأُ وَتَرْكَعُ...... الخ))

"تم نماز شروع کرو، تکبیر افتتاح کہو، اپنے رب کی حمد بیان کرو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درورد بھیجو پھر دعا کرو، تکبیر کہو اور سابقہ عمل دہراؤ اس کے بعد تکبیر کہو اور یہی عمل کرو، پھر تکبیر کہو اور اسی عمل کو دہراؤ، ازاں بعد اور تکبیر کہو اور یہی عمل کرو، پھر قرأت کرو اور رکوع کرو۔"

[بیھقی : ۶۹۲/۳۔ إسناده ضعيف]

محمد بن ایوب غیر معروف راوی ہے (تمام المنه: ۳۴۹) اور ابراہیم بن یزید نخعی کی تدلیس ہے ابراہیم نخعی مدلس راوی ہیں دیکھئے، الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسين ص :۳۳ از الشیخ زبیر علی زئی۔

(۲) ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں: ولید بن عقبہ رحمہ اللہ مسجد میں داخل ہوئے جب کہ ابن مسعود، حذیفہ اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم مسجد کے صحن میں تھے چنانچہ ولید نے پوچھا: بلاشبہ عید کا وقت آپہنچا ہے، (مجھے بتائیے میں کیا طریقہ اختیار کروں؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

((تَقُولُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، وَتَحْمَدُ اللّٰهَ، وَتُثْنِي عَلَيْهِ، وَتُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَدْعُو اللّٰهَ، ثُمَّ تُكَبِّرُ، وَتَحْمَدُ اللّٰهَ، وَتُثْنِي عَلَيْهِ، وَتُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ تُكَبِّرُ، وَتَحْمَدُ اللّٰهَ،

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

وَتُثْنِی عَلَیهِ، وَتُصَلِّی عَلَی النَّبِیّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ وَتَدْعُوا، ثُمَّ تُکَبِّرُ، وَتَحْمَدُ اللّٰهَ، وَتُثْنِی عَلَیهِ، وَتُصَلِّی عَلَی النَّبِیّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ وَتَدْعُوا، ثُمَّ کَبِّرْ وَاقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ وَسُورَةٍ ......الخ»

''تم اللہ اکبر کہو، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرو، نبی ﷺ پر درود بھیجو اور اللہ سے دعا کرو، پھر تم تکبیر کہو، اللہ کی حمد و ثناء بیان کرو اور نبی ﷺ پر درود بھیجو، اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، ازاں بعد تم اللہ اکبر کہو، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرو، نبی ﷺ پر درود بھیجو اور اللہ سے دعا کرو (اس کے بعد) پھر تم تکبیر کہو، اللہ کی حمد و ثناء بیان کرو، نبی ﷺ پر درود بھیجو اور اللہ سے دعا کرو، پھر اللہ اکبر کہو اور سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورت کی تلاوت کرو۔''

[طبرانی کبیر: ۹۴۰۱۔ اِسنادہ ضعیف منقطع ابراہیم نخعی تبع تابعی ہیں اور ان کی کسی صحابی سے ملاقات نہیں لہٰذا یہ سند منقطع ہے اور ابراہیم نخعی کی تدلیس بھی ہے لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے]

(۳) ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«إِنَّ بَیْنَ کُلِّ تَکْبِیرَتَیْنِ قَدْرَ کَلِمَةٍ کَلِمَةٍ»

''بلاشبہ ہر دو تکبیرات کے درمیان چند کلمات کا وقفہ ہے''۔

[طبرانی کبیر: ۹۴۰۸، اسنادہ ضعیف]

اس حدیث میں امام عبدالرزاق بن ھمام صنعانی اور ابراہیم نخعی کی تدلیس ہے۔

تکبیرات کے ساتھ رفع الیدین کرنا مستحب فعل ہے:

تکبیر تحریمہ سمیت (نماز عید کی) ہر تکبیر کے وقت رفع الیدین کرنا مستحب فعل ہے۔ عطاء اوزاعی، ابوحنیفہ اور شافعی کا یہی موقف ہے۔

[المغنی لابن قدامہ مع الشرح الکبیر: ۲/۲۳۷]

دلائل:

وائل بن حجر حضرمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

«رَأَیْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ مَعَ التَّکْبِیْرِ»

”میں نے رسول ﷺ کو دیکھا، آپ (حالت قیام میں) ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے تھے۔“

[مسند أحمد: ٣١٦/٤، إسناده حسن]

(عبدالرحمن بن یحصبی صدوق راوی ہے)

فقہ الحدیث:

حافظ عبد الستار حماد لکھتے ہیں: اس روایت کا سیاق تو فرض نماز میں رفع الیدین سے متعلق ہے۔ تاہم الفاظ کے عموم کا تقاضا ہے کہ اس میں تکبیرات عیدین بھی شامل ہیں۔ چنانچہ محدثین میں سے امام بیہقی اور ابن منذر نے اس حدیث کے عموم سے استدلال کر کے تکبیرات عیدین کے موقع پر ہاتھوں کا اٹھانا ثابت کیا ہے اور کسی محدث سے ان کی مخالفت بھی منقول نہیں ہے۔ [فتاوی أصحاب الحدیث: ص: ٤١١]

امام اوزاعی کا فتویٰ:

(۲) ولید بن مسلم کہتے ہیں میں نے اوزاعی سے دریافت کیا:

«فَأَرْفَعُ یَدَیَّ کَرَفْعِی فِی تَکْبِیْرَۃِ الصَّلَاۃِ، قَالَ: نَعَمْ! إِرْفَعْ یَدَیْكَ مَعَ کُلِّھِنَّ»

”کیا میں (تکبیرات عید میں) رفع الیدین کروں جیسے میں نماز کی تکبیرات میں رفع الیدین کرتا ہوں، انہوں نے کہا ہاں! تم تمام تکبیرات زائدہ کے ساتھ رفع الیدین کرو۔“

[أحکام العیدین للفریابی: ١٢٤۔ إسناده صحیح]

(۳) امام مالک کا فتویٰ:

ولید بن مسلم بیان کرتے ہیں: میں نے مالک بن انس رحمہ اللہ سے (تکبیرات زائد میں)

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

رفع الیدین کے بارے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا:

«نَعَمْ! إِرْفَعْ يَدَيْكَ مَعَ كُلِّ تَكْبِيرَةٍ، وَلَمْ أَسْمَعْ فِيهِ شَيْئًا»

''جی ہاں: تم ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ بلند کرو، تاہم میں نے اس بارے کچھ نہیں سنا۔''

[أحكام العيدين للفريابي: ١٢٥۔ إسناده صحيح]

رفع الیدین کے متعلق تکبیرات زائدہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول اثر:

تکبیرات زائدہ میں رفع الیدین کے بارے عمر رضی اللہ عنہ سے منقول اثر ضعیف ہے بکر بن سوادہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ كُلِّ تَكْبِيرَةٍ فِي الْجَنَازَةِ وَالْعِيدَيْنِ»

''یقیناً عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جنازہ اور عیدین میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کیا کرتے تھے۔''

[بيهقي : ٢٩٣/٣، إسناده ضعيف]

عبداللہ بن لھیعہ ضعیف راوی ہے اور بکر بن سوادہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان راوی منقطع ہے

دعائے استفتاح کب پڑھی جائے؟:

نماز عید میں دعائے استفتاح کی تعیین کے بارے کوئی واضح نص نہیں، لیکن علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ دعائے استفتاح تکبیر تحریمہ کے بعد اور تکبیرات زائدہ سے قبل پڑھی جائے یا تکبیرات زائدہ کے بعد قبل از قرأت پڑھی جائے۔

مذہب شافعی رحمہ اللہ:

امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ تکبیر تحریمہ کے معاً بعد دعائے استفتاح کا اہتمام کیا

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

جائے پھر تکبیرات عید کہی جائیں بعد ازاں تعوذ پڑھا جائے پھر تلاوت کی جائے۔

احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا موقف:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ دعائے استفتاح تکبیرات عید کے بعد پڑھی جائے۔ خلال نے اسی مذہب کو پسند کیا ہے اور اوزاعی بھی اسی موقف کے قائل ہیں اس لئے کہ دعائے استفتاح، استعاذہ (اعوذ باللہ من الشیطان الرحیم پڑھنا) سے متصل ہے اور استعاذہ کا محل قبل از قرأت ہے۔

ابو یوسف کہتے ہیں: دعائے استفتاح کے بعد اور تکبیرات عید سے قبل تعوذ پڑھا جائے تاکہ دعائے استفتاح اور استعاذہ میں فرق واقع نہ ہو۔

(المغنی لابن قدامہ مع الشرح الکبیر: ۲/۲۳۷)

خلاصۂ کلام:

اس بحث کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ گزشتہ صورتوں میں سے جو بھی طریقہ اختیار کیا جائے، جائز ہے۔ (المغنی لابن قدامہ مع الشرح الکبیر: ۲/۲۳۸) کیونکہ اس بارے کوئی واضح نص ثابت نہیں لہٰذا قیاس واجتہاد کی رو سے تمام صورتیں جائز ہیں۔

نماز عیدین میں کن سورتوں کی تلاوت مسنون ہے:

نماز عیدین میں سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورہ غاشیہ کی تلاوت کرنا مستحب فعل ہے۔

دلیل:

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

« كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْعِيْدَيْنِ وَفِي الْجُمُعَةِ "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى" وَ"هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ" وَإِذَا اجْتَمَعَ الْعِيْدُ وَالْجُمُعَةُ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ يَقْرَأُ بِهِمَا اَيْضًا فِي

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

الصَّلَاتَیۡنِ»

”رسول اللہ ﷺ عیدین اور جمعہ میں ﴿ سبح اسم ربك الاعلى ﴾ اور ﴿هل اتٰك حديث الغاشيه ﴾ کی تلاوت کرتے تھے اور جب کبھی عید و جمعہ ایک دن میں واقع ہوتا تو بھی دونوں نمازوں میں یہی سورتیں تلاوت کرتے تھے۔“

[صحيح مسلم، كتاب الجمعة باب مايقرأفى صلاة الجمعة: ٨٧٨۔ سنن أبو داوٗد كتاب الصلاة باب مايقرأبه فى الجمعة: ١١٢٢۔ جامع ترمذى كتاب الجمعة باب ماجاء فى القرأة فى العيدين: ٥٣٣،سنن نسائى،كتاب صلاة العيدين، باب القرأة فى العيدين: ١٥٦٩، سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات،باب ماجاء فى القرأة فى صلاة العيدين: ١٦٨١]

فقہ الحدیث:

اکثر احادیث دلیل ہیں کہ نماز عیدین میں ﴿ سبح اسم رب الاعلى ﴾ اور ﴿هل اتٰك حديث الغاشيه ﴾ کی قرأت مستحب ہے اور احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے۔

[نيل الأوطار: ٣١٤/٣]

(٢) اسی طرح نماز عیدین میں سورہ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورہ ق اور دوسری رکعت میں سورہ اقتربت الساعۃ کی تلاوت بھی مستحب فعل ہے۔

دلیل:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر میں کون سی سورتیں تلاوت کرتے تھے؟ اس پر انہوں نے کہا:

« كَانَ يَقۡرَأُ فِيهِمَا بِ ﴿ ق وَالۡقُرۡآنِ الۡمَجِيدِ ﴾ و ﴿ اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانشَقَّ الۡقَمَرُ ﴾ »

”آپ ﷺ عیدین میں ﴿ ق و القرآن المجيد﴾ اور ﴿اقتربت الساعة

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

وانشق القمر﴾ تلاوت فرمایا کرتے تھے۔“

[صحیح مسلم، صلاة العیدین، باب مایقرأ فی صلاة العیدین: ۸۹۱۔ سنن أبو داؤد، کتاب الصلاة، باب مایقرأ فی الاضحیٰ والفطر: ۱۱۵۴۔ جامع ترمذی، کتاب الصلاة، باب ماجاء، فی القرأة فی العیدین: ۵۳۴، سنن نسائی، کتاب صلاة العیدین، باب القرأة فی العیدین: ۱۵۶۸، سنن ابن ماجه، کتاب إقامة الصلوات، باب ماجاء فی القرأة فی صلاة العیدین: ۱۲۸۲]

فقہ الحدیث:

یہ حدیث دلیل ہے کہ عیدین میں سورۃ ق اور سورہ قمر کی تلاوت بھی مسنون و مستحب ہے۔ نیز شافعی کا مذہب ہے کہ عیدین میں ان دوسورتوں کی تلاوت مستحب فعل ہے۔

[نیل الأوطار: ۳/۳۱۴]

ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف:

ابوحنیفہ کہتے ہیں: عیدین میں کسی معین سورت کی تلاوت ثابت نہیں۔

[نیل الأوطار: ۳/۳۱۴۔ المغنی لابن قدامه مع الشرح الکبیر: ۲/۲۳۰]

لیکن احادیث بالا ان کے موقف کی تردید کرتی ہیں کہ عیدین میں معین سورتوں کی قرأت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

عیدین میں فقط سورہ فاتحہ کی قرأت پر اکتفا کافی ہے؟

عیدین میں فقط سورہ فاتحہ کی قرأت پر اکتفانا کافی ہے، بلکہ سورہ فاتحہ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت سورتوں میں سے کسی سورت کی قرأت مستحب ہے۔ نیز جس روایت میں محض سورہ فاتحہ کی تلاوت پر اکتفا ثابت ہے وہ ضعیف ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيدَ رَكْعَتَيْنِ لا يَقْرَأُ فِيهِمَا إِلَّا بِأُمِّ الْكِتَابِ لَمْ يَزِدْ عَلَيْهَا شَيْئًا»

”رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید دو رکعت پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو رکعت میں صرف

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

سورہ فاتحہ کی تلاوت کی اس پر کچھ اضافہ نہ کیا۔"

[مسند أحمد : ۲۴۳/۱ـ مسند أبو یعلی : ۲۵۶۱ـ إسناده ضعیف، شهر بن حوشب ضعیف راوی هے]

کیا نماز عیدین میں سورہ بقرہ کی تلاوت مشروع ہے؟

نماز عیدین میں سورہ بقرہ کی قرأت غیر مسنون ہے اور اس بارے ابوبکر صدیق سے منسوب اثر ضعیف ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

« أَنَّ أَبَابَكْرٍ قَرَأَ فِي يَوْمِ عِيدٍ بِالْبَقَرَةِ حَتَّى رَأَيْتُ الشَّيْخَ يَمِيلُ مِنْ طُولِ الْقِيَامِ »

"بلاشبہ ابوبکر صدیق نے روز عید سورہ بقرہ تلاوت کی حتیٰ کہ میں نے ایک عمر رسیدہ شخص دیکھا وہ طول قیام کی وجہ سے ایک طرف جھکا تھا"۔

[مصنف ابن ابی شیبه: ۲۷۲۹ـ إسناده ضعیف حمید طویل کی تدلیس هے۔ یه انس سے بکثرت تدلیس کرتے هیں، الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین ص: ۵۰]

عیدین میں جہری قرأت مشروع ہے:

عیدین میں جہری قرأت کی مشروعیت کی تعیین کے متعلق روایات ضعیف ہیں۔

(ا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْعِيدَيْنِ، وَفِي الْاِسْتِسْقَاءِ »

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عیدین اور نماز استسقاء میں جہری قرأت کرتے تھے"۔

[دارقطنی: ۱۷۷۹:۶۷/۲، اسناده ضعیف جداً]

اس حدیث کی سند میں محمد بن عمر بن واقد الواقدی متروک اور عبداللہ بن نافع مولیٰ ابن عمر ضعیف ہے۔

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

(۲) حارث اعور سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

«اَلْجهرُ فِی صَلَاةِ الْعِیدَیْنِ مِنَ السُّنَّةِ»

''نماز عیدین میں جہری قرأت مسنون ہے۔''

[بیهقی: ۳/۲۹۵، طبرانی اوسط: ٤١٨٩، اسناده ضعیف ابواسحٰق سبیعی کی تدلیس ھے اور حارث بن عبدالله اعور ضعیف راوی ھے]

ان احادیث کے ضعیف و ناقابل حجت ہونے کے باوصف عیدین میں جہری قرأت مشروع ہے اس کی دلیل گزشتہ روایات میں وضاحت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز عیدین میں سورہ اعلیٰ، سورہ غاشیہ، سورہ ق اور سورہ قمر کی تلاوت کرتے تھے۔

یہ احادیث دلیل ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں جہری قرأت ہی کا اہتمام کرتے تھے تبھی تو صحابہ کرام نے آپ سے منقول معین سورتیں بیان کی ہیں:

ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

نماز عید کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور کسی اور سورت کی قرأت مشروع اور اس میں جہری قرأت مسنون ہے اس بارے ہم علماء کا کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں جانتے اور ابن منذر کہتے ہیں: اکثر اہل علم نماز عید میں جہری قرأت کے قائل ہیں اور وہ روایات جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عیدین میں قرأت کا بیان ہے، دلیل ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (عیدین میں) اونچی آواز سے تلاوت کرتے تھے۔ نیز عیدین میں اس لئے بھی جہری قرأت مشروع ہے، کیونکہ یہ نماز جمعہ کے مشابہ ہے۔ [المغنی لابن قدامہ مع الشرح الکبیر: ۲/۲۳٤]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

خطبہ عید کے احکام و آداب

خطبہ عید نماز عید کے بعد مسنون ہے:

خطبہ عید کا محل نماز عید کے بعد ہے۔ یہ نبی ﷺ کا مستقل عمل رہا ہے اس مسئلہ کی مفصل بحث اس عنوان "نماز عید خطبہ عید سے قبل مسنون ہے" کے تحت بیان ہوئی ہے۔

مزید دلیل:

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى إِلَى الْمُصَلّٰى، فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَاءُ بِهِ الصَّلَاةُ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ، والنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلَى صُفُوْفِهِمْ ، فَيَعِظُهُمْ وَ يُوْصِيْهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ»

"نبی ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن (نماز عید کے لئے) عید گاہ کی طرف روانہ ہوتے تھے اور (عید گاہ میں) سب سے پہلے جس چیز سے ابتداء کرتے نماز تھی۔ پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ لوگوں کے بالمقابل کھڑے ہوتے جب کہ لوگ اپنی صفوں پر بیٹھے ہوتے پس آپ ﷺ انہیں وعظ و نصیحت کرتے اور انہیں (مختلف امور کا) حکم دیتے تھے"

[صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب الخروج الی المصلی بغیر منبر: ۹۵۶۔ صحیح مسلم کتاب صلاۃ العیدین: ۸۸۹]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

فقہ الحدیث:

(۱) شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

((وَاَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاة)) یہ الفاظ دلیل ہیں کہ ''نماز عید کو خطبہ عید پر مقدم کرنا سنت ہے۔'' [نيل الأوطار : ٣٢١/٣]

(۲) سید سابق بیان کرتے ہیں: خطبہ عید نماز عید کے بعد مسنون ہے۔

[فقه السنه: ٣٠٤/١]

خطبہ عید نماز عید سے مقدم کرنا بدعت ہے:

(۱) طارق بن شہاب سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں:

((أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ قَبْلَ الصَّلَاةِ مَرْوَانُ، فَقَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ: اَلصَّلَاةُ قَبْلَ الْخُطْبَةِ فَقَالَ: قَدْ تُرِكَ مَاهُنَالِكَ فَقَالَ اَبُوسَعِيدِ: أَمَّا هَذا فَقَدْ قَضَى مَاعَلَيْهِ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ))

''سب سے پہلے جس شخص نے روز عید نماز عید سے قبل خطبہ کا آغاز کیا وہ مروان بن حکم تھے، اس پر اس کی طرف ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا: نماز عید خطبہ عید سے قبل (مشروع) ہے، اس پر مروان نے کہا: یہ سنت متروک ہو چکی ہے۔ (یہ سن کر) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: اس شخص نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص برائی دیکھے وہ اسے اپنے ہاتھ سے تبدیل کردے، پھر اگر اس میں (ہاتھ سے بدلنے کی) قوت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر (زبان سے روکنے کی) طاقت نہ ہو تو دل سے برا جانے، اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔''

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

[صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان:۴۹

اور ابوداؤد: ۱۱۴۰، ترمذی: ۲۱۷۲، ابن ماجہ: ۱۲۷۵) اور مسند احمد ۴۹/۳ میں ہے کہ اس شخص نے مروان بن حکم کو اس خلاف سنت فعل پر کہا: "یَامَرْوَانُ! خَالَفْتَ السُّنَّۃَ" "اے مروان! تم نے سنت کی مخالفت کی ہے۔"

(۱) فقہ الحدیث:

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد ابن قدامہ لکھتے ہیں:

« فَعَلَى هَذَا مَنْ خَطَبَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهُوَ كَمَنْ لَمْ يَخْطُبْ لِأَنَّهُ خَطَبَ فِي غَيْرِ مَحَلِّ الْخُطْبَةِ أَشْبَهَ مَا لَوْ خَطَبَ فِي الْجُمُعَةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ »

اس حدیث کی رو سے جو شخص نماز عید سے قبل خطبہ دے وہ ایسے ہے جیسے اس نے خطبہ دیا ہی نہیں، کیونکہ اس نے بے محل خطبہ دیا ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے وہ جمعہ کا خطبہ نماز جمعہ کے بعد دے۔ (جسے نماز جمعہ کے بعد خطبہ جمعہ بے محل اور غیر مشروع ہے۔ اسی طرح نماز عید سے قبل خطبہ عید بے محل اور خلاف سنت ہے)

[المغنی لابن قدامہ: ۲۴۰/۲]

(۲) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

« فَلَمْ يَزَلِ النَّاسُ عَلَى ذَلِكَ حَتَّى خَرَجْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ فِي أَضْحًى أَوْ فِطْرٍ، فَلَمَّا أَتَيْنَا الْمُصَلَّى إِذَا مِنْبَرٌ بَنَاهُ كَثِيرُ بْنُ الصَّلْتِ، فَإِذَا مَرْوَانُ يُرِيدُ أَنْ يَرْتَقِيَهُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ، فَجَذَبْتُهُ بِثَوْبِهِ، فَجَبَذَنِي فَارْتَفَعَ فَخَطَبَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقُلْتُ لَهُ: غَيَّرْتُمْ وَاللّٰهِ، فَقَالَ: أَبَا سَعِيدٍ! قَدْذَهَبَ مَاتَعْلَمُ، فَقُلْتُ: مَا أَعْلَمُ خَيْرٌ وَاللّٰهِ مِمَّا لَا أَعْلَمُ فَقَالَ: إِنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُونُوا يَجْلِسُونَ لَنَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

الصَّلَاةِ »

"لوگ ہمیشہ اس سنت (نماز عید خطبہ عید سے قبل ادا کرنا) پر قائم رہے حتیٰ کہ میں امیر مدینہ مروان کے ساتھ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے دن نکلا اور جب ہم عید گاہ پہنچے تو اچانک وہاں منبر تھا جسے کثیر بن صلت نے تعمیر کیا تھا، چنانچہ مروان نے نماز عید سے قبل منبر پر چڑھنے کا ارادہ کیا تو میں نے اسے کپڑے سے کھینچا اور اس نے مجھے کھینچا، پھر (اس کھینچا تانی میں) وہ منبر پر چڑھ گیا اور اس نے نماز عید سے قبل خطبہ ارشاد کیا۔ اس پر میں نے اسے کہا: اللہ کی قسم! تم نے (سنت طریقہ) بدل ڈالا ہے۔ اس نے عرض کیا: ابوسعید! جو تم جانتے ہو (وہ سنت) ناپید ہو چکی ہے۔ ابوسعید نے کہا: واللہ! جو میں جانتا ہوں وہ اس چیز سے بہتر ہے جس سے میں ناواقف ہوں، پھر مروان نے (ازراہ عذر) کہا: لوگ نماز عید کے بعد ہمارے لئے بیٹھتے نہیں ہیں لہٰذا میں نے خطبہ عید نماز عید سے پہلے کر دیا ہے۔"

[صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب الخروج الی المصلی بغیر منبر: ۹۵۶، صحیح مسلم، کتاب صلاۃ العیدین: ۸۸۹]

نیز جس روایت میں منقول ہے کہ سب سے پہلے نماز عید سے خطبہ عید معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقدم کیا تھا وہ ضعیف ہے۔

ابن شہاب زہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ مُعَاوِيَةُ»

"سب سے پہلے جس نے نماز عید سے قبل خطبہ کا آغاز کیا وہ معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔"

[مصنف عبدالرزاق: ٥٦٤٦، اسنادہ ضعیف]

اس میں امام عبدالرزاق بن ہمام اور ابن جریج کی تدلیس ہے۔

عید میں ایک خطبہ مشروع ہے

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد ایک خطبہ مشروع ہے کیونکہ احادیث میں ایک

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

خطبہ عید کا بیان ہے:

(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔

«شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَكُلُّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ»

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر وعمر اور عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معیت میں نماز عید میں شریک ہوا، یہ سبھی خطبہ سے قبل نماز ادا کرتے تھے۔''

[صحيح بخارى، كتاب العيدين، باب الخطبة بعد العيد: ٩٦٢، صحيح مسلم، كتاب صلاة العيدين: ٨٨٤]

۲۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں:

«قَامَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلَّى فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ خَطَبَ»

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن کھڑے ہوئے، نماز پڑھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے ابتداء کی، پھر خطبہ ارشاد فرمایا۔''

[صحيح بخارى، كتاب العيدين، باب موعظة الامام النساء يوم العيد: ٩٧٨، صحيح مسلم كتاب صلاة العيدين: ٨٨٥، سنن ابوداؤد، كتاب الصلاة، باب الخطبة يوم العيد: ١١٤١، مسند احمد، ٦٩٦/٣]

فوائد:

یہ احادیث اور ان جیسی دیگر روایات جن میں خطبہ عیدین کا بیان ہے دلیل ہیں کہ عیدین میں ایک خطبہ مسنون ہے کیونکہ ان روایات میں عید کے دو خطبوں کا بیان نہیں ہے۔ نیز جن روایات میں عید کے دو خطبوں کا بیان ہے وہ ضعیف ہیں۔

(۱) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

« خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحَى، فَخَطَبَ قَائِمًا، ثُمَّ قَعَدَ قَعْدَةً، ثُمَّ قَامَ»

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

''رسول اللہ ﷺ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن (نماز عید کیلئے) روانہ ہوئے اور آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا، پھر آپ ﷺ بیٹھے، پھر کھڑے ہوئے (اور دوسرا خطبہ ارشاد کیا)۔''

[سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب ماجاء فى الخطبة فى العيدين: ١٢٨٩ "اسناده ضعيف]

اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن عثمان بن امیہ ابو بحر بکراوی اور اسماعیل بن مسلم مکی ضعیف راوی ہیں اور ابوزبیر مکی کی تدلیس ہے۔

(۲) عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«اَلسُّنَّةُ أَنْ يَخْطُبَ الْإِمَامُ فِي الْعِيدَيْنِ خُطْبَتَيْنِ يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا بِجُلُوسٍ»

سنت طریقہ یہ ہے کہ امام عیدین میں دو خطبے دے اور ان کے درمیان بیٹھنے سے فاصلہ کرے۔

[كتاب الأم : ١/٢٧٢ ،بيهقى : ٣/٢٩٩، اسناده ضعيف جدًا] امام شافعی کے استاد ابراہیم بن محمد بن ابی یحیی اسلمی متروک راوی ہیں اور عبید بن عبداللہ بن عتبہ تابعی ہیں تابعی کا کسی فعل کو سنت کہنے سے مراد سنت نبوی نہیں ہوتا، کیونکہ ایسی روایت مرسل ہوتی ہے]

۳۔ سید سابق کہتے ہیں: ایسی تمام روایات ضعیف ہیں جن میں وارد ہے کہ عید کے دو خطبے ہیں اور ان خطبوں کے درمیان بیٹھ کر فاصلہ کرنا مسنون ہے اور نووی بیان کرتے ہیں کہ خطبہ عید کے تکرار کے متعلق کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ (فقہ السنہ: ۱/۳۰۴)

خطبہ عید حاضرین کے بالمقابل زمین پر کھڑے ہو کر دینا مسنون ہے:

خطبہ عید منبر کے بغیر زمین پر کھڑے ہو کر دینا مشروع ہے اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

(۱) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

«أَنَّ النَّبِيَّ ا خَطَبَ عَلَى رِجْلَيْهِ»

"بلاشبہ نبی ﷺ نے (عید کا خطبہ) اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر) ارشاد فرمایا۔"

[مسند احمد، ۳/۳۱، اسناده صحیح]

(۲) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

« كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْعِيْدِ، فَيُصَلِّي بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يُسَلِّمُ فَيَقِفُ عَلَى رِجْلَيْهِ فَيَسْتَقْبِلُ النَّاسَ وَهُمْ جُلُوسٌ فَيَقُوْلُ: تَصَدَّقُوْا تَصَدَّقُوْا»

"رسول اللہ ﷺ روز عید (عید گاہ کی طرف) روانہ ہوتے اور لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھاتے، پھر آپ ﷺ سلام پھیرتے اور اپنے قدموں پر کھڑے ہو کر لوگوں کی طرف رخ کرتے جب کہ لوگ بیٹھے ہوتے تھے، آپ ﷺ (خطبہ ارشاد فرماتے اور) کہتے، صدقہ کرو، صدقہ کرو۔"

[صحیح ابن ماجه، کتاب إقامة الصلوات ، باب ماجاء فی الخطبة فی العیدین :۱۲۸۸، مسند احمد ۳/ ۵٤، إسناده صحیح]

۳۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں

« كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى إِلَى الْمُصَلَّى، فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ، فَيَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ، وَالنَّاسُ جُلُوسٌ عَلَى صُفُوْفِهِمْ فَيَعِظُهُمْ وَيُوْصِيْهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ»

رسول اللہ ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف نکلتے اور سب سے پہلے جس چیز سے ابتداء کرتے، نماز تھی، پھر آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوتے اور لوگوں کے بالمقابل کھڑے ہو کر انہیں وعظ و نصیحت کرتے اور انہیں حکم دیتے حالانکہ لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے ہوتے تھے۔"

[صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب الخروج إلى المصلى بغیر منبر : ۹۵٦، سنن مسلم، کتاب صلاة العیدین :۸۸۹]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

کیا سواری پر بیٹھ کر خطبہ عید ارشاد کرنا مشروع؟

سواری پر خطبہ عید دینے کے جواز کی کوئی دلیل نہیں، البتہ ابن حبان اور ابن خزیمہ میں روایت منقول ہے، جس سے سواری پر خطبہ عید کا جواز کشید کیا جاتا ہے، لیکن اس روایت میں تصحیف اور شذوذ ہے، جس کی وجہ سے یہ روایت نا قابل حجت ہے، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ يَوْمَ عِيدٍ عَلَى رَاحِلَتِهِ»

"یقیناً نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن اپنی سواری پر خطبہ ارشاد فرمایا۔"

[صحیح ابن خزیمه : ۱۴۴۰، صحیح ابن حبان: ۲۸۲۰، مسند ابی یعلی: ۱۱۸۲]

باعتبار سند یہ روایت صحیح ہے، لیکن اس کے متن میں شذوذ اور تصحیف ہے، کیونکہ گزشتہ باب میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور انہیں راویوں سے مروی احادیث میں کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد کرنے کا بیان ہے، حتیٰ کہ مسند احمد، ۳۱/۳ اور ابن ماجه: ۱۲۸۸ میں تو رَاحِلَتِهِ کے بجائے واضح "رِجْلَيهِ" کے لفظ ہیں، لہٰذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے شاذ ہے اور اس میں تصحیف کا شائبہ بھی ہے کہ کاتب نے رِجْلَيْهِ کے بجائے غلطی سے رَاحِلَتِهِ سمجھ لیا ہو۔

تصحیف کی امکانی دلیل یہ ہے کہ ابن خزیمہ کی یہی روایت اتحاف المهره، میں منقول ہے اور اس میں رَاحِلَتِهِ کے بجائے رِجْلَيْهِ کے لفظ ہیں نیز ابن خزیمہ نے اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے، "بَابُ الْخُطْبَةِ قَائِمًا عَلَى الْأَرْضِ إِذَا لَمْ يَكُنْ بِالْمُصَلَّى مِنْبَرٌ" "زمین پر کھڑے ہو کر خطبہ دینے کا بیان جب عیدگاہ میں منبر نہ ہو" پھر حدیث بیان کرنے کے بعد ابن خزیمہ لکھتے ہیں، اس حدیث میں دو معنوں کا احتمال ہے۔

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا، بیٹھ کر نہیں۔

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا، جیسا کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے مروان کے عید

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

گاہ میں منبر لانے کا انکار کیا اور کہا تھا: عہد رسالت میں عیدگاہ میں منبر نہیں لایا جاتا تھا۔

ابن خزیمہ کا مذکورہ عنوان باندھنا اور حدیث سے استدلال سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے پیش نظر رِجلَیۡهِ (آپ ﷺ نے اپنے قدموں پر خطبہ دیا) کے لفظ ہیں لہٰذا کاتب کی تصحیف سے رِجۡلَیۡهِ کو رَاحِلَتِهِ سے بدلا گیا ہے اور ابن حبان اور ابویعلی وغیرہ اسی تصحیف پر قائم رہے ہیں۔

نیز علامہ لبانی رحمہ اللہ نے بھی اسی روایت کو شاذ اور تصحیف زدہ قرار دیا ہے۔

الشیخ البانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: جب تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ مذکورہ روایت شذوذ کی وجہ سے ضعیف ہے، لہٰذا اس سے استدلال کرنا ناجائز ہے۔

[الصحیحہ: ٤٦٧/٦، تحت حدیث: ٢٩٢٨]

خطبہ عید کیلئے منبر کا استعمال بدعت ہے:

خطبہ عید زمین پر کھڑے ہو کر دینا مسنون ہے، اور خطبہ عید کیلئے منبر کا استعمال بدعت ہے، اس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

« فَلَمْ يَزَلِ النَّاسُ عَلَى ذَلِكَ حَتَّى خَرَجْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ فِي أَضْحًى أَوْ فِطْرٍ فَلَمَّا أَتَيْنَا الْمُصَلَّى إِذَا مِنْبَرٌ بَنَاهُ كَثِيرُ بْنُ الصَّلْتِ »

لوگ ہمیشہ اس سنت (خطبہ عید سے قبل نماز ادا کرنا اور منبر کے بغیر زمین پر کھڑے ہو کر خطبہ عید ارشاد کرنا) پر قائم رہے، حتیٰ کہ میں عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں امیر مدینہ مروان کے ساتھ نکلا اور جب ہم عیدگاہ پہنچے تو ناگہاں وہاں منبر تھا، جسے کثیر بن صلت نے تعمیر کیا تھا۔

[صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب الخروج الی المصلی بغیر منبر: ٩٠٦، صحیح مسلم کتاب صلاۃ العیدین: ٨٨٩]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

فقہ الحدیث:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں عید گاہ میں منبر نہیں ہوتا تھا اور سب سے پہلے منبر کا استعمال مروان نے کیا تھا۔

[فتح الباری ، ۲/۰۷۹ ، نیل الاوطار ، ۳/۳۲۱]

۲۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«أَخْرَجَ مَرْوَانُ الْمِنْبَرَ يَوْمَ عِيدٍ وَلَمْ يَكُنْ يُخْرَجُ بِهِ وَبَدَأَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَمْ يَكُنْ يُبْدَأُ بِهِ قَالَ: فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَامَرْوَانُ! خَالَفْتَ السُّنَّةَ، أَخْرَجْتَ الْمِنْبَرَ يَوْمَ عِيدٍ وَلَمْ يَكُنْ يُخْرَجُ بِهِ فِي يَوْمِ عِيدٍ، وَبَدَأْتَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ، وَلَمْ يَكُنْ يُبْدَأُ بِهَا»

''روز عید مروان نے (عید گاہ کی طرف) منبر نکالا حالانکہ (عید گاہ میں) منبر نہیں لے جایا جاتا تھا، اور اس نے نماز عید سے قبل خطبہ کی طرح ڈالی، جب کہ خطبہ عید سے آغاز نہیں کیا جاتا تھا، اس پر ایک شخص نے اٹھ کر کہا: مروان! تم نے سنت کی مخالفت کی ہے، تم نے عید کے دن منبر نکالا ہے، حالانکہ روز عید (عید گاہ میں) منبر نہیں لے جایا جاتا تھا، اور تم نے نماز سے قبل خطبہ سے آغاز کیا ہے، جب کہ (عہد رسالت میں) خطبہ سے آغاز نہیں کیا جاتا تھا۔''

[صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان .کون النهی عن المنکرمن الایمان: ۴۹، سنن ابوداؤد، کتاب الصلاة، باب الخطبة یوم العید: ۱۱۴،جامع ترمذی، کتاب الفتن، باب جاء فی تغییر المنکر بالید: ۲۱۷۲۔ سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلوات، باب ماجاء فی صلاة العیدین : ۱۲۷۵ ، مسند احمد: ۳/۱۰]

فوائد:

۱۔ خطبہ عید کیلئے عید گاہ میں منبر کا انتظام کرنا بدعت اور خلاف شریعت ہے۔

۲۔ اس بدعت کا موجد اول مروان بن حکم تھا، لہٰذا فعل مروان کی اقتداء کے بجائے

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

نبی ﷺ کی اقتداء مطلوب ہے اور آپ ا کا دائمی فعل منبر کے بغیر زمین پر کھڑے ہو کر خطبہ عید ارشاد کرنا ہے۔

۳۔ برائی دیکھ کر خاموش تماشائی بننے کے بجائے برائی کو حتیٰ المقدور روکنا اور اس بارے ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا افضل عمل ہے۔

دوران خطبہ تکبیرات کا اہتمام مسنون نہیں:

دوران خطبہ عید تکبیرات کا اہتمام درست نہیں، کیونکہ دوران خطبہ تکبیرات کے جواز کی، کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں، لہٰذا اس عمل سے گریز بہتر ہے نیز دوران خطبہ تکبیرات کے جواز کے متعلق حدیث ضعیف ہے۔

ا۔ سعد مؤذن سے منقول ہے، وہ بیان کرتے ہیں

« كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ بَيْنَ أَضْعَافِ الْخُطْبَةِ، يُكْثِرُ التَّكْبِيرَ فِي خُطْبَةِ الْعِيدَيْنِ»

''نبی ﷺ دوران خطبہ بار ہا تکبیرات کہتے اور آپ ﷺ عیدین کے خطبہ میں بکثرت تکبیرات کہا کرتے تھے۔''

[سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب ماجاء فى الخطبة فى العيدين: ١٢٨٧ بيهقى، ٣/٢٩٩، اسناده ضعيف]

عبدالرحمٰن بن سعد بن عمار ضعیف اور اس کا والد سعد بن عمار اور دادا عمار بن سعد المؤذن مجہول راوی ہیں۔

خطبہ عیدین کا حکم:

عیدین کا خطبہ سننا سنت اور مستحب ہے، واجب نہیں، اس کی دلیل آئندہ حدیث ہے۔

عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيدَ، فَلَمَّا قَضَى

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

الصَّلَاةَ قَالَ: إِنَّا نَخْطُبُ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَجْلِسَ لِلْخُطْبَةِ فَلْيَجْلِسْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَذْهَبَ فَلْيَذْهَبْ»

"میں نبی ﷺ کے ساتھ عید میں حاضر ہوا اور جب آپ ﷺ نے نماز مکمل کی فرمایا: یقیناً ہم خطبہ دیں گے، سو جو خطبہ کیلئے بیٹھنا پسند کرے وہ (خطبہ سننے کیلئے) بیٹھے اور جو (واپس گھر) جانا پسند کرے وہ چلا جائے۔"

[سنن ابو داوٗد، کتاب الصلاة، باب الجلوس للخطبة: ١١٥٥، سنن نسائی، کتاب صلاة العیدین، باب التخییر بین الجلوس فی الخطبة اللعیدین: ١٥٧٢، سنن ابن ماجه کتاب إقامة الصلوات، باب ماجاء فی انتظار الخطبة بعد الصلاة، ١٢٩٠، حاکم، ١/ ٢٩٠، سنن بیهقی، ٣/ ٣٠١، "اسناده صحیح"]

فائدہ:

١۔ اس حدیث کی سند میں ابن جریج کا عنعنہ ہے، ابن جریج، فاضل ثقہ اور مدلس راوی ہیں اور مدلس کا عنعنہ صحت حدیث کیلئے قادح ہے لیکن اس روایت میں ابن جریج، عطاء بن ابی رباح سے لفظ عن سے بیان کرتے ہیں اور ابن جریج کا عطاء بن ابی رباح سے عنعنہ سماع پر محمول ہے۔ لہٰذا یہاں ابن جریج کی تدلیس صحت حدیث کیلئے قادح نہیں ہے، دیکھئے [الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین از زبیر علی زئی، ص: ٥٦]

٢۔ عطاء بن ابی رباح ثقہ امام اور تدلیس سے بری ہیں، لہٰذا ان کا عنعنہ بھی صحت حدیث کیلئے مضر نہیں ہے۔ دیکھئے [الفتح المبین از زبیر علی زئی ص: ١٠٨]

فقہ الحدیث:

شوکانی کہتے ہیں:

١۔ یہ حدیث دلیل ہے کہ خطبہ عید سننے کیلئے بیٹھنا سنت ہے، واجب نہیں اور خطبہ عید مسنون ہے۔

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

۲۔ نماز عید کے وجوب و عدم وجوب کے قائلین تمام علماء کا اتفاق ہے کہ خطبہ عید غیر واجب ہے اور میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو عید کے خطبہ کے وجوب کا قائل ہو۔

[نیل الاوطار، ۳/۳۲۳-۳۲٤]

۳۔ ''خطبہ عید سننے کے اختیار کے باوجود'' خطبہ عید سننا افضل ہے۔

[المغنی لابن قدامہ مع الشرح الکبیر، ۲/۲٤۱]

خطبہ عید کے دوران خطیب کسی آدمی کا سہارا لے سکتا ہے:

دوران خطبہ کسی آدمی کے سہارے کھڑے ہو کر خطبہ دینا جائز ہے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيْدَ، فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ، بِغَيْرِ أَذَانٍ، وَلَا إِقَامَةٍ، ثُمَّ قَامَ مُتَوَكِّئًا عَلٰى بِلَالٍ ......»

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عید میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ سے قبل اذان و اقامت کے بغیر نماز عید سے ابتداء کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلال رضی اللہ عنہ پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے (اور خطبہ ارشاد فرمایا)۔''

[صحیح مسلم ، کتاب صلاۃ العیدین، : ۸۸۵، سنن نسائی ، کتاب صلاۃ العیدین، باب قیام الامام فی الخطبة متوکئاً علی إنسان : ۱۵۷٦ ، مسند احمد، ۳/۳۱۸، سنن بیهقی، ۳/۲۹٦]

دوران خطبہ عید کمان وغیرہ پر ٹیک لگانا جائز ہے؟:

دوران خطبہ عید کمان، چھڑی یا نیزے وغیرہ پر ٹیک لگانا جائز نہیں، کیونکہ اس کے جواز کی کوئی صحیح دلیل ثابت نہیں تاہم جس حدیث میں کمان پر ٹیک لگا کر خطبہ عید ارشاد کرنے کا بیان ہے، وہ ضعیف ہے۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

«أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوِّلَ يَوْمَ الْعِيْدِ قَوْسًا فَخَطَبَ عَلَيْهِ»

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

"بلاشبہ نبی ﷺ کو روز عید کمان دی گئی اور آپ ﷺ نے اس پر (سہارا لے کر) خطبہ ارشاد فرمایا۔"

[ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب یخطب علی قوس: ۱۱۴۵، إسنادہ ضعیف، سفیان بن عینیہ کی تدلیس ھے اور ابوجناب یحیی بن ابی حیہ کلبی ضعیف راوی ھے]

خطبہ عید کیلئے موضوع کا انتخاب:

خطبہ عید میں ایسا جامع موضوع منتخب کیا جائے، جس میں حاضرین خطبہ کو تقویٰ کی تلقین اور امور شرعیہ کی اطاعت کی ترغیب، وعظ ونصیحت اور صدقہ وخیرات کی ترغیب ہو۔

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

«شَهِدتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ العِيدَ، فَبدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبلَ الخُطبَةِ بِغَيرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ ، ثُمَّ قَام مُتوكِّأً عَلَى بِلَالٍ، فَأَمَرَ بِتقْوَى اللّٰهِ، وَحَثَّ عَلَى طَاعَتِهِ، وَ وَعَظَ النَّاسَ، وَذَكَّرَهُم، ثُمَّ مَضَى حَتَّى أَتَى النِّسَاءَ، فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ، فَقَالَ: تَصَدَّقْنَ فَإِنَّ أَكْثَرَكُنَّ حَطَبُ جَهَنَّمَ، فَقَامَتِ امْرَأَةٌ مِنْ سِطَةِ النِّسَاءِ، سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ، فَقَالَتْ: لِمَ؟ يَارَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: لِأَنَّكُنَّ تُكْثِرْنَ الشَّكَاةَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، قَالَ: فَجَعَلْنَ يَتَصَدَّقْنَ مِن حُلِيِّهِنَّ،يُلْقِينَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ مِنْ أَقْرِطَتِهِنَّ وَ خَوَاتِيمِهِنَّ»

میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عید میں شریک ہوا اور آپ ﷺ نے خطبہ سے قبل اذان واقامت کے بغیر نماز سے آغاز کیا۔ پھر آپ ﷺ بلال رضی اللہ عنہ پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور سامعین کو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا اس کی، اطاعت پر ابھارا اور انہیں وعظ ونصیحت کی۔ بعد ازاں آپ چل کر عورتوں کے پاس گئے، انہیں وعظ ونصیحت کی اور فرمایا: تم صدقہ وخیرات کرو، اس لئے کہ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

تمہاری اکثریت جہنم کا ایندھن ہے، (اس پر) عورتوں کے درمیان سے ایک سیاہ رخساروں والی عورت کھڑی ہو اور عرض کیا: یا رسول اللہ (عورتیں جہنم کی اکثریت) کیوں ہیں؟ آپ نے فرمایا، اس لئے کہ تم شکوہ و شکایت بہت زیادہ کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو، راوی بیان کرتے ہیں: پھر عورتیں اپنے زیورات صدقہ کرنے لگیں اور اپنی بالیاں، جھمکے اور انگوٹھیاں بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔"

[صحیح مسلم، کتاب صلاۃ العیدین: ۸۸۵،سنن نسائی، کتاب صلاۃ العیدین، باب قیام الامام فی الخطبة متوکئاً علی إنسان : ١٥٧٦، مسند احمد، ۳/۳۱۸ بیهقی، ۳/۲۹٦]

فقہ الحدیث:

۱۔ شوکانی کہتے ہیں: خطبہ عید میں وعظ و نصیحت کرنا مستحب فعل ہے اور اگر واعظ و موعوظ پر فتنہ فساد کا خوف نہ ہو تو عورتوں کو وعظ و نصیحت کرنا اور انہیں صدقہ کرنے کی ترغیب دینا مستحب فعل ہے۔

۲۔ مردوں کے اجتماعات میں عورتوں کی علیحدہ نشست کا انعقاد کیا جائے، کیونکہ مرد وزن کے اختلاط سے نظر وغیرہ سے فتنہ پیدا ہو سکتا ہے۔[نیل الاوطار، ۳/۳۲۲]

۳۔ عورتیں خاوند اور ولی کی اجازت کے بغیر زیورات صدقہ کر سکتی ہیں اور اس عمل پر ان کی سرزنش درست نہیں۔

۴۔ خطبہ عید میں جھولی پھیرنا، آداب خطبہ کے منافی اور مکروہ فعل ہے جس کا شریعت میں کوئی جواز نہیں، البتہ امام اپنے قریب کسی شخص کو صدقہ و خیرات جمع کرنے کیلئے کھڑا کر سکتا ہے۔

اگر عورتوں تک خطیب کی آواز نہ پہنچے تو انہیں الگ خطبہ دینا مستحب ہے:

اگر امام کو محسوس ہو کہ اس کی آواز عورتوں تک نہیں پہنچی تو وہ مردوں سے خطاب کے

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

بعد عورتوں کو الگ وعظ ونصیحت کرے، ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

«أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَبْلَ الْخُطْبَةِ قَالَ:ثُمَّ خَطَبَ،فَرَأَى لَمْ يُسْمِعِ النِّسَاءَ فَأَتَاهُنَّ فَذَكَّرَهُنَّ، وَوَعَظَهُنَّ، وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، وَبِلَالٌ قَائِلٌ بِثَوْبِهِ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْخَاتَمَ وَالْخُرْصَ، وَالشَّيْءَ»

''میں یقینی خبر دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ سے پہلے نماز ادا کی، پھر خطبہ دیا، اور آپ ﷺ کو محسوس ہوا کہ آپ ﷺ عورتوں کو نہیں سنا سکے، چنانچہ آپ عورتوں کے پاس آئے، انہیں وعظ ونصیحت کی اور انہیں صدقہ کا حکم دیا جب کہ بلال رضی اللہ عنہ کپڑا پھیلائے ہوئے تھے (پھر) عورتیں اس کپڑے میں انگوٹھیاں، بالیاں اور دیگر اشیاء ڈالنے لگیں۔''

[صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب العرض في الزكاة: ١٤٤٩۔صحيح مسلم، كتاب صلاة العيدين:٨٨٤،سنن ابوداؤد، كتاب الصلاة باب الخطبة يوم العيد: ١١٤٢، سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب ماجاء في صلاة العيدين: ١٢٧٣]

کیا عورتوں کو وعظ ونصیحت کرنا لازم امر ہے؟:

عورتوں کو مستقل علیحدہ وعظ ونصیحت کرنا امام پر لازم نہیں بلکہ گزشتہ حدیث دلیل ہے کہ ایسا کرنا تب بہتر ہے جب عورتوں تک امام کی آواز نہ پہنچی ہو نیز عطاء بن ابی رباح کے آئندہ قول سے استدلال کرنا کہ عورتوں کو علیحدہ وعظ کرنا لازم ہے، درست نہیں۔

ابن جریج کہتے ہیں، میں نے عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا:

«أَحَقًّا عَلَى الْإِمَامِ أَنْ يَأْتِيَ النِّسَاءَ حِينَ يَفْرُغُ فَيُذَكِّرُهُنَّ؟ قَالَ: إِي لَعَمْرِي! إِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ، وَمَا هُمْ لَا يَفْعَلُونَ ذٰلِكَ؟»

''کیا خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد امام پر لازم ہے کہ وہ عورتوں کے پاس جا

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

کر انہیں وعظ و نصیحت کرے؟ انہوں نے کہا: ہاں! بالتحقیق ائمہ کرام پر یہ (عورتوں کو علیحدہ وعظ کرنا) لازم ہے اور انہیں کیا مسئلہ ہے وہ یہ عمل کیوں نہیں کرتے؟“

[صحيح بخاري، كتاب العيدين، باب موعظة الإمام النساء يوم العيد: ٩٧٨، صحيح مسلم، كتاب صلاة العيدين : ٨٨٥]

فقہ الروایۃ:

قاضی عیاض بیان کرتے ہیں: عطاء رحمہ اللہ کا مذکورہ قول ان کی اپنی روایت (مسلم: ۸۸۴) جو پچھلے عنوان کے تحت بیان ہوتی ہے) کے موافق نہیں، قاضی عیاض کا یہ تجزیہ مبنی برحقیقت نہیں، بلکہ امام کے لئے مستحب ہے، جب وہ عورتوں کو خطبہ نہ سنا سکے تو وہ عورتوں کے پاس جا کر انہیں وعظ کرے۔ ہر دور میں اس شرط کے ساتھ عورتوں کو علیحدہ وعظ کرنا درست ہے اور اس شرط کے ہوتے کوئی رکاوٹ ہمیں اس سنت سے نہیں روک سکتی۔

[شرح النووی، ١٧٥/٦]

نماز عید کے بعد اجتماعی دعا کا حکم:

نماز عید یا خطبہ عید کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کا ثبوت قرآن و سنت سے ثابت نہیں، ایسا فعل بدعت اور مطلق احادیث سے غلط استدلال کا شاخسانہ ہے، نبی ﷺ سے منقول طریقہ عید سے اجتماعی دعا کی نفی ہوتی ہے۔

دلائل:

۱۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى إِلَى الْمُصَلَّى، فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُومُ مُقَابِلَ النَّاسِ، وَالنَّاسُ جُلُوسٌ عَلَى صُفُوفِهِمْ، فَيَعِظُهُمْ وَيُوصِيهِمْ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

وَيَأْمُرُهُمْ، فَإِنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا وَيُوصِيهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ، فَإِنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَقْعَ بَعْثًا قَطَعَهُ، أَوْ بأَمُرُهُمْ، فَإِنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَقَعَ بَعْثًا قَطَعَهُ، أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ أَمَرَ بِهِ، ثُمَّ يَنصَرِفُ ـ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَلَمْ يَزَلِ النَّاسُ عَلَى ذَلِكَ»

''نبی ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف روانہ ہوتے اور سب سے پہلے جس کام سے ابتداء کرتے نماز تھی، پھر آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کے بالمقابل کھڑے ہوتے، حالانکہ لوگ اپنی صفوں پر بیٹھے رہتے۔ آپ ا نہیں وعظ و نصیحت کرتے اور (مختلف امور کا) حکم صادر فرماتے، پھر اگر آپ ﷺ (کسی مہم پر) کوئی لشکر روانہ کرنا چاہتے تو لشکر روانہ کرتے یا کوئی حکم دینا چاہتے تو وہ حکم صادر کرتے۔ پھر آپ ا گھر لوٹ آتے: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، پھر لوگ (خلفائے راشدین وغیرہ) اس طریقہ پر مستقل کاربند رہے۔''

[صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب الخروج الی المصلی بغیر منبر: ۹۵۶، صحیح مسلم، کتاب صلاۃ العیدین: ۸۸۹]

۲۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

«فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَرَأَيْتُهُنَّ يَهْوِينَ بِأَيْدِيهِنَّ يَقْذِفْنَهُ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ، ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَ بِلَالٌ إِلَى بَيْتِهِ»

''نبی ﷺ نے (عید گاہ میں پہنچ) کر نماز عید پڑھی، پھر (حاضرین کو) خطبہ ارشاد کیا، بعد ازاں آپ ﷺ عورتوں کے پاس آئے حالانکہ بلال رضی اللہ عنہ آپ ا کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں وعظ و نصیحت کی اور انہیں صدقہ کا حکم دیا۔ چنانچہ میں نے عورتوں کو دیکھا وہ (اپنے زیورات کی طرف) اپنے ہاتھ جھکاتیں (اور زیورات اتار کر) بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈال دیتیں۔ پھر آپ ا اور بلال رضی اللہ عنہ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

آپ کے گھر کی طرف چل دیئے۔“

[صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب العلم الذی بالمصلی: ۹۷۷۔ صحیح ابن حبان : ۲۸۲۳]

فوائد:

۱۔ احادیث الباب میں عیدگاہ میں ثابت جملہ امور عید و خطبہ کا بیان ہے لہٰذا اگر اجتماعی دعا مسنون اور عیدگاہ میں نماز اور خطبہ کے بعد مشروع ہوتی تو اس کا بیان ضرور ہوتا۔ احادیث میں ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کا عدم ذکر اس کی نفی کی دلیل ہے۔

۲۔ کوئی ایسی حدیث ثابت نہیں، جس میں نماز عید کے بعد اجتماعی دعا کا بین ثبوت ہو، لہٰذا احادیث سے اپنی پسند کا مفہوم کشید کرنا کسی بھی مسلمان کے شایان شان نہیں۔

۳۔ یہاں یہ ڈھکوسلا چھوڑا جاتا ہے، کہ ان احادیث میں اجتماعی دعا کا ذکر نہیں تو عدم ذکر سے کسی چیز کا عدم تو لازم نہیں آتا لہٰذا اجتماعی دعا کی نفی کیسے ہوئی؟۔

یہ بے سروپا اعتراض ہے۔ اگر اجتماعی دعا کی کوئی واضح نص ہو تو انکار دعا کی کسے مجال ہے، لیکن جب اس کا ثبوت ہی نہیں تو عدم ذکر سے اس کی قطعی نفی لازم آتی ہے۔

۴۔ نماز عید کے بعد اجتماعی دعا کی نفی پر اجماع۔

حدیث اول میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ”فَلَمْ يَزَلِ النَّاسُ عَلَى ذَلِكَ“ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین، حتیٰ کہ مروان بن حکم کا بھی نماز عید کے بعد اجتماعی دعا کے عدم اہتمام پر عمل رہا ہے لہٰذا نماز عید کے بعد اجتماعی دعا کے عدم اہتمام پر اجماع ثابت ہے۔

حدیث نبوی سے غلط استدلال:

ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« كُنَّا نُؤْمَرُ أَنْ نَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيدِ، حَتَّى نُخْرِجَ الْبِكْرَ مِنْ خِدْرِهَا،

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

حَتّٰی نُخْرِجَ الْحُيَّضَ فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ، فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيْرِهِمْ وَيَدْعُوْنَ بِدُعَاءِ هِمْ»

”ہم عورتوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ عید کے دن (عیدگاہ کی طرف) روانہ ہوں، حتیٰ کہ (ہمیں یہ بھی حکم صادر ہوتا کہ) ہم دوشیزہ کو اس کی خلوت گاہ سے نکالیں اور حائضہ عورتوں کو بھی (نماز عید میں) لائیں اور وہ لوگوں کے پیچھے (نشست کریں، وہ لوگوں کی تکبیرات کے ساتھ تکبیرات اور ان کی دعا کے ساتھ دعا کریں۔“

[صحيح بخارى، كتاب العيدين، باب التكبير أيام منىً وإذا غدا الى عرفة: ٩٧١ مسلم كتاب صلاة العيدين: باب إباحة خروج النساء فى العيدين: ٨٩٠]

۲۔ دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

«فَأَمَّا الْحُيَّضُ فَيَعْتَزِلْنَ الصَّلَاةَ وَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ»

”حائضہ عورتیں نماز (گاہ) سے علیحدہ رہیں اور خیر اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں۔“

[صحيح مسلم، كتاب صلاة العيدين، باب ذكر إباحة خروج النساء فى العيدين إلى المصلى: ٨٩٠، جامع ترمذى، كتاب الصلاة، باب: ماجاء فى خروج النساء فى العيدين: ٥٤٠، سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب ماجاء فى خروج النسائى فى العيدين: ١٣٠٧]

ان احادیث سے عید کے بعد اجتماعی دعا کے اثبات کی دلیل لی جاتی ہے لیکن یہ استدلال کئی اعتبار سے غلط ہے۔

۱۔ ان احادیث میں بالکل وضاحت نہیں کہ یہاں دعا سے مراد نماز عید کے بعد اجتماعی دعا ہے بلکہ ان احادیث میں امام کے عیدگاہ میں پہنچنے سے قبل حاضرین کو تکبیر و دعا کا اہتمام کرنے، حائضہ عورتوں کو نماز گاہ سے دور رہنے اور حاضرین عید کی طرح تکبیر و دعا کا اہتمام کرنے کی تلقین ہے۔ نماز عید اور خطبہ عید کا عمل امام کی آمد پر شروع ہوتا ہے،

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

جب ان احادیث میں امام کی آمد تک کا ذکر نہیں تو ان سے اجتماعی دعا کے اثبات کی دلیل کیسے اخذ کی جا سکتی ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ عید گاہ میں موجود لوگ امام کی آمد سے پہلے پہلے تکبیرات کا اہتمام کریں گے اور امام کی آمد پر یہ سلسلہ منقطع کر دیں گے، اس کی دلیل: ص: ۷۰ بعنوان ''عید گاہ جاتے ہوئے تکبیرات کا اہتمام کرنا''، پر ملاحظہ کیجئے۔

جب یہ طے ہے کہ عید گاہ میں موجودہ مرد و زن تکبیرات کا اہتمام امام کی آمد سے پہلے کریں گے تو دعا کا محل بھی امام کی آمد سے قبل ہے، نیز تکبیرات کا اہتمام خطبہ عید اور نماز عید کے بعد ثابت نہیں تو دعا کا محل خطبہ عید کے بعد کیونکر ہو سکتا ہے۔

۲۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ثابت تکبیرات کے الفاظ دہرانے سے تکبیرات و دعا کے اہتمام پر عمل ہو جاتا ہے نیز فعل صحابی سے معلوم ہوتا ہے کہ روز عید عید گاہ میں تکبیرات و دعا کا محل نماز عید اور امام کی آمد سے قبل ہے۔

[دیکھئے، ص: ۸۹:۹ بعنوان: تکبیرات کے الفاظ'' کیونکہ عید گاہ میں امام کی آمد پر حاضرین تکبیرات و دعا کا سلسلہ منقطع کر دیئے تھے''، تفصیل کیلئے دیکھئے: ص: ۷۰]

حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ کا فتویٰ:

سوال کیا عید کی نماز کے بعد اجتماعی دعا کرنا بدعت ہے، اگر نہیں تو کیا نماز کے بعد دعا مانگی جائے، یا خطبہ کے بعد، یا خطبہ کے دوران؟ اور ہاتھ اٹھائیں جائیں یا نہیں؟

جواب نماز عید یا خطبہ کے بعد اجتماعی دعا کا ثبوت نہیں، ظاہر ہے جو چیز ثابت نہ ہو، وہ بدعت ہونے کے خطرہ سے خالی نہیں اور نماز یا خطبہ کے بعد اجتماعی دعا کرنا ثابت نہیں۔

(بحوالہ رسالہ محدث جون ۲۰۰۲ء)

صاحب مرعاۃ المفاتیح عبید الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ کا بیان:

« وَاسْتُدِلَّ بِقَوْلِهِ "دَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ" عَلَى مَشْرُوعِيَّةِ الدُّعَاءِ بَعْدَ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

صَلاةِ الْعِيدِ كَمَا يُدْعَى دُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، وَفِيهِ نَظَرٌ لِأَنَّهُ لَمْ يَثْبُتْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُعَاءٌ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ وَ لَمْ يَنْقُلْ أَحَدٌ الدُّعَاءَ بَعْدَهَا، بَلِ الثَّابِتُ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَخْطُبُ بَعْدَ الصَّلَاةِ مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ بِشَيْءٍ آخَرَ، فَلَا يَصِحُّ التَّمَسُّكُ بِإِطْلَاقِ قَوْلِهِ "دَعْوَةِ الْمُسْلِمِيْنَ" وَالظَّاهِرُ أَنَّ الْمُرَادَ بِهَا الْأَذْكَارُ الَّتِي فِي الْخُطْبَةِ وَ كَلِمَاتُ الْوَعْظِ وَالنُّصْحِ فَإِنَّ لَفْظَ الدَّعْوَةِ عَامٌّ »

"آپ ﷺ کے اس فرمان "دعوة المسلمين" سے نماز عید کے بعد اجتماعی دعا کی مشروعیت کی دلیل لی جاتی ہے۔ جیسے پانچ نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کا (بے سروپا) کی جاتی ہے۔ اس استدلال میں نظر ہے کیونکہ نبی ﷺ سے نماز عیدین کے بعد دعا کرنا ثابت نہیں اور کسی صحابی نے نماز کے بعد دعا نقل نہیں کی بلکہ آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نماز عید کے معاً بعد (یعنی کسی دوسری عمل کے فاصلے کے بغیر) خطبہ عید ارشاد کرتے تھے۔ سو اس قول دعوة المسلمين سے اجتماعی دعا کی دلیل لینا درست نہیں بلکہ اس سے خطبہ میں اذکار اور وعظ ونصیحت کے کلمات مقصود ہیں کیونکہ لفظ "دعوة" عام ہے۔"

[مرعاة المفاتيح : ۳۳۱/۳]

نماز عید کے بعد بایں الفاظ "تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَ مِنْكَ" مبارکباد دینا جائز ہے:

نماز عید کے بعد ان الفاظ "تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَ مِنْكَ" سے مبارک باد دینا اگرچہ عمل صحابہ سے ثابت ہے لیکن اس بارے مرفوع روایت ضعیف ہے۔

خالد بن معدان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عید کے دن میری ملاقات واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو میں نے انہیں تہنیتی کلمات "تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَ مِنْكَ" کہے جواب میں انہوں

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

نے بھی "تقبل اللہ منا و منک" کہا پھر واثلہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا

«لَقِيتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمَ يَوْمَ عِيدٍ فَقُلْتُ: تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَ مِنْكَ، قَالَ: نَعَمْ! تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَ مِنْكَ»

روز عید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہو اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کلمات "تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَ مِنْكَ" (اللہ تعالیٰ ہمارے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیک اعمال قبول فرمائے) کہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ہاں! "تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْكَ" اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے اعمال قبول کرے۔

[سنن بیھقی : ۳/۳۱۹، إسناده ضعيف]

اس حدیث میں محمد بن ابراہیم بن علاء دمشقی منکر الحدیث ہے اور بقیہ بن ولید کی تدلیس ہے۔

تعامل صحابہ:

عید کے دن صحابہ کرام آپس میں ملاقات کے وقت ان کلمات "تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَ مِنْكَ" عید کی مبارک باد دیتے تھے، لہٰذا اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ فعل اس کے مشروع ہونے کی دلیل ہے۔

چنانچہ جبیر بن نفیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا الْتَقَوْا يَوْمَ الْعِيدِ، يَقُولُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَ مِنْكَ»

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم روز عید جب باہم ملاقات کرتے تو ایک دوسرے کو ہے "تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَ مِنْكَ" کہتے تھے۔

[كتاب صلاة العيدين للمحاملي : ۲/۱۲۹/۲، تمام المنه: ۳۵۵۔ فتح الباری : ۲/۵۷۵۷۔ إسناده صحيح]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

کیا ان کلمات کا تبادلہ مکروہ فعل ہے؟

مبارکباد کے طور پر "تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنكَ" کہنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فعل اور جائز عمل ہے نیز اس کی کراہت کے بارے منقول روایت ضعیف ہے، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں:

«سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ النَّاسِ فِي الْعِيدَيْنِ تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَ مِنكُمْ، قَالَ: ذَلِكَ فِعْلُ اَهْلِ الْكِتَابَيْنِ وَ كَرِهَهُ»

"میں نے عیدین میں لوگوں کے (ایک دوسرے کو) "تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّا وَمِنكُمْ" کہنے کے بارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: یہ یہود و نصاریٰ کا فعل ہے اور آپ نے اس طریقہ کو ناپسند کیا۔"

[سنن بیھقی : ۳۲۰/۳۔ إسنادہ ضعیف، عبد الخالق بن زید بن واقد دمشقی منکر الحدیث ھے]

کیا عید مبارک کہنا جائز ہے؟

عید کے دن مبارکباد کے طور پر تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّا وَ مِنكَ کے سوا کسی بھی قسم کے کلمات کا استعمال ناجائز ہے، کیونکہ ایسے کلمات کے جواز کی دلیل ثابت نہیں ہے، لہٰذا جو تہنیتی کلمات ثابت ہیں انہیں ہی زیر استعمال لایا جائے۔

نماز عید کے بعد عید ملن کے طور پر مصافحہ اور معانقہ کرنا بدعت ہے:

نماز عید کے بعد عید ملن کے طور پر مصافحہ یا معانقہ کرنا بدعت ہے کیونکہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عید کے بعد یہ طریقہ ثابت نہیں۔

فضیلۃ الشیخ، حافظ عبد الستار الحماد حفظہ اللہ کا فتویٰ:

سوال ٹھینگ موڑ "الہ آباد" سے محمد شفیع پوچھتے ہیں کہ ہمارے ہاں عام طور پر نماز عید کے بعد مصافحہ کرنے اور گلے ملنے کی عادت ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

(جواب) نماز عید کے بعد مصافحہ کرنے یا گلے ملنے کا ثبوت کتاب وسنت سے نہیں ملتا مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ سے کسی نے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے بایں الفاظ بڑا جامع جواب دیا فرماتے ہیں: مصافحہ بعد از سلام آیا ہے عید کے روز بھی بحیثیت تکمیل سلام مصافحہ کریں تو جائز ہے، بحیثیت خصوص عید بدعت ہے کیونکہ زمانہ رسالت وخلافت میں مروج نہ تھا۔ [فتاوی ثنائیه : ۱/ ۴۵۔ فتاوی اصحاب الحدیث: ۴۱۶]

نماز عید سے پہلے مطلق اور نماز عید کے بعد عید گاہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہے:

نماز عید سے قبل عید گاہ میں یا گھر پر اور نماز عید کے بعد عید گاہ میں نفل نماز پڑھنا مکروہ فعل ہے اس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَ لَا بَعْدَهَا»

''یقیناً نبی ﷺ عید الفطر کے دن (نماز عید کیلئے) نکلے اور دو رکعت نماز ادا کی آپ نے نماز عید سے پہلے اور بعد میں (کوئی نفل) نماز نہ پڑھی۔''

[صحيح بخاری، كتاب العيدين، باب الصلاة قبل العيد وبعدها: ۹۸۹۔ مسلم، كتاب صلاة العيدين، باب ترك الصلاة قبل العيد وبعدها فی المصلی ۸۸۴۔ أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب الصلاة بعد صلاة العيد: ۱۱۵۹۔ جامع ترمذی، كتاب الصلاة، باب ما جاء لا صلاة قبل العيدين ولا بعدها : ۵۳۷۔ سنن نسائی، كتاب الصلاة، باب الصلاة قبل العيدين وبعدها : ۱۵۸۸۔ سنن ابن ماجه، كتاب اقامة الصلوات، باب ماجاء فی الصلاة قبل العيد وبعدها : ۱۲۹۱]

۲۔ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا فِي عِيدٍ»

''بلاشبہ نبی ﷺ نے عید کے دن نماز عید سے پہلے اور بعد میں (نفل) نماز نہیں پڑھی۔''

[سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب ماجاء فی الصلاة قبل صلاة العيد و

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

بعدها: ۱۲۲۹۔ مسند أحمد : ۱۸۰/۲ اسناده حسن]

عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن یعلی بن کعب طائفی صدوق راوی ہے۔

۳۔ ابوبکر عبداللہ بن حفص بن عمر بن سعد بن ابی وقاص رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عید کے دن عید گاہ کی طرف نکلے اور نماز عید سے پہلے اور بعد میں (کوئی نفل) نماز نہ پڑھی "وَذَكَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ" اور انھوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فعل اختیار کیا ہے۔

[جامع ترمذی، کتاب الصلاة، باب ماجاء لاصلاة قبل العيدين ولا بعدها: ۵۳۸، مسند أحمد : ۵۷/۲۔ مستدرك حاكم : ۲۹۵/۱۔ إسناده حسن أبان بن عبد الله البجلي صدوق راوى هے]

فقہ الحدیث:

یہ احادیث دلیل ہیں کہ نماز عید سے پہلے اور بعد میں مطلق نوافل پڑھنا غیر مشروع اور مکروہ ہیں لیکن آئندہ حدیث کی رو سے نماز عید کے بعد گھر پہنچ کر دو رکعت نماز پڑھنا مسنون ہے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

« كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّي قَبْلَ الْعِيدِ شَيْئًا، فَإِذَا رَجَعَ إِلَى مَنْزِلِهِ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ »

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید سے قبل کوئی نفل نماز نہیں پڑھتے تھے، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر لوٹتے تو دو رکعت نماز ادا کرتے۔"

[سنن ابن ماجه ، كتاب إقامة الصلوات، باب ما جاء فى الصلاة قبل صلاة العيد و بعدها: ۱۲۹۳ مسند احمد، ۲۸/۳: ۱۱۲۴۲۔ مستدرك حاكم : ۲۹۷/۱، إسناده حسن عبدالله بن محمد بن عقيل صدوق راوى هے]

عید گاہ سے واپسی پر راستہ تبدیل کرنا مستحب فعل ہے:

عید گاہ کی طرف جاتے وقت ایک راستہ اختیار کرنا اور واپسی پر راستہ تبدیل کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مستقل فعل اور مستحب عمل ہے۔

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

۱۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

«كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ»

''جب عید کا دن ہوتا تو نبی ﷺ (عیدگاہ سے واپسی پر) راستہ تبدیل کرتے تھے۔''

[صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب من خالف الطریق إذا رجع یوم العید: ۹۸۶]

۲۔ ابوہریرہ سے مروی ہے کہ:

«كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ فِي طَرِيقٍ رَجَعَ فِي غَيْرِهِ»

''رسول اللہ ﷺ جب عید کے دن ایک راستے سے روانہ ہوئے تو اس کے علاوہ اور راستے سے واپس لوٹتے تھے۔''

[جامع ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی خروج النبی ﷺ فی طریق ورجوعہ من طریق آخر: ۵۴۱۔ مستدرک حاکم: ۲۹۷،۲۹۲/۱۔ سنن ابن ماجہ، کتاب، إقامة الصلوات، باب ماجاء فی الخروج یوم العید من طریق والرجوع من غیرہ: ۱۳۰۱۔ سنن بیہقی: ۳۰۸/۳ إسنادہ حسن]

۳۔ نافع بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَخْرُجُ إِلَى الْعِيدِ فِي طَرِيقٍ وَيَرْجِعُ فِي أُخْرَى، وَيَزْعُمُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ»

''بلاشبہ ابن عمر رضی اللہ عنہما عید کے لیے ایک راستے سے روانہ ہوتے اور دوسرے راستے سے واپس آتے تھے اور وہ بالیقین بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ (عیدگاہ میں روانگی اور واپسی پر) یہ عمل کرتے تھے۔''

[سنن ابن ماجہ، کتاب اقامة الصلوات، باب ماجاء فی الخروج یوم العید من طریق و الرجوع من غیرہ: ۱۲۹۹۔ عبید اللہ بن عمر بن حفص العمری کی نافع سے روایت حسن ہے۔ إسنادہ حسن]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

فوائد:

ا۔ سید سابق اور شوکانی کہتے ہیں احادیث الباب دلیل ہیں کہ نماز عید کے لیے روانہ ہوتے وقت ایک راستہ اختیار کرنا اور واپسی پر دوسرا راستہ اختیار کرنا امام ومقتدی دونوں کیلئے مستحب ہے اور اکثر اہل علم کی یہی رائے ہے۔

[نيل الأوطار : ۳۰۸/۳۔ فقه السنه : ۳۰۱/۱]

۲۔ ابن قدامہ حنبلی بیان کرتے ہیں خلاصہ کلام یہ ہے کہ انسان جس راستے سے عید گاہ کی طرف جائے اس کے علاوہ دوسرے راستے سے واپس آنا مسنون ہے اور مالک اور شافعی بھی اسی موقف کے قائل ہیں۔[المغنی لابن قدامه، ۲۴۳/۲]

عید گاہ سے واپسی پر راستہ تبدیل کرنے کی حکمت:

عید گاہ سے واپسی پر راستہ بدلنے میں کیا حکمت پنہاں ہے، اس سربستہ راز سے شریعت نے نقب کشائی نہیں کی، لہٰذا اس بارے اصل حکمت نبی ﷺ کی اس مستقل سنت کی اتباع ہے اور اہل ایمان اتباع سنت ہی کے پابند ہیں۔

کیا نماز عید کیلئے ایک ہی راستہ پر آنا جانا بھی مسنون ہے؟

نماز عید سے واپسی پر راستہ تبدیل کرنا مستحب فعل ہے یہ عمل واجب نہیں سو ایک ہی راستے سے آمدورفت کا جواز بہرحال موجود ہے، لیکن اس بارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عید کے دن ایک ہی راستے پر آمدورفت کی مشروعیت پر دال روایت ضعیف ہے۔

دلیل:

بکر بن مبشر انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« كُنْتُ أَغْدُو مَعَ أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُصَلَّى يَوْمَ الْفِطْرِ وَ يَوْمَ الْأَضْحَى، فَنَسْلُكُ بَطْنَ بُطْحَانَ حَتَّى نَأْتِيَ الْمُصَلَّى، فَنُصَلِّي مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

نَرْجِعُ مِنْ بَطْنِ بُطْحَانَ إِلَى بُيُوتِنَا»

"میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے ہمراہ عید گاہ جایا کرتا تھا اور ہم وادی بطحان کے راستے عید گاہ پہنچتے اور ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز ادا کرتے پھر ہم وادیٔ بطحان کے راستے اپنے گھروں کی طرف لوٹتے تھے۔"

[سنن أبو داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب إذا لم یخرج الامام العید من یومه یخرج من الغد: ۱۱۵۸۔ مستدرك حاکم: ۱/۲۹۶۔۲۹۷، اسنادہ ضعیف " اسحاق بن سالم مولی نوفل بن عدی مجہول الحال ھے]

عید کے دن جنگی نغمے پڑھنا جائز ہے:

عید کے دن دف بجانا، جنگی نغمے پڑھنا اور جنگ میں داد شجاعت دینے والے بہادروں کی بہادری اور دلیری کے اشعار کہنا جائز ہیں، بشرطیکہ یہ عمل لونڈیاں انجام دیں۔

دلائل:

۱۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

«دَخَلَ أَبُوبَكْرٍ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ تُغَنِّيَانِ مِمَّا تَقَاوَلَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثَ، قَالَتْ: وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ، فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ: أَبِمَزْ امِيرِ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذٰلِكَ فِي يَوْمِ عِيدٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا بَكْرٍ! إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَهٰذَا عِيدُنَا»

"ابو بکر رضی اللہ عنہ (ہمارے) گھر داخل ہوئے جب کہ میرے پاس انصار قبیلہ کی دو باندیاں ترنم سے وہ اشعار پڑھ رہی تھیں جو انصار قبیلہ نے جنگ بعاث کے دن (بہادری اور انتقام کے اشعار) کہے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ وہ پیشہ ور گلوکارائیں نہیں تھیں (یہ سن کر) ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

شیطانی گیت؟ اور یہ عید کا دن تھا (اس پر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! ہر قوم کا ایک تہوار ہے اور یہ ہماری عید (خوشی کا دن) ہے۔"

[صحيح بخارى، كتاب العيدين، باب سنة العيدين لأهل الإسلام : ٩٥٢۔ مسلم، كتاب صلاة العيدين، باب الرخصة فى اللعب الذى لا معصية فيه فى أيام العيد : ٨٩٢۔ سنن ابن ماجه، كتاب النكاح باب الغناء والدف : ١٨٩٨]

۲۔ عائشہ سے مروی ہے وہ بیان کرتی ہیں:

«أَنَّ أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِي أَيَّامِ مِنًى، تُغَنِّيَانِ وَتَضْرِبَانِ وَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَجًّى بِثَوْبِهِ، فَانْتَهَرَهُمَا أَبُوبَكْرٍ، فَكَشَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ وَقَالَ: دَعْهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ! فَإِنَّهَا أَيَّامُ عِيدٍ»

"بلاشبہ ایام منیٰ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے ہاں تشریف لائے جب کہ ان کے پاس دو باندیاں نغمے گا رہی تھی اور دف بجا رہی تھی اور رسول اللہ ﷺ کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹا" تو رسول ﷺ نے کپڑا ہٹایا اور فرمایا ابو بکر رضی اللہ عنہ! انہیں چھوڑیئے، اس لئے کہ یہ عید کے دن ہیں۔"

[صحيح مسلم، كتاب صلاة العيدين، باب الرخصة فى اللعب الذى لا معصية فيه فى أيام عيد: ٨٩٢۔ مسند أحمد : ٨٤/٦۔ صحيح ابن حبان : ٥٨٦٨]

فوائد:

۱۔ ابن رجب حنبلی بیان کرتے ہیں: عید کے دن لونڈیوں کیلئے اہل عرب کی طرز پر (یعنی ایسے اشعار جن میں جنگوں کے واقعات، بہادری کی داستانیں اور مقتولین کے مرثیے ہوں) نغمے پڑھنے کی رخصت ہے خواہ یہ نغمے خواتین و حضرات بھی سن رہے ہوں اور اس کے ساتھ دف بھی بجایا جائے، شریعت میں اس کی رخصت ہے۔

۲۔ بلاشبہ نغمے گانا اور دف بجانا اہل عرب کی معروف عادت تھی اور ان کے گیت جنگوں

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

کے بیان اور مقتولین کے مرثیوں پر مشتمل ہوتے تھے اور ان کے دف ایسی ڈھولکیاں تھیں، جن کے ایک جانب چمڑا لگا ہوا تھا اور ان میں گھنگرو نہیں ہوتے تھے۔

[فتح الباری لابن رجب : ٣٤٧]

٣۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: عید کے دنوں میں گھر والوں کو ایسے کاموں کی سہولت دینا جس سے طبیعت میں انبساط پیدا ہو اور بدن کو عبادت کی کلفت سے راحت پہنچے، مشروع ہے لیکن ایسے کاموں سے اعراض بہتر ہے۔

٤۔ اعیاد میں خوشی کا اظہار دین کا شعار ہے۔

[فتح الباری ٢/ ٥٧١]

٥۔ حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں کہ حدیث الباب سے صوفیاء نے استدلال کیا ہے کہ گانا گانا اور آلات موسیقی کی دھن پر اور آلات موسیقی کے بغیر گانا سننا مباح ہے، لیکن حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے ان الفاظ "وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ" وہ پیشہ ور مغنیہ نہیں تھیں، میں اس باطل استدلال کا کھلا رد ہے۔

یہ لفظ بول کر انہوں نے ان باندیوں کیلئے ثابت ہونے والے غلط مفہوم کی نفی کی ہے کیونکہ غناء "گیت" کا اطلاق اونچی آواز اور ترنم سے گنگنانے "یعنی حدی خوانی" پر بھی ہوتا ہے ایسے شخص کو مُغَنّی "گلوکار" نہیں کہا جاتا، بلکہ مُغَنّی "گلوکار" اسے کہا جاتا ہے جو بازو پھیلا کر، آنگن جھکا کر "یعنی رقص کر کے" تعریضاً یا تصریحاً فحش بول بول کر مستانہ جذبہ پیدا کرتا اور جنسی جذبات کو بھڑکاتا ہے (ایسے گیت اور گلوکاری حرام ہے)

[فتح الباری ٢/ ٥٧١]

روز عید جہادی مظاہرہ پیش کرنا:

عید کے دن جہادی مظاہرہ پیش کرنا، اسلحہ کے کرتب دکھانا جائز ہے اور اس فعل پر مظاہرہ پیش کرنے والے کو داد دینا مشروع ہے اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

١۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

«وَكَانَ يَوْمَ عِيدٍ يَلْعَبُ فِيهِ السُّودَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ فَإِمَّا سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ إِمَّا قَالَ : أَتَشْتَهِينَ تَنْظُرِينَ؟ قُلْتُ : نَعَمْ، فَأَقَامَنِي وَرَاءَهُ، خَدِّي عَلَى خَدِّهِ وَهُوَ يَقُولُ : دُونَكُمْ يَابَنِي أَرْفِدَةَ ! حَتَّى إِذَا مَلِلْتُ قَالَ : حَسْبُكِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَاذْهَبِي......»

"روز عید حبشی زرہوں اور نیزوں کا کھیل پیش کر رہے تھے، اور یا میں نے رسول اللہ ﷺ سے (کھیل دیکھنے کا) مطالبہ کیا یا آپ ﷺ نے فرمایا، کھیل دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں! اس پر آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا حالانکہ میرا رخسار آپ ﷺ کے رخسار پر تھا اور آپ ﷺ کہہ رہے تھے: اے اہل حبشہ! بہت خوب، حتیٰ کہ جب میں اکتا گئی تو آپ نے فرمایا کافی ہے، میں نے کہا، جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا (گھر) چلی جاؤ۔"

[صحيح بخاری، كتاب العيدين، باب الحراب والدرق يوم العيد: ٩٥٠۔ صحيح مسلم، كتاب صلاة العيدين، باب الرخصة فى اللعب الذى لا معصية فيه فى أيام العيد: ٨٩٢]

٢۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ بیان کرتی ہیں:

«جَاءَ حَبَشٌ يَزْفِنُونَ فِي يَوْمِ عِيدٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَدَعَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُ رَأْسِي عَلَى مَنْكِبِه، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَى لَعِبِهِمْ، حَتَّى كُنْتُ أَنَا الَّتِي انْصَرِفُ عَنِ النَّظَرِ إِلَيْهِمْ»

"عید کے دن حبشی لوگ اچھلتے کودتے مسجد میں آئے اور نبی ﷺ نے مجھے (یہ مظاہرہ دیکھنے کے لیے) بلایا، میں نے اپنا سر آپ کے کندھے پر رکھا اور ان کا کھیل دیکھنے لگی حتیٰ کہ (جی بھر کر کھیل دیکھنے کے بعد) میں نے ہی ان سے صرف نظر کیا۔"

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

[صحیح مسلم، کتاب صلاة العیدین، باب الرخصة فی اللعب الذی لا معصیة فیه فی أیام العید : ۸۹۲]

جمعۃ المبارک کے دن عید ہو تو نماز جمعہ چھوڑنے کی رخصت ہے:

اگر عید جمعۃ المبارک کے دن واقع ہو تو عید میں حاضر ہونے والے شخص کیلئے رخصت ہے کہ وہ نماز جمعہ میں شامل ہو یا نماز جمعہ ترک کر دے۔

دلائل:

۱۔ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا۔

«أَشْهِدْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِيْدَيْنِ اجْتَمَعَا فِي يَوْمٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَكَيْفَ صَنَعَ؟ قَالَ: صَلَّى الْعِيْدَ ثُمَّ رَخَّصَ فِي الْجُمُعَةِ فَقَالَ: مَنْ شَاءَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيُصَلِّ»

”کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایسی دو عیدوں (جمعہ اور عید) میں شریک ہوئے ہو، جو ایک دن جمع ہوئی ہوں۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ہاں! اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا؟ انہوں نے (زید) کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید ادا کی پھر جمعہ کی رخصت دی اور فرمایا: جو شخص نماز جمعہ پڑھنا چاہیے پڑھ لے۔“

[سنن أبو داوٗد، کتاب الصلاة ، باب إذا وافق یوم الجمعة یوم عید: ۱۰۷۰۔ سنن نسائی، کتاب صلاة العیدین، باب الرخصته فی التخلف عن الجمعة لمن شهد العید: ۱۵۹۲۔ سنن ابن ماجه، کتاب إقامة الصلوات، باب ما جاء فیما إذا اجتمع العیدان فی یوم : ۱۳۱۰۔ مسند أحمد ۳۷۱/۴۔ ابن خزیمه: ۱۴۶۴۔ مستدرك حاکم : ۲۸۸/۱۔ إسناد حسن ایاس بن ابی رملہ شامی صدوق راوی ہے ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے اور حاکم نے اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے لہٰذا اس سے ان کی جہالت کا ازالہ ہو جاتا ہے]

۲۔ ابو عبید مولی ابن ازہر بیان کرتے ہیں:

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

«ثُمَّ شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، وَكَانَ ذَلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ: يَاأَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ هَذَا يَوْمٌ قَدِ اجْتَمَعَ لَكُمْ فِيهِ عِيدَانِ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْتَظِرَ الْجُمُعَةَ مِنْ أَهْلِ الْعَوَالِي فَلْيَنْتَظِرْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَرْجِعَ فَقَدْ أَذِنْتُ لَهُ»

''پھر میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ عید میں حاضر ہوا اور وہ جمعہ کا دن تھا چنانچہ انہوں نے خطبہ سے قبل نماز پڑھی، پھر خطبہ ارشاد کیا اور فرمایا: لوگو، بلاشبہ اس دن دو عیدیں جمع ہوتی ہیں، سو مضافات مدینہ کے رہائشیوں سے جو شخص جمعہ کا انتظار پسند کرے وہ انتظار کرے اور جو واپس جانا چاہئے بالتحقیق میں اسے اجازت دیتا ہوں۔''

[صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب مایوکل من لحوم الأضاحی و یتزود منه: ۵۵۷۲۔ مسند أبو یعلی: ۱۵۲۔ صحیح ابن حبان: ۳۶۰۰]

بروز جمعہ عید ہونے کی صورت میں خطیب کیلئے جمعہ کا اہتمام کرنا مستحب فعل ہے:

اگر عید جمعۃ المبارک کے دن واقع ہو تو امام کیلئے مستحب ہے کہ وہ جمعہ کا انعقاد کرے تاکہ جو لوگ جمعہ میں شریک ہونا چاہئیں شریک ہو جائیں، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا روز عید جمعہ کا اہتمام کرنا بھی اس کے استحباب کی دلیل ہے۔

دلائل:

۱۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«قَدِ اجْتَمَعَ فِي يَوْمِكُمْ هَذَا عِيدَانِ، فَمَنْ شَاءَ أَجْزَأَهُ مِنَ الْجُمُعَةِ، وَإِنَّا مُجَمِّعُونَ»

''بالتحقیق تمہارے اس دن دو عیدیں (جمعہ اور عید) جمع ہوئی ہیں سو جو شخص چاہے (کہ اس کا عید میں شریک ہونا جمعہ سے کافی ہو تو یہ عمل) اسے جمعہ (میں شریک

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

نہ ہونے) سے کفایت کرے گا، لیکن یقیناً ہم جمعہ منعقد کرانے والے ہیں۔"

[سنن أبو داوٗد ، كتاب الصلاة ، باب إذا وافق يوم الجمعة يوم عيد: ١٠٧٣۔ سنن ابن ماجه كتاب إقامة الصلوات، باب ما جاء فيما اذا اجتمع العيدان فى يوم : ١٣١١۔ سنن بيهقى : ٣١٨/٣۔ إسناده صحيح]

۲۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« اِجۡتَمَعَ عِيۡدَانِ فِي يَوۡمِكُمۡ هٰذَا، فَمَنۡ شَاءَ اَجۡزَاهُ مِنَ الۡجُمُعَةِ وَ اِنَّا مُجَمِّعُوۡنَ اِنۡ شَاءَ اللّٰهُ »

"تمہارے اس دن دو عیدیں جمع ہوئی ہیں سو جو شخص پسند کرے کہ اسے یہ عید میں شامل ہونا جمعہ سے کافی ہوگا (تو اسے جمعہ چھوڑنے کا اختیار ہے) لیکن بلاشبہ ہم ان انشاء اللہ جمعہ پڑھانے والے ہیں۔"

[سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات باب ما جاء فيما إذا إجتمع العيدان فى يوم : ١٣١١۔ إسناده حسن]

۳۔ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« كَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَقۡرَأُ فِي الۡعِيۡدَيۡنِ وَفِي الۡجُمُعَةِ، بِ "سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى" وَ "هَلۡ اَتٰكَ حَدِيۡثُ الۡغَاشِيَةِ، قَالَ: وَإِذَا اجۡتَمَعَ الۡعِيۡدُ وَالۡجُمُعَةُ فِي يَوۡمٍ وَاحِدٍ۔ يَقۡرَأُ بِهِمَا اَيۡضًا فِي الصَّلَاتَيۡنِ »

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عیدین اور نماز جمعہ میں "سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى" اور "هَلۡ اَتٰكَ حَدِيۡثُ الۡغَاشِيَةِ" کی تلاوت کرتے تھے، راوی بیان کرتے ہیں اور جب عید اور جمعہ ایک دن جمع ہوتے تو دونوں نمازوں میں آپ انہی دو سورتوں کی تلاوت کرتے تھے۔

[مسلم ، كتاب الصلاة، باب مايقرأ فى صلاة الجمعة: ٨٧٨، ابوداود ، كتاب الصلاة، باب وما يقرأ به فى الجمعة: ١١٢٢، ترمذى ، كتاب الصلاة باب ماجاء فى القراء ة فى العيدين: ٥٣٣، نسائى، كتاب صلاة العيدين، باب القراءة فى

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

العیدین "سبح اسم ربك الأعلى" و "هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ : ١٥٦٩ ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات ، باب ماجاء فى القراءة فى صلاة العيدين: ١٢٨١]

فوائد:

ا۔ جب عید اور جمعہ ایک دن جمع ہوں تو عید میں حاضر ہونے والوں سے جمعہ ساقط ہو جاتا ہے۔

۲۔ جمعۃ المبارک کے دن عید ہونے کی صورت میں امام کیلئے جمعہ کا انعقاد کرنا مستحب فعل ہے۔

جمعۃ المبارک کے دن عید ہو تو جمعہ کا اہتمام نہ کرنا بھی جائز ہے:

اگر جمعہ اور عید ایک دن جمع ہوں تو نماز جمعہ کا اہتمام کرنا مستحب فعل ہے لیکن اگر کلیتاً جمعہ ترک کر دیا جائے تو بھی جائز ہے، لیکن اس صورت نماز ظہر ادا کرنا لازم ہے چنانچہ وہب بن کیسان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« اِجْتَمَعَ عِيْدَانِ فِي عَهْدِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَأَخَّرَ الْخُرُوْجَ، ثُمَّ خَرَجَ فَخَطَبَ، فَأَطَالَ الْخُطْبَةَ، ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَخْرُجْ إِلَى الْجُمُعَةِ، فَعَابَ ذٰلِكَ أُنَاسٌ عَلَيْهِ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ: أَصَابَ السُّنَّةَ. فَبَلَغَ ابْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ: شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ عُمَرَ فَصَنَعَ كَمَا صَنَعْتُ »

"عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دور حکومت میں دو عیدیں (ایک دن) جمع ہوئیں تو انہوں نے (عید گاہ پہنچنے میں) تاخیر کی پھر (عید گاہ کی طرف) روانہ ہوئے، خطبہ دیا اور لمبا خطبہ ارشاد کیا، بعد ازاں نماز ادا کی اور جمعہ کیلئے نہ نکلے (نماز جمعہ کیلئے حاضر نہ ہونے پر) لوگوں نے انہیں معیوب ٹھہرایا، اور یہ بات ابن عباس رضی اللہ عنہما کو پہنچی تو انہوں نے کہا (ابن زبیر) نے سنت طریقہ اختیار کیا ہے۔ پھر ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا میں عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ عید میں حاضر ہوا تو جیسے میں نے (نماز جمعہ کا اہتمام نہیں کیا) کیا انہوں نے بھی یہی

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

کیا تھا۔"

[نسائی ، کتاب صلاة العیدین، باب الخصته فی التخلف عن الجمعة لمن شهدها: ١٥٩٣۔ مصنف ابن ابی شیبه: ٥٨٣٥، مستدرك حاكم، ١/٤٣٥: ١٠٩٧ صحیح ابن خزیمه: ١٤٦٥ "اسناده حسن"]

فقہ الحدیث:

جمعتہ المبارک کے دن عید ہو تو امام کا جمعہ نہ پڑھانا بھی جائز ہے جیسا کہ "اصاب السنة" (انہوں نے سنت طریقہ اختیار کیا ہے) کے الفاظ اور عمر بن خطاب اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا فعل اس کے جواز کی دلیل ہے۔

روز عید جمعہ نہ پڑھنے والے نماز ظہر ادا کرینگے:

اگر جمعتہ المبارک اور عید ایک دن یکجا ہوں تو نماز جمعہ پڑھنے اور ترک کرنے کی رخصت ہے البتہ جمعہ ترک کرنے والے نماز ظہر کا اہتمام کریں گے، دلائل حسب ذیل ہیں۔

١۔ عورت، غلام، مسافر اور نابالغ بچے پر جمعہ واجب نہیں لیکن جمعہ ادا نہ کر سکنے کی صورت میں راجح قول کے مطابق نماز ظہر ادا کریں گے

سید سابق بیان کرتے ہیں: مذکورہ افراد پر جمعہ واجب نہیں بلکہ ان پر محض نماز ظہر واجب ہے اور ان میں سے جو شخص نماز جمعہ ادا کرے، اس کی نماز صحیح اور اس سے ظہر کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔[فقه السنه ،١/٢٨٧]

جب ان افراد پر جمعہ ساقط ہونے کی صورت میں نماز ظہر پڑھنا واجب ہے تو عید کے روز جمعہ کی فرضیت ساقط ہونے کی صورت میں بھی نماز ظہر پڑھنا واجب ہے کیونکہ جمعہ ظہر کا بدل ہے اور بدل ساقط ہونے کی صورت میں لامحالہ اصل فرض ظہر باقی رہتا ہے جسے ادا کرنا بہر حال ضروری ہے۔

٢۔ امیر صنعانی کہتے ہیں: یہ قول کہ جمعتہ المبارک کے دن نماز جمعہ اصل اور نماز ظہر جمعہ کا

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

بدل ہے مرجوح قول ہے بلکہ ظہر فرض اصلی ہے، جو معراج کی رات فرض ٹھہری تھی اور جمعہ کی فرضیت اس سے متاخر ہے پھر جب جمعہ فوت ہو جائے تو بالا جماع نماز ظہر واجب ٹھہرتی ہے۔

[سبل السلام، ٢/٤٦٨]

٣۔ الشیخ ابن باز کا فتویٰ:

فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں جو شخص نماز عید میں شریک ہو اس کے لئے جمعہ ترک کرنا اور گھر پر یا ان ساتھیوں کے ساتھ باجماعت نماز ظہر ادا کرنا مباح ہے جو عید میں حاضر ہوئے ہوں، البتہ اس کے لئے لوگوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنا افضل واکمل ہے پھر اگر وہ عید میں حاضر ہونے اور نماز عید ادا کرنے کے سبب نماز جمعہ چھوڑ دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، لیکن اس پر اکیلے یا باجماعت نماز ظہر پڑھنا لازم ہے۔

[مجموع فتاویٰ ابن باز، ١٢/٢٨٣]

٤۔ الشیخ ابن عثیمین کا فتویٰ:

فضیلۃ الشیخ ابن عثیمین کا بیان ہے کہ جو شخص نماز عید میں حاضر ہو اسے نماز جمعہ میں حاضر نہ ہونے کی رخصت ہے لیکن اس پر نماز ظہر پڑھنا لازم ہے کیونکہ نماز ظہر فرض وقتی ہے، جسے ترک کرنا ممکن نہیں۔

[مجموع فتاویٰ ورسائل ابن عثیمین : ١٦/١٠٩]

وہ روایات جن سے استدلال کیا جاتا ہے کہ جمعہ کے روز عید ہو تو نماز ظہر ترک کی جاسکتی ہے

دلیل:

١۔ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« اِجْتَمَعَ یَوْمُ جُمُعَةٍ وَ یَوْمُ فِطْرٍ عَلَى عَهْدِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ: عِيدَانِ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

اجۡتَمَعَا فِی یَوۡمٍ وَاحِدٍ فَجَمَّعَهُمَا جَمِیۡعًا، فَصَلَّاهُمَا رَكۡعَتَیۡنِ بُكۡرَةً لَمۡ یَزِدۡ عَلَیۡهِمَا حَتّٰی صَلَّی الۡعَصۡرَ»

''ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے دور حکومت میں جمعہ اور عید الفطر ایک دن جمع ہوئے تو انہوں نے کہا: ایک دن دو عیدیں اکٹھی ہوئی ہیں لہٰذا انہوں نے دونوں (نماز عید اور نماز جمعہ) نمازیں جمع کیں اور بوقت صبح یہ دو نمازیں دو رکعت ادا کیں اور انہوں نے ان دو رکعت سے اضافی نماز نہ پڑھی حتیٰ کہ (اس کے بعد) نماز عصر (ہی) پڑھی۔''

[سنن أبو داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب اذا وافق یوم الجمعته یوم عید: ۱۰۷۲ (اسناده حسن) یحیی بن خلف صدوق اور باقی راوی ثقه هیں]

فائدہ:

اس سند میں ابن جریج کا عنعنہ ہے، ابن جریج مدلس راوی ہیں اور یہ مسلم اصول ہے کہ مدلس کا عنعنہ صحت حدیث کیلئے قادح ہے، لیکن اس حدیث میں ابن جریج کا عنعنہ قادح نہیں، کیونکہ ابن جریج کا عطاء بن ابی رباح سے عنعنہ سماع پر محمول ہے۔

[دیکھئے " التاریخ الکبیر لابن ابی خیثمه ص : ۱۵۲، ۱۵۷، بحواله الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین ص : ۵۶]

شوکانی کا استدلال:

شوکانی کہتے ہیں: اس حدیث کے ظہر معنی سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے نماز ظہر ادا نہیں کی تھی نیز یہ حدیث دلیل ہے کہ جب کسی جائز رخصت کی وجہ سے کسی سے جمعہ ساقط ہو جائے تو اس پر نماز ظہر پڑھنا واجب نہیں اور عطا کا بھی یہی مذہب ہے لیکن یہ استدلال کئی وجوہ سے باطل ہے۔

۱۔ امیر صنعانی لکھتے ہیں: اس روایت میں کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نماز جمعہ کے لئے تشریف نہیں لائے تھے قطعی نص نہیں ہے کہ انہوں نے گھر پر نماز ظہر ادا نہیں کی تھی، لہٰذا بالجزم کہنا

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کا مذہب تھا کہ عید کے دن نماز عید ادا کرنے والے سے نماز ظہر ساقط ہو جاتی ہے۔ درست نہیں کیونکہ یہ احتمال موجود ہے کہ انہوں نے نماز ظہر گھر پر ادا کی ہو۔

[عون المعبود : ۳/۲۶۹]

اور صاحب عون المعبود بیان کرتے ہیں شوکانی کا استدلال باطل ہے اور اس بارے امیر صنعانی کا قول راجح ہے۔

[عون المعبود : ۳/۲۷۰]

۲۔ "فَجَمَعَهُمَا جَمِيعًا فَصَلَّاهُمَا رَكْعَتَيْنِ" ان الفاظِ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ذاتی اجتہاد کی وجہ سے نماز عید کو موخر اور نماز جمعہ کو مقدم کیا اور دونوں نمازوں میں کئی چیزیں (خطبہ اور نماز) قدر مشترک ہونے کی وجہ سے دونوں نمازوں کو ایک قرار دیا اور دو رکعت نماز ہی کو دونوں نمازوں کی ادائیگی کیلئے کافی سمجھا اس اجتہاد کی وجہ سے نماز ظہر کا ترک کرنا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ انہوں نے ذاتی رائے کی بدولت نماز جمعہ ادا کی تھی، لہٰذا اس کے بدل نماز ظہر ادا کرنے کی کیا ضرورت تھی، نماز ظہر تو وہ ادا کرے گا، جو نماز جمعہ ترک کرے گا، الفاظ حدیث اس مفہوم کی تائید کرتے ہیں۔

دلیل ۲:

حسن بصری بیان کرتے ہیں:

«اِجْتَمَعَ عِيدَانِ عَلَى عَهْدِ عَلِيٍّ فَصَلَّى أَحَدَهُمَا وَلَمْ يُصَلِّ الْآخَرَ»

"علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں دو عیدیں جمع ہوئیں تو انہوں نے ایک نماز (عید) پڑھی اور دوسری نماز (جمعہ) ادا نہ کی۔"

[أحكام العيدين للفريابي : ۹۔ إسناده ضعيف]

اس حدیث میں قتادہ بن دعامہ سدوسی کا عنعنہ ہے اور قتادہ مدلس راوی ہیں۔

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

اگر ہلال عید کی اطلاع تیس رمضان کو زوال کے بعد موصول ہو تو؟

اگر عید الفطر کے چاند کی اطلاع تیس رمضان کو زوال آفتاب کے بعد موصول ہو تو اس دن کا روزہ ترک کر دیا جائے گا اور نماز عید اس سے اگلے دن ادا کی جائے گی کیونکہ نماز عید کا وقت طلوع آفتاب کے خوب روشن ہونے کے بعد سے لے کر زوال آفتاب تک ہے۔

شوکانی بیان کرتے ہیں کہ بحر میں ہے کہ نماز عید کا وقت طلوع آفتاب کے بعد سے لے کر زوال آفتاب تک ہے اور اس بارے علماء کا کوئی اختلاف نہیں۔

[نیل الاوطار، ۳/۳۱۰]

ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں:

«إِذَا لَمْ يَعْلَمْ بِيَوْمِ الْعِيدِ إِلَّا بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ خَرَجَ مِنَ الْغَدِ، وَهُوَ قَوْلُ الْأَوْزَاعِيِّ، وَالثَّوْرِيِّ، وَإِسْحَاقَ وَابْنِ الْمُنْذِرِ وَصَوَّبَهُ الْخَطَّابِيُّ»

"جب امام کو روز عید کا علم تیس رمضان کو زوال آفتاب کے بعد ہو تو وہ اگلے دن نماز عید کیلئے عید گاہ کا رخ کرے اوزاعی، ثوری، اسحاق بن راہویہ اور ابن منذر کا یہی موقف ہے اور خطابی نے اسے راجح قرار دیا ہے۔"

اس موقف کی دلیل آئندہ روایات ہیں۔

۱۔ ربعی بن حراش رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے صحابی نے بیان کیا:

«إِخْتَلَفَ النَّاسُ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ، فَقَدِمَ أَعْرَابِيَّانِ فَشَهِدَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّهِ لَأَهَلَّا الْهِلَالَ أَمْسِ، عَشِيَّةً، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ، أَنْ يُفْطِرُوا، وَأَنْ يَغْدُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ»

"رمضان المبارک کے آخری روز لوگوں میں (رویت ہلال کے بارے) اختلاف

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

پیدا ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو دیہاتیوں نے اللہ کی قسم کھا کر گواہی دی کہ گزشتہ کل شام کے وقت انہوں نے واقعی چاند دیکھا ہے (اس پر) رسول اللہ صلی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ روزہ توڑ دیں اور (کل) صبح سویرے اپنی عیدگاہ کی طرف چل دیں۔"

[سنن أبوداؤد ، كتاب الصيام، باب شهادة الرجلين على رؤية هلال شوال : ۲۳۳۹، بيهقى، ۲۵۰/٤، "اسناده صحيح"]

۲۔ ابوعمیر بن انس رحمہ اللہ اپنے چچاؤں سے بیان کرتے ہیں، جو اصحاب نبی تھے کہ:

«أَنَّ رَكْبًا جَاؤُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْهَدُونَ أَنَّهُمْ رَأَوُا الْهِلَالَ بِالْأَمْسِ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يُفْطِرُوا، وَإِذَا أَصْبَحُوا يَغْدُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ»

"ایک قافلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے گواہی دی کہ بلاشبہ انہوں نے گزشتہ کل (عید کا) چاند دیکھا ہے سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ روزہ ترک کر دیں اور جب صبح ہو تو علی الصبح اپنی عیدگاہ کا رخ کریں۔"

[أبو داوٗد، كتاب الصلاة ، باب اذالم يخرج الامام للعيد من يومه يخرج من الغد : ۱۱۵۷ ، نسائى، كتاب صلاة العيدين، باب الخروج الى العيدين من الغد: ۱۵۵۸۔ ابن ماجه كتاب الصيام ، باب ماجاء فى الشهادة على رؤية الهلال : ۱۶۵۳۔ مسند أحمد : ۵۸/۵۔ سنن بيهقى : ۳۱۶/۳، اسناده صحيح]

ان روایات میں اگرچہ یہ وضاحت نہیں کہ ہلال عید دیکھنے والوں نے زوال آفتاب سے قبل گواہی دی تھی یا بعد میں، لیکن آئندہ روایت میں صراحت ہے کہ انہوں نے چاند دیکھنے کی اطلاع دن کے آخری حصے میں کی تھی۔

ابوعمیر بن انس رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میرے چچاؤں نے بیان کیا، جو اصحاب نبی ہیں کہ

«غُمَّ عَلَيْنَا هِلَالُ شَوَّالٍ فَأَصْبَحْنَا صِيَامًا، فَجَاءَ رَكْبٌ مِنْ آخِرِ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

النَّهارِ فَشَهِدُوا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ رَأَوُا الْهِلَالَ بِالْأَمْسِ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُفْطِرُوا مِنْ يَوْمِهِمْ، وَأَنْ يَخْرُجُوا لِعِيدِهِمْ مِنَ الْغَدِ»

''بادل یا کہر کی وجہ سے ہمیں (انتیس رمضان کی رات) ہلال عید دکھائی نہ دیا تو (اگلے دن) صبح ہم حالت روزہ سے تھے، پھر دن کے آخری حصہ میں مسافروں کی ایک جماعت آئی اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس گواہی دی کہ بالیقین انہوں نے گزشتہ کل ہلال عید دیکھا ہے (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اس دن کا روزہ توڑ دیں اور آئندہ کل نماز عید کیلئے روانہ ہوں۔''

[مسند أحمد : ٥/٥٨۔ ابن ماجه، كتاب الصيام، باب ماجاء فى الشهادة على رؤية الهلال: ١٦٥٣۔ بيهقى، ٣/٣١٦، "إسناده صحيح"]

فوائد:

ا۔ اگر عید کے دن زوال آفتاب سے قبل ہلال عید کے طلوع ہونے کی مصدقہ اطلاع موصول ہو تو نماز عید کا اہتمام اسی دن کیا جائے گا، کیونکہ نماز عید کا وقت زوال آفتاب تک ہے، سو بلا عذر وقت سے نماز کی تاخیر درست نہیں۔

۲۔ رویت ہلال عید کی اطلاع عید کے روز زوال آفتاب کے بعد موصول ہو تو نماز عید اس سے اگلے روز ادا کی جائے گی۔

۳۔ ہلال عید دیکھنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ رویت ہلال کی اطلاع حاکم وقت تک پہنچائیں۔

نماز عید کی قضاء کا بیان:

چونکہ نماز عید فرض عین ہے ''تفصیل کیلئے دیکھئے عنوان ''نماز عید فرض عین ہے'' ص: ۱۱

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

سو باعذر یا بلاعذر نماز عید فوت ہونے کی صورت میں اس کی قضاء لازم ہے اور جب تک یہ فرض ادا نہ کیا جائے اس کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی۔

نماز عید چھوٹنے کی صورت میں کتنی رکعت نماز ادا کی جائے:

نماز عید فوت ہونے کی صورت میں دو رکعت نماز پڑھی جائے گی، کیونکہ نماز عید دراصل دو رکعت ہی ہے اور یہ کسی اور نماز سے بدل بھی نہیں، لہٰذا قضا کی صورت میں اصل ہیئت ہی معتبر ہوگی، اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں:

« صَلَاةُ السَّفَرِ رَكْعَتَانِ، وَصَلَاةُ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَانِ، وَالْفِطْرُ وَالْأَضْحَى رَكْعَتَانِ ، تَمَامٌ غَيْرُ قَصْرٍ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زبانی، سفر، جمعہ، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی مکمل اور بلاقصر نماز دو دو رکعت ہے۔"

[سنن ابن ماجه، كتاب الصلاة، باب تقصير الصلاة فى السفر: ١٠٦٤، صحيح ابن خزيمه: ١٤٢٥ـ بيهقى : ١٩٩/٣: "إسناده حسن"]

فقہ الحدیث:

۱۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی مکمل اور بلاقصر نماز دو، دو رکعت ہے نیز یہ نماز کسی اور نماز (یعنی چار رکعت نماز) سے بدل بھی نہیں لہٰذا قضا کی صورت میں دو رکعت نماز ہی پڑھی جائے گی۔

۲۔ نماز عیدین کو نماز جمعہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں، کیونکہ جمعہ ظہر سے بدل ہے اور جمعہ فوت ہونے کی صورت میں اصل نماز ظہر کا التزام کیا جائے گا، جب کہ نماز عیدین میں یہ صورت ناپید ہے، لہٰذا قضا کی صورت میں نماز عیدین کو نماز جمعہ پر قیاس کرنا باطل ہے۔

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

مزید دلائل:

۱۔ عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں: « إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ »
جب کسی شخص کی نماز عید فوت ہو تو وہ (بطور قضا) دو رکعت نماز پڑھے۔
[صحيح بخاری، كتاب العيدين، تحت باب، اذافاته العيد يصلي ركعتين، مصنف ابن أبي شيبه: ۵۸۰۱۔ إسناده صحيح]

صحیح بخاری میں یہ روایت معلق منقول ہے لیکن مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت باسند صحیح مذکور ہے نیز ابن جریج کا عطاء سے عنعنہ سماع پر محمول ہے۔

۲۔ ربیع بن عبداللہ بن خطاف سے روایت ہے کہ حسن بصری رحمہ اللہ نے بیان کیا:
« يُصَلِّي مِثْلَ صَلَاةِ الْإِمَامِ »
''جس کی نماز عید فوت ہو جائے، وہ امام کی نماز کی مثل (یعنی دو رکعت) نماز ادا کرے گا۔''
[مصنف ابن أبي شيبة : ۵۸۰۶۔ إسناده حسن۔ ربيع بن عبد الله بن خطاف صدوق راوی ہے]

۳۔ ابن قدامہ لکھتے ہیں ابراہیم نخعی، مالک، شافعی، ابوثور اور ابن منذر بھی اس موقف کے قائل ہیں '' کہ نماز عید فوت ہونے کی صورت میں دو رکعت نماز ہی پڑھی جائے گی'' اور قضا میں اس لئے دو رکعت نماز پڑھی جائے گی، کیونکہ یہ قضا نماز ہے اور باقی تمام نمازوں کی طرح نماز عید فوت ہونے کی صورت میں عید کی قضا نماز بھی نماز عید کی اصل صورت پر ادا کی جائے گی۔ [المغنى مع الشرح الكبير، ۲۴۴/۲]

نماز عید کی قضا میں چار رکعت نماز پڑھنا غیر مسنون ہے:

امام احمد اور سفیان ثوری کا موقف ہے کہ جس کی نماز عید فوت ہو وہ بطور قضا چار رکعت نماز ادا کرے۔ [سبل السلام :۴۹۱/۲]

یہ موقف ضعیف ہے کیونکہ اس بارے کوئی مرفوع حدیث ثابت نہیں ہے لہٰذا نماز عید

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

فوت ہونے کی صورت میں چار رکعت نماز پڑھنا مشروع نہیں۔ نیز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول درج ذیل آثار ضعیف ہیں:

شعبی بیان کرتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد کیا:

«مَنْ فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ يَوْمَ الْعِيدِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا»

''جس شخص سے نماز عید فوت ہو وہ چار رکعت نماز ادا کرے۔''

[مصنف عبدالرزاق: ۵۷۱۳۔ احکام العیدین للفریابی : ۱۳۶۔ مصنف ابن أبی شیبہ : ۵۷۹۸۔ أرواء الغلیل، ۳/۱۲۱۔ "إسنادہ ضعیف"]

مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق میں سفیان ثوری کی تدلیس ہے احکام العیدین میں اس کے درجے کے راوی ھشیم بن بشیر واسطی کی تدلیس ہے اور شعبی کا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں، لہٰذا تدلیس اور انقطاع کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔

۲۔ مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

«مَنْ فَاتَهُ الْعِيدُ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا»

''جس کی نماز عید چھوٹ جائے وہ چار رکعت نماز پڑھے۔''

[مصنف ابن ابی شیبہ : ۵۷۹۹ "اسنادہ ضعیف"]

اس سند میں ھشیم بن بشیر اور حفص بن غیاث کی تدلیس ہے اور حجاج بن ارطاہ ضعیف مدلس راوی ہے۔

نماز عید فوت ہونے کی صورت میں اکیلے اور باجماعت نماز پڑھنا دونوں طریقے درست ہیں:

نماز عید فوت ہونے کی صورت قضائے نماز کیلئے فرداً فرداً اور باجماعت نماز پڑھنا دونوں صورتیں جائز ہیں، ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں: نماز عید سے پیچھے رہ جانے والے شخص کو اختیار ہے چاہے تو اکیلا نماز پڑھ لے اور چاہے تو باجماعت نماز کا اہتمام کرے۔

[المغنی مع الشرح الکبیر : ۲/۲۴۴]

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

البتہ باجماعت نماز کا اہتمام کرنا افضل ہے کیونکہ باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس گنا زیادہ ہے۔

[بخاری: ٦٤٥، مسلم: ٦٥٠]

پھر وہ جہاں چاہے نماز پڑھ سکتا ہے، ابن قدامہ بیان کرتے ہیں: ابوعبداللہ سے سوال ہوا کہ نماز عید سے پیچھے رہ جانے والا کہاں نماز پڑھے؟ انہوں نے کہا! چاہے تو عید گاہ چلا جائے اور چاہے تو کہیں بھی ادا کرلے" (اس کی نماز ہو جائے گی)

[المغنی لابن قدامه مع الشرح الکبیر: ٢٤٤/٢]

عیدین کے دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے:

چونکہ عیدین کے دن خوشی وفرحت کے اظہار اور کھانے پینے کے دن ہیں اس لئے ان دو دنوں میں فرض، نفل اور نذر نیز کسی بھی قسم کا روزہ رکھنا حرام ہے۔

۱۔ ابوعبید مولی ابن ازہر بیان کرتے ہیں:

«شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: هٰذَانِ يَوْمَانِ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِهِمَا، يَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ، وَالْيَوْمُ الْآخَرُ تَأْكُلُونَ فِيهِ مِنْ نُسُكِكُمْ»

"میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ عید میں حاضر ہوا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ان دو دنوں کے روزہ سے منع فرمایا ہے۔ یعنی:

۱۔ تمہارے روزہ ترک کرنے (عیدالفطر) کے دن۔

۲۔ دوسرا وہ دن (عیدالاضحیٰ) جس میں تم اپنی قربانیوں کا گوشت تناول کرتے ہو۔

[صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم الفطر: ١٩٩٠۔ مسلم، کتاب الصیام، باب تحریم صوم یومی العیدین، ١١٣٧۔ أبو داود، کتاب الصیام باب فی صوم العیدین: ٢٤١٦۔ جامع ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی کراهیة الصوم یوم الفطر و یوم النحر: ٧٧١]

۲۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

«أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صِيَامِ يَوْمَيْنِ: يَوْمِ الْفِطْرِ وَيَوْمِ النَّحْرِ»

"بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر اور یوم نحر دو دنوں کے روزے سے منع فرمایا ہے۔"

[صحيح بخاري، كتاب الصوم، باب صوم يوم الفطر: ١٩٩١۔ صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب تحريم صوم يومي العيدين: ٨٢٧۔ سنن أبو داوٗد، كتاب الصوم، باب : في صوم العيدين: ٢٤١٧۔ جامع ترمذي، كتاب الصوم، باب ما جاء في كراهية الصوم يوم الفطر و يوم النحر: ٧٧٢]

۳۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صِيَامِ يَوْمَيْنِ: يَوْمِ الْأَضْحَى وَ يَوْمِ الْفِطْرِ»

"یقیناً رسول اللہ ﷺ نے دو دنوں یعنی عید الاضحیٰ کے دن اور عید الفطر کے دن کے روزہ سے منع کیا ہے۔"

[صحيح مسلم، كتاب الصيام باب تحريم صوم يومي العيدين: ١١٣٨۔ نیز یہی روایت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی منقول ہے: مسلم ١١٤٠]

فوائد:

۱۔ حافظ ابن حجر بیان کرتے (ان احادیث کی رو سے) عیدین کے دو دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے خواہ یہ روزے نذر، کفارہ، نفل، قضاء اور حج تمتع ہی کے ہوں یہ عمل بالاجماع حرام ہے۔ [فتح الباری، ٢/٣٠٤]

۲۔ امام نووی رقم طراز ہیں: علماء کا ان دنوں "عید الفطر اور عید الاضحیٰ" کے روزوں کی حرمت پر اجماع ہے، خواہ ان دونوں میں روزہ رکھنے والا، نذر، نفل، کفارہ، یا کوئی اور روزہ رکھے ان دو دنوں میں ہر حالت میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

پھر اگر کوئی شخص عمداً ان معین دو دنوں کے روزے کی نذر مانے (تو اس کی نذر واقع ہوگی) اس بارے شافعی اور جمہور علماء کا موقف ہے کہ نہ ایسے شخص کی نذر منعقد ہوگی، اور نہ اس پر ان دو دنوں کے روزوں کی قضا لازم آئے گی اور ابوحنیفہ کہتے ہیں، اس کی نذر بھی واقع ہوگی اور اس پر ان روزوں کی قضا بھی لازم آئے گی۔ نیز ابوحنیفہ کہتے ہیں اگر کوئی شخص ان دو دنوں کے روزے رکھ لے تو اس کی نذر پوری ہو جائے گی لیکن باقی تمام علماء ابوحنیفہ کے مخالف ہیں (اور جمہور علماء کا مذہب ہی راجح ہے)[شرح النووی،١٤/٨]

عیدین کے روزہ کی ممانعت کی حکمت:

علامہ شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: عیدین کے روزوں کی ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ ان دو دنوں میں روزہ رکھنا بندوں کا اللہ تعالیٰ کی ضیافت سے اعراض ہے جو اس نے اپنے بندوں کیلئے تیار کی ہے۔[نیل الأوطار ٢٧٨/٤]

www.ircpk.com

IRC